شائع کردہ آستانہ بکڈپو نزد جامع مسجد دہلی

بادۂ عرفاں

مذہبی، اخلاقی، ادبی اور
اصلاحی نظموں کا ایک مجموعہ

صدر الدین احمد صدر

محمودِ پرنٹنگ پریس بازار لال کنواں دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں اپنے اِس ناچیز مجموعۂ کلام موسومہ "بادۂ عرفاں" کو
خدائے وحدہٗ لاشریک اور اُس کے حبیبِ پاک محمد الرسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر اُس شیدائی کے نام پر معنون کرتا ہوں
جو صدقِ دل سے کلمہ طیب لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا
پڑھنے والا اور اُس پر دل و جان سے یقین رکھنے والا ہے

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

صدیقا

۷۸۶

نگاہِ اوّلیں

از حضرت العلامہ الحاج مولانا زاہد القادری صاحب
مُفتیِٔ آستانۂ دہلی

فاضلِ محترم جناب مولوی صدرالدین احمد صاحب صدرؔ کا وجد آفریں کلام پڑھنے کا مجھے بارہا شرف حاصل ہوا ہے۔ کوئی شبہ نہیں، اُن کے اشعار میں بلا کی جاذبیت ہے۔ جو اشعار کہ ہجر و فراق سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی عاشقِ مہجور کا نالۂ فراق ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ "بادۂ عرفاں" اُن کے کلام کا دل آویز انتخاب ہے۔ بحریں عموماً رواں و شگفتہ، زبان صاف و سادہ، اہم عنوانات پر غور کرنے کے بعد یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شاعری کے جملہ محاسن پر اُن کو قدرت حاصل ہے۔ امتیازی خوبی یہ ہے کہ تخیّل کی رعنائی کے ساتھ روح کی وارفتگی بھی ہے۔ اندازِ بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ لکھتے ہیں جذبۂ محبت اور اضطرابِ شوق کے ساتھ لکھتے ہیں۔ ان کے قلب و روح میں ایک پاکیزہ

کیفیت ہے۔ جذبات کا اظہار کرتے ہوئے انھوں نے شاعری کے جملہ اصول و لوازم کا لحاظ رکھا ہے لیکن منزلِ ادب شناسی سے سرِ مو تجاوز نہیں کیا ہے۔ دربارِ رسالت میں انھوں نے جو فریادیں پیش کی ہیں ان کے پڑھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ حضور سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ گرامی سے اُن کو والہانہ عقیدت ہے۔ اور عشقِ رسولؐ سے اُن کا قلب معمور ہے۔ یہی سبب ہے کہ پڑھنے والے کے دل پر اُن کے درد آفریں کلام کا اثر پڑتا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس مجموعہ کلام کو قبولِ عام کی عزت عطا فرمائے۔ اور کاش شاعرِ محترم کو حریمِ رسالت کی زیارت کا شرف نصیب ہو جائے۔

احقر

زاهد القادری

دار الافتاء آستانہ دہلی

۲۳ ردسمبر ۱۹۵۵ء

بادۂ عرفاں — تعارف

از جناب مولانا حامد الانصاری صاحب غازی ایڈیٹر اخبار جمہوریت بمبئی
(سابق ایڈیٹر اخبار مدینہ بجنور و اخبار الجمعیۃ دہلی)

سالہا سال پہلے کی بات ہے!

امام شاہ ولی اللہ اور شاہجہاں کی دلّی میں خلیق منزل چوڑی والان کے ایوانِ عام میں عزیزوں اور دوستوں کی مجلس میں چاروں طرف دیکھنے کے بعد نظر ایک شخص تک پہنچ کر رُک گئی ———

صورت دین و دیانت کا نمونہ بشرہ ہنستا کھیلتا۔ اپنے لئے مسرت، دوسروں کے لئے بشارت، قد ہمرو قد، داڑھی گھنی اور مہذّب، جسم سڈول اور صحت مند، چہرہ مہرہ بھرا ابھرا، رنگ نہ گورا نہ کالا، یوں سمجھئے کہ نہ ولایتی نہ زنگی۔ بلکہ خالص ہندوستانی، لباس دہلی اور یو۔پی کے شرفا کا۔ پائجامہ، کُرتا، شیروانی، ٹوپی، کردار چشمے کے پانی کی طرح پاک صاف، معاملہ دودھ کا دُودھ، پانی کا پانی، مزاج میں شگفتگی، بھرپور اخلاق، اور اخلاق کے ساتھ مکمل انسانیت، بات کہتے ہیں تو دلوں کی کھیتیوں کو خوشی سے ہرا بھرا کر دیتے ہیں۔

مجلس ختم ہوئی تو پہلی بار تعارف ہوا۔ اور تعارف کا یہ سلسلہ برابر پھلتا پھولتا اور ترقی کرتا رہا۔ نام صدرالدین احمد تخلص صدؔر۔ والدِ بزرگوار کا نام نامی مولوی جلال الدین احمد مرحوم وطن مالوف علم، ادب، سیاست وصحافت کی سرزمین ضلع بجنور! اس ضلع کی ایک مردم خیز بستی ریہڑ (REHAR) کی خاک پاک سے شمس العلما رڈپٹی نذیر احمد مرحوم ایسا باکمال انسان پیدا ہوا۔ مولانا صدرالدین احمد صدؔر کا وطن یہی بستی ہے۔ تیس سال سے دہلی میں قیام ہے۔ جس طرح مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب شاہجہان پوری اور ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی کہلائے، اسی طرح مولانا صدرالدین احمد صدؔر اب بجنوری سے زیادہ دہلوی ہیں۔ دہلی سات مرتبہ پہلے لٹی تھی۔ جب آٹھویں بار ۱۹۴۷ء میں لٹی تو مولانائے محترم اس وقت بھی دہلی میں رہے۔ اس سے زیادہ ان کے دہلوی ہونے کی اور کیا سند ہو سکتی ہے؟

وقت اور بخت کے اتفاقات عجیب ہوتے ہیں۔ آج سے نہ معلوم کتنے سال پہلے مولانا صدرالدین احمد صدؔر سے تعارف ہوا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ تعارف میدانِ حشر تک میرے ساتھ جائے گا۔ مگر یقین کا کیا ذکر نہ خیال تھا نہ گمان کہ اس سلسلۂ تعارف میں مولانا کے روح پرور اور ایمان افروز مجموعۂ کلام "بادۂ عرفاں" کا تعارف بھی راقم الحروف کے حصّے میں آئے گا۔

علّامہ تاجور نجیب آبادی نے شعرار کے ایک تذکرے میں ایک صاحب کے متعلق لکھا تھا:۔

"۔۔۔۔مشہور صحافی اور گمنام شاعر۔۔۔۔"

خوب اتفاق ہے کہ اسی گمنام شاعر کو ایک ایسے مجموعۂ کلام کا تعارف لکھنا ہے جو ایمان و عرفان کی دُنیا میں رہتی دُنیا تک نام پیدا کرے گا۔ بے شبہ کلام کا تعارف بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ مگر صاحبِ کلام (کلیم) کا تعارف بھی کم اہم نہیں۔

ہندوستان کی تاریخ میں ۱۹۲۱ئہ بڑے معرکہ کا سال ہے ۔ ۱۸۵۷ئہ کے بعد یہ پہلا نقطۂ انقلاب تھا جہاں پہنچکر سو سالہ غلامی کے خلاف ہند کا سیاسی عروج شروع ہوا ۔ ابتک ملک کے بے پڑھے لکھے عوام قانون داں طبقے کی رہنمائی میں ہوم رول کا مطالبہ کر رہے تھے ۔ اب اس ملک کے محبِ وطن ، جیوٹ ، اور سرفروش مسلمان میدان میں آئے ۔ بڑی بات یہ ہوئی کہ اہلِ علم اور اربابِ شعر و ادب نے آزادی کے چاندنی چوک میں قدم رکھا ۔ اور لال قلعہ کی طرف بڑھنا شروع کیا ۔ پانچ سو علماء اور مشائخ ، بے شمار اساتذہ ، طلبہ ، شاعر صحافی ، ادیب اور قلمکار اس نقطۂ انقلاب کو بروئے کار لانے کے لئے روز مرہ کے کام چھوڑ کر نکل پڑے ۔

اسی ۲۱ئہ میں سیوہارہ ضلع بجنور میں حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب کی صدارت میں جلسہ ہوا ۔ ایک اہلِ علم اہلِ قلم ادیب اور شاعر نے اس جلسے کے پیغام کو سُنا ۔ سرکاری ملازمت کی قربانی دی ۔ اور اُس کے بعد یہی صاحب اپنی بستی کے اسلامیہ اسکول میں صدر مدرس ہو گئے ۔ اور یہ تھے مولانا صدرالدین احمد صدرؔ ۔ نام صدر تھا ۔ تخلص بھی صدر ہوا ۔ عہدہ بھی صدر کا پایا ۔ سرکاری ملازمت کھو کر بھی صدارت کی مسند پر بیٹھے ۔ ع

صدر ہر جا کہ نشیند صدر است

۱۹۲۴ئہ میں مولوی حاجی سید عبداللطیف صاحب خلفِ ارشد جناب مولوی عبدالاحد صاحب ، مالک مطبع مجتبائی دہلی نے اپنے صاحبزادوں کی تعلیم و تربیت کے لئے موصوف کو دہلی بُلوایا ۔ مولوی صاحب دین دیانت کے اعتبار سے خاص کردار کے مالک ہیں ۔ مولوی عبداللطیف صاحب نے اسی کردار سے متاثر ہو کر اپنی تمام اسٹیٹ کا انتظام سونپ دیا یہ منصب آج تک برقرار ہے ۔

شاعری کا تعلق انسانی فطرت سے ہے ۔ فطری شاعر خود پیدا ہوتا ہے ۔ مولانا صدرالدین

صدر کو بچپن ہی سے شعر و شاعری کا چسکا تھا۔ پانچویں چھٹی جماعت میں تھے کہ شعر موزوں کر لیتے تھے ابتدا میں مولانا علامہ حضرت خان حاذق کو اپنا کلام دکھایا۔ مولانا حاذق ایک خاص علمی اور ادبی مرتبے کے مالک تھے اور کئی کتابوں کے مصنف۔ اُن کی کتابیں (۱) ملفات الصواعق المعروف بہ مسدسِ حاذق (۲) شمشیرِ ترک بسرِ لقمان (۳) سحرِ حلال طبع ہو کر قبولِ عام حاصل کر چکی تھیں۔ صدر صاحب نے اُن کی حیات میں جو نظمیں اور قطعات موزوں کئے وہ ۱۹۲۱ء ہی میں گلدستۂ صدر کے نام سے شمس المطابع لکھنؤ میں چھپ کر شائع ہوئے۔ دوسرا مجموعہ کلام "رازِ عشق" دامپور کے اشرف المطابع میں چھپا۔ آج یہ دونوں کتابیں نایاب ہیں۔ ۱۹۲۷ء میں حاذق صاحب نے انتقال فرمایا۔ صدر صاحب نے اس حادثہ پر جو اثر انگیز قطعہ تاریخ کہا وہ اخبار الامان دہلی کے مطبوعہ فائل میں محفوظ ہے۔ فکر موزوں کے لئے آمد شرط ہے۔ آورد کی کوئی قیمت نہیں۔ صدر صاحب نے سینکڑوں نظمیں دل کی توجہ سے کاغذ پر منتقل کیں۔ چیدہ کلام وقت وقت سے الامان دہلی میں درج ہوتا رہا۔ فن کا کمال یہ ہے کہ کمالِ فن کا غرور نہ ہو۔ یہاں بھی معاملہ کا یہ رُخ رہا کہ نہ مجموعہ کلام مرتب کرنے کا شوق، نہ بیاض کی حفاظت کا جذبہ نتیجہ ظاہر ہے۔ بہت سا کلام ادب کے قدر دانوں میں تقسیم ہوا۔ جو باقی بچا اُسے بچایا نہ جاسکا اسلئے مطبوعہ کلام کا کوئی نسخہ، کوئی نظم کوئی شعر اس وقت محفوظ نہیں۔ اِس اندازِ طبع کو دیکھکر حضرت مولانا آلم مظفر نگری نے صدر صاحب کو مشورہ دیا کہ اپنا کلام جمع کر لیجئے۔ کلام موجود ہے تو اُسے جرائد و رسائل میں شائع بھی ہونا چاہئے۔ تازہ مجموعۂ کلام "بادۂ عرفاں" اِسی ارشاد کی تعمیل ہے۔

حضرتِ آلم مظفر نگری ہندوستان کے مشاہیرِ علم و ادب میں ایک خاص مقام کے مالک ہیں۔ اُن کے علمی اور فنی آثار میں باکمال اساتذہ کے ادبی آثار کا نمونہ ملتا ہے۔ اُن کے

یہاں شعر میں ادب کے ساتھ علم اور اخلاق کا سرمایۂ وافر بھی موجود ہے۔ کلام اُستادانہ، نظر عالمانہ اور فکر ناقدانہ ہے۔ اُن کا کلام ملک کے مستند اخباروں اور رسالوں میں ادبی تبرکات کی حیثیت سے شائع ہوتا ہے۔ اُن کا پہلا مجموعہ "سلسبیل"، دوسرا کوثر و تسنیم" کے نام سے اشاعت کا شرف پا چکا ہے۔ اُن کی ایک کتاب "آہنگِ سرمدی" (گیتا منظوم) کے نام سے مکتبہ برہان میں شائع ہو چکی ہے۔ آپ کے بے شمار شاگرد ہیں۔ نئی اور پرانی قدروں کے حامل بہت سے تعلیمیافتہ نوجوان آپ کی شاگردی سے فیضیاب ہیں۔ اِن بلند مرتبہ شاگردوں میں صدرالدین احمد صاحب صدؔر ہی نے سب سے پہلے اپنا مجموعۂ کلام شائع کرنے کا امتیاز حاصل کیا ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ دہلی میں صدؔر صاحب کا قیام مولوی سید عبداللطیف صاحب مرحوم کی اسٹیٹ کے منتظم کی حیثیت سے ہے۔ سید صاحب مرحوم علم و عمل، ایمان و یقین اور خلق و تقویٰ کا بہترین پیکر تھے۔ اب اُن کے صاحبزادے دہلی کے رؤسائے اعظم میں سے ہیں۔ جن میں سید جلیل الرحمٰن اور سید خلیق الرحمٰن صاحب اپنے علمی اور دینی حول کے لحاظ سے نمایاں ہیں۔ اِن اصحاب کے تعلقات کا رشتہ بہت وسیع ہے۔ ان تعلقات کے واسطے سے صدؔر صاحب کے روابط بھی وسیع سے وسیع تر ہیں۔ اِنھیں دینی کاموں، ملّی زندگی کے تعمیری پروگراموں سے ہمیشہ یکساں ربط رہا ہے۔ اِن کے کلام میں یہی رجحان سب سے زیادہ موثر اور حقیقی ہے۔

اِن کا زیرِ نظر کلام "بادۂ عرفان" اپنی ادبی قدروں، اثر آفرینیوں اور شعری نزاکتوں اور اخلاقی خوبیوں کے لحاظ سے باقی رہنے والا سرمایہ ہے۔ یہ ادعا اور ادّعا کو کمال کا تقاضا سمجھا گیا ہے۔ مگر صدؔر صاحب کی فطرتِ شاعری اِس تقاضے کی قائل نہیں۔ اُنکی خاکساری

ے کسی قسم کے ادّعا کی توقّع کرنا بیکار سی بات ہے۔ تاہم "بادۂ عرفان" کے عنوانات پر ایک نظر ڈالنے اور کلام کا عرفان حاصل ہو جانے کے بعد خود کلام پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ اور یہ پکار شمسی مغربی کے اِن دو اشعار میں سُنی جا سکتی ہے ؎

ہادیٔ طریقِ اہلِ تحقیق منم ٭ عارف بفنونِ جمع و تفریق منم

بر دو عالم بادشاہی میکنم ٭ گرچہ از ایزد گدائی میکنم

یہ کلام الہام نہیں۔ الہام کا پر تو ضرور ہے۔ ایک مردِ مومن کی حیثیت سے قرآن پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم قرآن کے اِس ادبی فرمان پر ایمان رکھتے ہیں کہ شعرائے زمانہ "گمراہی کی پیروی میں جری ہیں۔ مگر وہ شعراء جو با ایمان اور صاحبِ کردار ہیں (اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ)

حسّان بن ثابت سے لے کر مولانا جامیؒ۔ مولانا رومیؒ۔ اور شمس تبریز تک ایسے کلام اور اربابِ کلام کی کمی نہیں رہی۔

میں نے ایک بار نہیں، بار بار اپنے اِس خیال کو پیش کیا ہے کہ یہ زمانہ ادب کی حکمرانی کا زمانہ ہے۔ آج دین ہو یا دیانت، سماج ہو یا حکومت، سب کے سب ادب کی حکمرانی کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اِسی کے ساتھ میں اپنے اِس رجحان کو چھپا نہیں سکتا کہ ادب کی حکمرانی کا یہ دَور شعری انارکی اور ادبی طوائف الملوکی کا بھی دَور ہے۔ اِس دَور میں اِن دو باتوں کے درمیان سیدھا سچا خط کھینچنا بہت مشکل ہے کہ کون شاعر ہے اور کون شاعر نہیں ہے۔ کسے ادیب شمار کیا جائے اور کسے ادیبوں کی محفل سے باہر رکھا جائے ہمارے دَور کے نوجوان شاعر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایٹمی عہد کے انسان ہیں۔

ریڈیو کی لہروں نے انسان کی رفتار کو روشنی اور آواز کی رفتار سے تیز بنا دیا ہے۔ آج دُنیا کی سرحدیں ٹوٹ رہی ہیں۔ اِس لئے شعر و ادب کو سرحدوں کا پابند نہیں بنایا جا سکتا۔ اور افکار پر قید و بند کے پہرے نہیں بٹھلائے جا سکتے۔ اِس دَور کا یہ مادّی رجحان ایک حد تک منطقی نوعیت رکھتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ ایک حال ہے یا حال کی نئی عمارت، جسے پرانی بنیادوں سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔

اگر ہم یہ دعویٰ کریں کہ شعر ایک سائنس ہے۔ شاعر ایک سائنسداں اور شعر کا شعور ایک سائنسی ایجاد۔ تب بھی ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہماری شاعری انسانی فطرت اور ضمیر کی آواز کے علاوہ کچھ نہیں۔ جس طرح ہر اچھا کام کسی نہ کسی اخلاقی اصول کو مدِّنظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ اِسی طرح ہر اچھے شعر کے لئے اخلاق کا عرفان ضروری ہے۔ گوئٹے نے شیلر کے لئے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اُس کے خیالات کی بلندی اور پرواز کو نہ کوئی روک سکتا ہے: نہ اِس پر کوئی حد لگا سکتا ہے۔ اور نہ اِسے بدل سکتا ہے۔ مگر اِسی کے ساتھ اُسے یہ بھی کہنا پڑا کہ اس کا کلام انسانیت کا اسوۂ حسنہ اور بلند اخلاق کا نمونہ ہے۔

انگریز ادیب آلڈس ہکسلے جسے انسانیت کا فطری مورّخ کہا جاتا ہے پہلے مذہب و اخلاق کی قیود سے آزاد تھا۔ آخر اُس کی زندگی میں ایک گہرا مذہبی رجحان پیدا ہوا جس نے اُس کے اشعار میں مذہب و اخلاق کی قدروں کو سمو دیا۔

حق یہ ہے بے قید و شرط شاعری کا کوئی معنوی کردار نہیں ہوتا۔ نہ اس میں تاثیر ہوتی ہے نہ پسندیدگی نہ ابدیت۔ اس کی زندگی کا سارا سرمایہ کسی وقتی مصلحت یا جذبے کے تابع ہوتا ہے۔ اور وقت کے ساتھ ضائع ہو جاتا ہے۔

ہمارے یہاں جن ادیبوں نے شہرت حاصل کی اُن میں حاؔلی، شبؔلی، اکبؔر، حسرؔت موہانی

اقبال اور اصغر گونڈوی کو جو مرتبہ حاصل ہوا اُسے کوئی دوسرا حاصل نہ کر سکا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اُن کے ادب کا موضوع انسانیت ہے۔ اور اُس کی سرحدیں دین و دیانت اور مذہب و اخلاق کی قدروں سے محفوظ ہیں۔

مولانا صدرالدین احمد صدر کے کلام کا رُخ بھی یہی ہے۔ ان کی شاعری عالمانہ بھی عارفانہ بھی۔ ان کے کلام میں زندگی کے ترقی پسند رجحانات کے ساتھ نیکی، خیر سگالی اور ہمدردی کا بڑا سرمایہ وجود ہے۔ یہ شاعری سبق بھی اور ملت کے لئے پیغام بھی۔ نقد و نظر کے معیار پر پہنچنے کے بعد یہ کہنا حق بجانب ہے کہ صدرالدین احمد صاحب صدر کا کلام ایمان اور اخلاق کی کسوٹی ہے۔ اور یہی اُن کی شاعری کی جان ہے جس طرح ہر اچھا کام کسی نہ کسی اخلاقی اصول کو مد نظر رکھ کر کیا جاتا ہے، اسی طرح اُن کا ہر شعر کسی نہ کسی اخلاقی رجحان کا ترجمان ہے۔ کوئی شک نہیں کہ آج ادب و شعر کی محفل میں ایک طوفان برپا ہے۔ مگر بادِ عرفان کا پیغام یہ ہے کہ ان ہی خوفناک بادلوں سے حُسن برسے گا۔

میں اس خیال کا حامی ہوں کہ شاعری تین چیزوں کا نام ہے۔ حقیقت، وجدان، نغمہ! جو شعر حقیقت پر مبنی نہ ہو اُسے ابدیت حاصل نہ ہوگی اور اُسے زمانہ اور زندگی کا انتشار لے ڈوبے گا۔ جس شعر میں وجدان نہ ہو اُس میں معنی آفرینی اور گہرائی نہ ہوگی۔ اس لئے یہ بھی قدر و قیمت سے محروم رہے گا۔ اور جس شعر میں نغمہ نہ ہو اُسے قبولِ عام حاصل نہ ہو سکے گا۔ اور تاثیر سے محروم رہے گا۔

اقبال کا ادب حقیقت پر مبنی ہے۔ اس لئے اس میں ابدیت موجود ہے۔ غالب کے کلام میں وجدان کا بھرپور خزانہ موجود ہے اس لئے اس میں مقاصد و مطالب اور معانی کا اتنا بڑا سرمایہ موجود ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ ہمارے زمانے میں جگر کو جو قبولِ عام حاصل ہوا اُسکی

وجہ جہاں ایک حد تک جگر کی حقیقت پسندی ہے، وہاں نغمگی کو بڑا دخل ہے۔ نغمگی سے مُراد شاعر کی آواز نہیں بلکہ خود شعر کی موسیقیت ہے۔

دیکھنے سے اندازہ ہوگا کہ صدر صاحب کے کلام میں حقیقت، وجدان اور نغمہ کے عناصر اپنی اپنی جگہ موجود ہیں۔ امام غزالی رح کا قول ہے کہ ہر آدمی اپنی قوّتِ ایجاد اور تجربہ کا مالک ہے۔ اور اس کی یہ قوّت و تجربہ خود اس کی صلاحیت کے موافق ہوتا ہے۔

بادۂ عرفان میں شعر و ادب کی جو صلاحیتیں کارفرما ہیں ان کا اندازہ دیکھنے ہی سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

آیت الکرسی۔ آیت الکرسی کے متعلق ایک ہی شعر کس قدر دلنشین ہے ؎

آیت الکرسی کو رکھ وردِ زباں ہر صبح و شام
آیت الکرسی ہے حرزِ جان و ایماں والسّلام

نغمۂ وحدت۔ نغمۂ وحدت مخمّس ہے۔ اس کے یہ دو شعر کس قدر ایمان افروز ہیں ؎

پابند تیرا جلوہ کب طور تک رہا ہے
تُو جس میں جلوہ گر ہے وہ دل ہے طُور تیرا
عصیاں میں عمر گزری صدرِ حزیں کی ساری
محشر میں آسرا ہے ربّ غفور تیرا

نعتِ نبیؐ میں صدر صاحب کا یہ شعر کس ذوق و شوق کا ترجمان ہے؟ اِس سوال کا جواب شعر کو دل میں رکھ لینے کے بعد ملے گا ؎

کہتا ہوں بصد شوق و ادب سر کو جھکا کر ∴ اُن داد غمِ ہجر تو سُن لیں وہ بُلا کر

"سلام" کا ایک بند ملاحظہ فرمائیے ؎

آپ ہیں اعلیٰ حسب اعلیٰ نسب اعلیٰ نژاد | آپ سے پائی ہے دنیا میں شرافت نے مُراد
آپ کے آنے سے باطل کے مٹے شر و فساد | تنکدوں میں دہر کے بٹنے لگی اللہ کی یاد

رفتہ رفتہ بن گئے سب اہرمن حق کے غلام
آپ پر لاکھوں درود اور آپ پر لاکھوں سلام

دوسرے سلام کے تین اشعار ؎

سلام اُن پر جو ہو کر رہبرِ دنیا و دیں آئے | سلام اُن پر جو بن کر رحمۃ اللعٰلمین آئے
سلام اُن پر جنھیں ہم احمدِ مختار کہتے ہیں | سلام اُن پر جنھیں کونین کا سردار کہتے ہیں
سلام اُن پر کہ امن و آشتی پیغام ہے جن کا | سلام اے صدر ہو اُن پر محمدؐ نام ہے جن کا

بادۂ عرفاں کی نظم ہم کون تھے اور کیا ہو گئے۔ زندگی کے دو رُخ پیش کرتی ہے۔ یہ نظم ملت کے لئے قم باذن اللہ کے نعرے سے کم نہیں۔ جس قوم کے پاس شاعری کا یہ سرمایہ موجود ہو وہ گر کر سنبھل سکتی ہے اور مر کر زندہ ہو سکتی ہے۔

صبحِ زندگی کے تین شعر ہیں ؎

یاد آیا میکدہ جب بستی گل و گلزار تھی | ہم جہاں جاتے تھے عزت بر سرِ دربار تھی
اے خوشا عہدِ مسرت اے خوشا دورِ حیات | دن ہمارے عید تھے راتیں ہماری شب برات
گوشہ گوشہ غیرتِ صد خطۂ کشمیر تھا | تھا وطن اپنا کہ باغِ خلد کی تصویر تھا

شامِ زندگی کے تین شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

وائے بدبختی متاعِ دین و ایماں لٹ گئی | ہاتھ سے رسی جو پکڑی تھی خدا کی چھٹ گئی
صرصرِ نکبت نے ہر گوشے کو ویراں کر دیا | خانۂ امید کو مثلِ بیاباں کر دیا

آخری شعر کتنا زندگی بخش ہے ؎

وقت پر کافی ہے قطرہ ابرِ خوش ہنگام کا ❊ جل گئی کھیتی اگر برسا تو پھر کس کام کا

بادۂ عرفاں کا ایک ایک شعر پیغام کا درجہ رکھتا ہے۔ یہی پیغام شاعری کی جان ہے۔
ایک نہیں ایک سو شعر ایسے موجود ہیں جن کو لکھ کر دیوار پر آویزاں کیا جا سکتا ہے ؎

سرِ میدانِ ہستی چاہیے ہر فرد کو بڑھنا ❊ زبانِ حال سے کہتا ہے محفل میں یہ پروانہ
مشقت جھیل کر پاتا ہے انساں راحتیں آخر ❊ شجر بنتا ہے اک دن خاک میں مل کر ہی جو دانہ
حقیقی زندگی چاہو تو میداں میں بڑھو آگے ❊ بعزم و شوق بے پایاں بہ اندازِ دلیرانہ

مصیبت عالمِ انسانیت کی دیکھنے والے ❊ غریبوں کے لئے دولت لٹانے کی ضرورت ہے

حقیقت کی منزل سے بھٹکے ہوئے ہیں ❊ فروعی مسائل میں اٹکے ہوئے ہیں

تجھے تو پھونکنی ہے رُوح پژمردہ شراروں میں ❊ جواں ہمت کریں تو آگ لگ جاتی ہے دریاؤں میں

قابلِ صد رشک ہے اے صدرؔ اُس کی زندگی ❊ صفحۂ عالم پہ چھپے جو بہ عنوانِ حیات

نیکیوں کی ہے ابتدا اس سے ❊ دین و ایماں کی انتہا ہے نماز

گوشے گوشے میں سُنا دے دین کے پیغام کو ❊ دے عروج اپنے عمل سے ملّتِ اسلام کو

یہ سارا مجموعہ اسی قدر و قیمت کے اشعار سے بھرپور ہے۔ رنگِ کلام قدیم الہامی اور ادبی قدروں کا حامل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس رنگِ قدامت کے باوجود مولانا صدرالدین احمد صدر کی قوتِ ایجاد نے بڑا کام کیا ہے۔ صدر صاحب کا یہ دعویٰ ہر اعتبار سے قرینِ حق ہے ؎

شریعت کی رمزیں نصیحت کی باتیں مضامین ہیں اعلیٰ ہے اسلوب بہتر
بیاں میں ترے صدر کیا کچھ نہیں ہے فصاحت نہیں کہ بلاغت نہیں ہے

بادۂ عرفاں کی خوبیوں کے اعتراف میں اگر میرے بیان میں کوئی کمی موجود ہے تو اُسے صدر الافاضل مولانا سید اشرف حسین صاحب سپرنٹنڈنٹ محکمہ آثارِ قدیمہ دہلی کا پیش لفظ اور مقدمہ پورا کرے گا۔ جو بادۂ عرفاں کی حقیقی قدر و قیمت کا حامل ہے اور اسی مجموعہ میں شامل ہے۔

بادۂ عرفاں میں دین و دیانت، ادب و اخلاق، زبان، بول چال، زندگی اور زندگی کی ہلچل ہر چیز موجود ہے۔ اور صدر الافاضل کا مقدمہ اس پر شاہد عادل ہے۔

حامد الانصاری غازی
مدیر جمہوریت۔ بمبئی
یکم فروری سنہ ۱۹۵۶ء
۸۰/۲۷ بیگ محمد بلڈنگ۔ محمد علی روڈ۔ بمبئی نمبر ۳

بادۂ عرفاں پر ایک نظر

از صدر الافاضل خان بہادر مولانا سید اشرف حسین صاحب ایم اے۔ ایم۔ او۔ ایل
(مولوی فاضل) سپرنٹنڈنٹ محکمۂ آثارِ قدیمہ دہلی

ادیبِ محترم جناب مولوی صدر الدین احمد صاحب صدر کی علمی و ادبی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ سالہا سال سے اُن کا دل آویز اور اثر آفریں کلام ہندوستان کے صف اوّل کے معیاری صحیفوں میں قبولِ عام کی سند حاصل کر رہا ہے۔ حال ہی میں اُن کے کلام کا ایک دلکش مجموعہ "بادۂ عرفاں" کے نام سے میری نظر سے گزرا۔ میں نے از اوّل تا آخر شوق میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے اُسے پڑھا۔ یہ مجموعہ بانوے (۹۲) عنوانات پر مشتمل ہے۔ جن میں سے بعض اہم عنوانات یہ ہیں:
سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص، آیت الکرسی، نغمۂ توحید، رحمتِ عالم۔ آپ پر لاکھوں سلام، دربارِ الٰہی میں استغاثہ، صبحِ زندگی، شامِ زندگی، ہم کون تھے اور کیا ہو گئے۔ حقیقتِ نماز۔ التجائے محمود، دربارِ رسالت میں، خدا نے لاج رکھی ہے ہمیشہ صدق و ایماں کی، علیؑ علیؑ محمدؐ خطاب بہ مسلم، ایک نکتۂ فکریہ، درسِ عمل۔ اے مردِ مسلم ہوشیار، غریب کی مہمان نوازی،

جو ایماں ہو محکم تو دولت بہت ہے، صدائے درویش، مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات، یا الٰہی زندگی اِس دور میں ناکام ہے، درسِ حیات، پیغامِ زندگی۔ بدلے ہوئے حالات، دعا، جامع دہلی، عقل اور ایمان کا مکالمہ، تقدیر و تدبیر، دین و دنیا، داعیٔ تبلیغ سے، ایک دوست کے نام تبلیغی پیغام، بدلی ہوئی زمانے کی رنگت ہے آجکل، اربعین حدیثیا، سوزِ عشق، حضرت رابعہ بصریؒ، مولانا حسن سے، حضرت لقمان کی نصیحت، فکر و احساس، ذکر اِلّا اللہ، انقلاب زدہ نظارہ تاج محل، نذرِ عقیدت بحضور سیدنا امام حسینؑ، استغاثہ بحضور سید المرسلینؐ، نوائے اسلام، اے خاصہ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے، محبوبِ خدا تم ہو، بانگِ سروش، مومن کے اوصاف، بعثتِ رسول، ابھی قرآن باقی ہے، خدایا تری ذات رحمٰن ہے، دار الغرور، اے خدا ندِ غنی ہم پہ نوازش کر دے، الاحتساب، دریا اور ساحل، بانگِ درا، حضرت عمرؓ بن عبد العزیز، ایک بزرگ کی توبہ اکلِ حلال۔ اخوت اسلامی، ساقی سے، ترانہ، فریادِ اسلام، ندائے ہاتف، یا اللہ، نغمہ مومن۔ مناجات۔ استمداد از اسماء الحسنیٰ۔

اب مناسب ہے کہ اجزائے کلام پر بھی ایک تنقیدی نظر ڈال لی جائے۔

شاعرِ محترم سورۂ فاتحہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

رحمٰن رحیم یا رب دونوں ہیں نام تیرے ؛ لطف و کرم میسر ہیں صبح و شام تیرے

کرتے ہیں یا الٰہی ہم تیری ہی عبادت ؛ تجھ ہی سے چاہتے ہیں ہر حال میں اعانت

سیدھا جو راستہ ہے رحمت سے وہ دکھادے ÷ زینِ محمدؐی کا سیدھا ہمیں بنادے

رستہ بھی وہ کہ جس کو نزدیک تر بنایا ÷ پیغمبروں نے جس پر چل کر ہمیں دکھایا

انعام اور کرم کی جن پر ہوئی ہے بارش ÷ اُن ہی کی رہگزر پہ ہم کو چلا خدایا

محبوب دل رُبا ہے مسلک جو صالحیں کا ÷ مرکز ہو وہ ہمارے ایمان اور یقیں کا

رحمت سے دُور ہو کر بھٹکے ہیں جو جہاں میں ÷ اُن کی نہ رہ چلانا ہے عرض عاجزی سے

اِس کے بعد سورۂ اخلاص کی شرح اِس انداز سے لکھتے ہیں :-

اے نبیؐ کہہ دے علی الاعلان اللہ ایک ہے ÷ اُس کے قبضے میں ہے سب کی جان اللہ ایک ہے

کہہ رہا ہے صاف یہ قرآن اللہ ایک ہے ÷ ہر زماں، ہر وقت، ہر اک آن اللہ ایک ہے

وحدت و یکتائی میں اُس کا نہیں کوئی نظیر ÷ قادر و قیوم ہے ہر طرح وہ ربِّ قدیر

اُس کی اِک اعلیٰ صفت یہ ہے کہ وہ ہے بےنیاز ÷ اُس کو کچھ حاجت نہیں اوروں کا ہے وہ کارساز

فضلِ ربانی کے ہیں محتاج سب شاہ و گدا ⁂ بے نیاز غیر ہے ہر لمحہ وہ ربُّ العلاء

وہ ہے بے ہمتا نہیں اُس سا کوئی بے قیل و قال ⁂ اپنی شانِ تقدس میں لاریب ہے وہ بے مثال

متصف کل خوبیوں سے ہے وہ ذاتِ ذوالجلال ⁂ نام ہے اس کا ازل سے لم یزل اور لایزال

وہ اکیلا مالک و مختارِ کُل عالم کا ہے ⁂ کائناتِ رنگ و بو میں جلوہ اُس کے دم کا ہے

اِس کے بعد ایک عنوان ہے نغمۂ وحدت [illegible] اس سلسلے میں لکھتے ہیں:-

آنکھوں میں نور تیرا دل میں سرور تیرا

ہر شے میں دیکھتا ہوں یارب ظہور تیرا

تو ہے ہر دو عالم پروردگار تو ہے ⁂ مخلوق جس قدر ہے بے مثل و خوب رو ہے

ہر قطرہ و ہر شجر میں قدرت تری نمو ہے ⁂ پھولوں میں رنگ تیرا کلیوں میں تیری بو ہے

تاروں میں [illegible] تیری [illegible] نور تیرا

اِس کے بعد دربارِ رسالت میں ایک نذرِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

آنکھوں میں بسا ہے سراپائے محمدؐ ⁂ پھرتا ہوں لئے دل میں تمنائے محمدؐ

اے صلِّ علیٰ جوشِ تو [illegible] سے محمدؐ ⁂ نحوِ [illegible] یا رُخِ زیبائے [illegible]

میں روزِ ازل ہی سے ہوں شیدائے محمدؐ

حوروں کی تمنا ہے نہ ہے خُلدِ بریں کی | اے کاش زیارت ہو مدینے کی زمیں کی
بھرے بھی دہیں ہوں یہ تمنا ہے جبیں کی | مقبول ہو یا رب یہ دعا صدرِ حزیں کی

دکھلا دے مجھے روئے دل آرائے محمدؐ

اس کے بعد ایک عنوان ہے "آپؐ پر لاکھوں سلام"۔

نازشِ اولادِ آدم افتخارِ مرسلیں | آپ کی ذاتِ مقدس پر ہر ایک کو ناز ہے
مقتدا و پیشوائے اوّلین و آخریں | جتنا جس کو ہے تعلق اتنا سرافراز ہے
سید و سردارِ عالم مالکِ دُنیا و دیں | مرتبہ کس کا ہے ایسا کس کا یہ اعزاز ہے
ذاتِ اقدس آپ کی ہے رحمۃ للعالمینؐ | معجزہ دل پر سب کے غالب آپ کا اعجاز ہے

آپؐ پر لاکھوں درود اور آپؐ پر لاکھوں سلام

پھر ایک عنوان ہے۔ سلام دربارِ خیر الانام میں :-

سلام اُن پر کہ لولاک لما ہے شان میں جن کی ؛ سلام اُن پر بڑی توصیف ہے قرآں میں جن کی

سلام اُن پر کہا یٰسین و طٰہٰ جن کو قرآں نے ؛ سلام اُن پر بنایا فخرِ عالم جن کو یزداں نے

سلام اُن پر جو ہو کر رہبرِ دُنیا و دیں آئے ؛ سلام اُن پر جو بن کر رحمۃ للعالمیں آئے

اِس کے بعد ایک اہم عنوان ہے۔ "ہم کون تھے اور کیا ہو گئے؟" اس سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

چشم گریاں سینہ بریاں آہ بے تاثیر ہے ÷ حالِ دل کس کو سناؤں شرم دامن گیر ہے

وقف تھیں اپنے لیے دو نوں جہاں کی نعمتیں ÷ چشمِ گردوں میں کھٹکتی تھیں ہماری رفعتیں

شادمانی، کامرانی جاہ و منصب تھے غلام ÷ دولتِ دنیا و دیں کرتی تھی جھک جھک کر سلام

زہد میں بے مثل تھے ہم اتقا میں بے نظیر ÷ نیک سیرت، پاک باطن، صاف دل، روشن ضمیر

یاد آیا میکہ جب بستی گل و گلزار تھی
ہم جہاں جاتے تھے عزت بر سرِ دربار تھی

پھر "ماتمِ زندگی" کا نظارہ پیش کرتے ہیں:۔

وائے بدبختی متاعِ دین و ایماں لٹ گئی ÷ ہاتھ سے رسی جو پکڑی تھی خدا کی چھٹ گئی

صرصرِ نکبت نے ہر گوشے کو ویراں کر دیا ÷ خانۂ امید کو مثلِ بیاباں کر دیا

جل کے خاکستر ہوئی ہیں کھیتیاں کردار کی ÷ خرمنِ ہستی پہ بجلی گر پڑی ادبار کی

تنگ ہم پہ ہے زمیں اور آسماں ہے تاک میں ÷ ہو گیا جینا اجیرن، آگیا دم ناک میں

رنج میں غم میں مصیبت میں جوان و پیر ہیں ÷ سب کے سب یاس و غم و اندوہ کی تصویر ہیں

اِس کے بعد ایک عنوان ہے "حقیقتِ نماز" اِس سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

رُکن ہے اسلام کا بنیادِ ملّت ہے نماز ÷ جانِ ایماں، روحِ دیں، قلبِ شریعت ہے نماز

سامنے خالق کے جُھکنا عاجزی کا ہے ثبوت ÷ اتباعِ دینِ احمد کی علامت ہے نماز

جو ادا الفاظ ہوں اُن کا ہو دل سے احترام ÷ اِس طرح گر ہم پڑھیں تو فی الحقیقت ہے نماز

اِسکے عاشق برگزیدہ، اِسکے شیدا خوش نصیب ÷ نیک بندے ہیں خدا کے جن کی عادت ہے نماز

اِس کے بعد "دربارِ رسالت میں" ایک فریاد پیش کی ہے:۔

ہو جائے اِدھر چشمِ عنایت کا اشارا ÷ فریاد ہے اب کیجئے امداد خدارا

تا حدِ نظر یاس ہے اور دور کنارا ÷ فریاد ہے اب کیجئے امداد خدارا

پھر ایک عنوان ہے "خدا نے لاج رکھی ہے ہمیشہ صدق و ایماں کی"۔ لکھتے ہیں:۔

زمانہ رنگ بدلے گا عنایت ہو گی یزداں کی ؛ گھٹائیں تصدر چھٹ جائیں گی اِک دن یاس و حرماں کی

ہوائیں کہہ رہی ہیں باغباں صحنِ گلستاں کی ؛ نمائش چند روزہ ہے یہاں گلہائے خنداں کی

نہ گھبراؤ حوادث سے قسم ہے تم کو یزداں کی ؛ خدا نے لاج رکھی ہے ہمیشہ صدق و ایماں کی

خزاں کا دَور جاتے ہی بہار آئے گی دیکھو گے ؛ نئے غنچے، نئی کلیاں، نئی شاخیں گلستاں کی

پھر ایک عنوان ہے "خطاب بہ مسلم":۔

دل شکستہ، جانِ محزوں، چشم حیراں تیرے پاس
رُوح فرسا ہیں سبھی جینے کے ساماں تیرے پاس

مرکزِ لاتقنطوا سے دُور ہے تو اِس لئے
یاس تیری ہمنشیں ہے اور حرماں تیرے پاس

بحرِ طوفاں خیز کی موجوں سے تُو ڈرتا ہے کیوں
ناخدا تیرا خدا ہے شمعِ ایماں تیرے پاس

پھر ایک عنوان ہے "درس عمل"۔ اِس سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

اے کہ تو مسلم ہے تیرا ہے لقب خیر الامم ٭ نام سے ظاہر ہے تیرے دینِ قیم کا وقار

باعثِ تزئینِ بزمِ دہر تھا تیرا وجود ٭ تیری ہستی تھی کبھی رونق دہِ لیل و نہار

آہ وہ ماضی کا استحکام، اب یہ انحطاط ٭ باعثِ عبرت نہ ہو کیوں آج تیرا حالِ زار

زندگی سعیٔ عمل کا نام ہے اے بے خبر ٭ بے حسی کی ذلتیں ہیں موت کی آئینہ دار

آیۂ تسکینِ دل لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد ہے ٭ اُس کے وعدے پر یقیں رکھ تا ہو تیرا اقتدار

اِس کے بعد ایک عنوان ہے "ضرورت ہے":

مسلمانوں کو اِک مرکز پہ لانے کی ضرورت ہے ٭ طریقِ احمدِ مُرسل بتانے کی ضرورت ہے

جہاں سے شورشِ باطل مٹانے کی ضرورت ہے ٭ ہر اِک اُٹھتا ہوا فتنہ دبانے کی ضرورت ہے

سہارا اُن کو دینا چاہیئے جو ہوں تھکے ماندے ٭ بھنور میں ڈوبتی کشتی بچانے کی ضرورت ہے

زمیں کیا آسماں بھی صدرؔ چومے گا قدم آکر

خدا کے سامنے سر کو جھکانے کی ضرورت ہے

اِس کے بعد یہ عنوانات ہیں:۔ صدائے درویش

ہمدم کل میں ہوا حاضرِ دربارِ کلیم رح ٭ جمع تھے اہلِ زیارت وہاں با ذوقِ سلیم

اِس فضا میں یہ صدا گوش میں آئی ناگاہ   کہہ رہا تھا کوئی یہ مردِ حقیقت آگاہ

تجھ کو ہے ہوش تو کر شوق سے ہشیار ہشیار

یا الٰہی زندگی اِس دَور میں ناکام ہے

روح فرسا جان لیوا گردشِ ایام ہے   زندگانی الاماں اک موت کا پیغام ہے

ذکر کیا ساقی کا پیرِ میکدہ ناکام ہے   سرنگوں ہیں شیشۂ و مینا شکستہ جام ہے

بے سلیقہ بادہ آشامی کا یہ انجام ہے

یا الٰہی زندگی اِس دَور میں ناکام ہے

درسِ حیات

ہو رہا ہے سب کو حاصل یوں تو فیضانِ حیات   کم ہیں لیکن وہ بشر جن کو ہے عرفانِ حیات

خود بڑھو آگے بڑھاؤ دوسروں کو اپنے ساتھ   ہے یہی شام و سحر ہر لحظہ اعلانِ حیات

قابلِ صد رشک ہے اے اسعدؔ اُس کی زندگی   صفحۂ عالم پہ جو چھوڑے ہے عنوانِ حیات

بدلے ہوئے حالات

اک صاحبِ خدمت سے مری کل جو ملاقات   کیں میں نے بڑے عجز سے یوں اُن سے شکایات

کیا اس کا سبب ہے کہ بہ ماحولِ مکدّر   دُنیا میں سمجھے جاتے ہیں ہم موردِ آفات

رسوائی و ذلت کا تری یہ بھی سبب ہے   منت کشِ اغیار ہے افسوس تری ذات

جامع دہلی

ے کہ تُو ہے عظمتِ شاہِ جہاں کی یادگار — تجھ سے زندہ ہے ابھی تہذیبِ مسلم کا وقار

ے تری تعمیر شاہد شوکتِ اسلام کی — گونجتی ہیں تجھ میں آوازیں خدا کے نام کی

ر کے قابل ہیں تیرے کل مجلّیٰ بام و در — تیرا ہر جلوہ ہے اہلِ دل کو فردوسِ نظر

ان اور رفعت ہے میناروں کی رشکِ کہکشاں — مہر و ماہِ آسماں کا گنبدوں پر ہے گماں

خوبصورت اور مُصفّا تیری محرابیں تمام
بیش قیمت اور لاثانی ہے منبر لا کلام

مولا سن لے!

تُو جو چاہے تو ابھی قطرے کو دریا کر دے ؛ رشکِ گلزارِ ارم دامنِ صحرا کر دے

ہم خطادار، گنہگار ہیں مولا سُن لے ؛ تیری رحمت کے طلبگار ہیں مولا سُن لے

کسوٹی

ے نواؤں بے کسوں کا مفلسی میں ساتھ دے ؛ حسبۃً للہ، جو اس ہاتھ لے اُس ہاتھ دے

ب پر کھئے اس کسوٹی پر مسلماں کون ہے ؛ جس کو کہتا ہے خدا مومن وہ انساں کون ہے

ذکرِ اِلّا اللہ

لے درسِ زبورِ عشقِ خدا، اُٹھ کھول کتابِ اِلّا اللہ
میدانِ عمل میں بڑھتا جا پڑھ پڑھ کے نصابِ اِلّا اللہ

مستانِ ازل خوش ہو ہو کر پیتے ہیں شرابِ اِلّا اللہ
ہر جام پہ اُن کو ہر لمحہ ملتا ہے ثوابِ اِلّا اللہ

ہر تارِ نفس کے پردے میں توحید کے نغمے ہیں رقصاں
ہر صبح و مسا دو عالم میں بجتا ہے ربابِ اِلّا اللہ

آئے گا یقیناً موجوں پر جب بحرِ محبت کا طوفاں
رحمت کی گھٹائیں چھائیں گی برسے گا سحابِ اِلّا اللہ

انقلابِ اُردو

اے میری پیاری اُردو سچ سچ ذرا بتانا
جو بات پوچھتا ہوں ہرگز نہ تو چھپانا

کل تک دلوں میں سب کے تیرا رہا ٹھکانا
یہ آج کیا سبب ہے دشمن ہوا زمانا

پہلی سی تیری خوبو کیا کچھ بدل گئی ہے
بے وجہ یا کسی سے اب تیری میل گئی ہے

اُردو زباں یہ بولی تیور مجھے دکھا کر
کیا بات کہہ رہا ہے ظالم خدا خدا کر

یہ وقت کی ہے خوبی جو دب گئی ہوں آ کر — ورنہ یقین رکھنا کہتی ہوں پھر جتا کر
جتنا مجھے دبایا اُتنا اُبھر گئی ہوں — مر مر کے جی اُٹھی ہوں اور نام کر گئی ہوں
ہل مِل کے سب سے رہنا سیکھا ازل سے میں نے
ظاہر یہ کی حقیقت اپنے عمل سے میں نے

نظارۂ تاج محل

فلک پر جلوہ افگن چودھویں شب ماہِ تاباں تھا — زمیں پر تاج نورانی شعاعوں میں درخشاں تھا
اک جلوہ طرب انگیز روحِ جان و ایماں تھا — جو منظر تھا نظر کے سامنے عشرت کا ساماں تھا
مصفا حسن کا عالم، طرب افروز نظارے
وہ نیرنگیٔ کوثر اور یہ تھے دودھ کے دھارے

نذرِ عقیدت

(شہیدِ کربلا کے حضور میں)

اے شہِ مشکل کشا کے لختِ دل لختِ جگر — فاطمہؓ بنتِ رسولؐ اللہ کے نورِ نظر
خاندانِ مصطفیٰؐ کے شہسوار و تاجور — بحرِ حسنِ خلقِ یزدانی کے تابندہ گہر
اے خدا کے لاڈلے احمدؐ کے پیارے السلام — اے ہمارے دیدہ و دل کے سہارے السلام
رحمتیں اللہ کی ہوں آپ پر صبح و مسا
... باطل مٹا کر حق اجاگر کر دیا

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے

اے وہ کہ تری ذات پہ خود حق بھی فدا ہے — مرقوم تری شان میں لولاک لما ہے
ممدوحِ دو عالم ہے تو محبوبِ خدا ہے — یہ ہے وہ شرف صرف کہ جو تجھ کو ملا ہے

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

بانگِ سردوش

اے مردِ مسلماں!

حالات مساعد ہیں نہ ہے ساز نہ ساماں — گھیرے ہوئے دنیا کو ہے بڑھتا ہوا طوفاں
ہر قافلہ حیران ہے رہبر ہے پریشاں — منزل پہ پہنچنے کا نہیں کوئی بھی امکاں

اس پر بھی ہے تو بندۂ صد غفلت و نسیاں
اے مردِ مسلماں!

ہر جابر و سرکش کا جھکا سر ترے آگے — پانی ہوئے ہر راہ میں پتھر ترے آگے
نصرت بھی قدم لیتی تھی بڑھ کر ترے آگے — غزوات و سرایا کے ہیں دفتر ترے آگے

تھے دین کی خاطر ترے سب کارِ نمایاں
اے مردِ مسلماں!

پھر پردۂ غفلت کو نگاہوں سے ہٹا دیکھ — گھٹتی ہوئی احساس کی دولت کو بڑھا دیکھ

عالم کو بہر حال تو راضی برضا دیکھ   کیا غیب سے ہوتا ہے عیاں مردِ خدا دیکھ

حامی ہے محمدؐ ترا اللہ ہے نگہباں

اے مردِ مسلماں!

سرگرمِ تبلیغ سے

رحمت حق جوش پر بے اختیار آنے کو ہے   مژدہ اے مومن! کہ وقت سازگار آنے کو ہے

گلشنِ اسلام میں تازہ بہار آنے کو ہے   دین کی جانب ہر اک پروانہ وار آنے کو ہے

ذرہ ذرہ بزمِ ہستی کا سراپا نور ہے

نشۂ صہبائے حق سے ہر بشر مخمور ہے

انعقادِ جلسۂ تبلیغ کا یہ اہتمام   دے رہا ہے صاف تنظیمِ حقیقت کا پیام

جذبۂ اخلاص پر ہے منحصر سارا نظام   کیوں نہ ہو حاصل تجھے خوشنودیٔ ربّ الانام

تیرا جو طرز عمل ہے قابلِ تقلید ہے

اَنتُمُ الاَعلَون کی حاصل تجھے تائید ہے

اے خداوندِ غنی ہم پہ نوازش کر دے

یہ گواہی مرا دل وقتِ دعا دیتا ہے   مانگنے والے کو تو اور سوا دیتا ہے

تیری درگاہ میں جو سر کو جھکا دیتا ہے   اُس کی ٹوٹی ہوئی تو آس بندھا دیتا ہے

شکر ہر حال میں واجب ہے خدایا ہم پر

ہے شب و روز ترے فضل کا سلسلہ ہم کو

گلشنِ دہر میں آجائے بہارِ تنظیم
یہ تمنا ہے کہ ہوں تازہ روایاتِ قدیم

تیری نصرت ہو تو ہو جائے ترا فیضِ عمیم
ہم سے چھوٹ نہ جائیں گے کبھی یہ اعمالِ ذمیم

اے خداوندِ غنی! ہم پہ نوازش کردے
اپنے الطاف و عنایات کی بارش کردے

اِن عنوانات اور درد آفریں اشعار کو پڑھ کر آپ آسانی سے یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ عندر صاحب ایک ماہرِ فن اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ اور چونکہ سرکار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خاص لگاؤ رکھتے ہیں۔ اِس لئے اُن کے نعتیہ کلام میں بمصداق ازدل خیزد بردل ریزد ایک خاص چسک پائی جاتی ہے جو اکثر جگہ نہیں ملتی۔ اور اُن کے اندازِ بیان میں ایک ندرت کشش اور دل آویزی ہے۔

اللہ تعالیٰ اِس "بادۂ عرفاں" کو قبولِ عام کا شرف عطا فرمائے۔ اور ملتِ اسلام کو اِس سے سرشار ہونے کی توفیق دے۔ آمین

خادمِ ملت
محمد اشرف حسین غفراللہ ذنوبہٗ
(ایم۔اے)

مُقدّمہ

از جناب سجّاد علی صاحب قادری الہ آبادی ایم۔اے

"بادۂ عرفاں" سب کے نام اللہ عزّوجلّ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا پیام ہے۔ جس کو مولوی صدرالدین احمدؐ صاحب صدر نے لکھا ہے۔ جو اپنی قابلیت اور تبحرِ علمی کی بنا پر عالم کہلا سکتے ہیں۔ اور جن کا قلب محبتِ الٰہی اور عشقِ نبیؐ کی نعمتوں سے مالامال ہے۔ یہ مجموعہ بانوے ۹۲ نظموں، پر مشتمل ہے جس میں کم وبیش دو ہزار اشعار ہیں۔ یہ ایک ادبی، اخلاقی، اور مذہبی نظموں کا مجموعہ اور معرفت و رُوحانیت کا بے نظیر سرمایہ ہے۔ جس کی ایک ایک نظم میں سوز و ساز کا مزہ اور عقیدت و ارادت کا جوش ہے۔ یہ مناجات اور نعت و مناقب کا لہلہاتا ہوا باغ ہے۔ جس کی آبیاری خونِ جگر سے ہوئی ہے۔ اور جس کے شاداب پھولوں کے رنگ و بُو سے خدا اور رسولِؐ خدا سے محبت رکھنے والوں کے دل و دماغ اور رُوح و نظر یک گونہ تازگی اور بالیدگی محسوس کریں گے۔ اِس کو اُردو ادب میں امتیازی حیثیت حاصل ہوگی۔ جن کی زندگیاں اللہ کی عظمت اور رسولؐ اللہ کی اُلفت کے لئے وقف ہیں اِس کو اپنی آنکھوں کا سُرمہ سمجھیں گے۔ اور اپنے بے پناہ جذبۂ عقیدت میں ہزاروں سال کے بعد بھی کوئی کمی اِس کتاب کے متعلّق واقع ہونے نہیں دیں گے۔ اِس کے اعلیٰ خیالات، لطیف جذبات، نادر استعارات حسین تشبیہات، اندازِ بیان کا انوکھا پن، اور خوبصورت ترکیبوں کے پیشِ نظر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ دُنیائے اُردو ادب میں اِس کے مماثل بہت کم

گلدستہ نظم موجود ہیں۔

"بادۂ عرفاں" کا پیام بہت سادہ ہے۔ اور اس کی تعلیمات ایسی ہیں جن پر امیر و غریب سب عمل کر سکتے ہیں۔ اس کی تعلیمات دینِ فطرت کی اعلیٰ بنیاد ہیں۔ اس کا مصنف عمیق و وسیع نظر کا حامل ہے۔ اس کا نقطۂ نظر صلاحی ہے۔ وہ کسی خاص جماعت کو مخاطب نہیں کرتا اس کا پیام سب کے لئے ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان دنیا کے سارے رشتے توڑ کر اپنا رشتہ اُس ذات سے وابستہ کر دے جو واحد ہے۔ خالقِ کائنات ہے، قادر و مختار ہے۔ ہر فعل و عمل اور ہر اقدام و تحریک میں اس کی رضا اور حکم شامل ہے۔ وہ ہر چیز کے اندر موجود اور وہی ہر ایک کا مبدا و ملجا ہے۔ باعثِ تخلیقِ عالم کی رسالت کا تمام تر مقصد یہی ہے کہ انسان کے دل میں اُس ذاتِ واحد کی رضا جوئی اور اُس کی محبت اِس طرح جاگزیں ہو جائے کہ وہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کی منزل پر پہنچکر اپنی تخلیق کا منشا پورا کرے۔ "بادۂ عرفاں" کا پس منظر یہی مقصد ہے۔ جو کہیں "اللہ ایک ہے" کے اِن بولوں میں ؎

اے نبی کہدے علی الاعلان اللہ ایک ہے
اُس کے قبضے میں ہے سب کی جان اللہ ایک ہے
کہہ رہا ہے صاف یہ قرآن اللہ ایک ہے
ہر زماں ہر وقت ہر اک آن اللہ ایک ہے

کہیں "وحدت" کے اِس دلکش "نغمہ" میں ؎

آنکھوں میں نور تیرا دل میں سرور تیرا ہر شے میں دیکھتا ہوں یا رب ظہور تیرا
لیتے ہیں نام ہر دم غلمان و حور تیرا کرتے ہیں وصف سارے وحش و طیور تیرا
گھر گھر ہے ذکر پیہم نزدیک و دور تیرا

کہیں "نماز" کی اِس "حقیقت" میں ؎

فرض ہے واجب ہے سنّت ہے عبادت ہے نماز
طاعتیں جتنی ہیں اُن میں عین طاعت ہے نماز
لازوال و بے بہا دنیا میں نعمت ہے نماز
کام جو عقبیٰ میں آئے ایسی دولت ہے نماز
حشر کے دن سب سے پہلے اِسکو پوچھا جائیگا
بخشش و جود و کرم کی گویا حجت ہے نماز

کہیں "عمل" کے اِس "درس" میں ؎

زندگی سعئ عمل کا نام ہے اے بے خبر — بے حسی کی ذلتیں ہیں موت کی آئینہ دار
تو اطیعوا اللہ کا پابند ہو جائے اگر — تیرے قدموں پر جھکے گا سلسلۂ عالم بار بار

اور کہیں ؎

تقاضا وقت کا ہے غیر کو بھی آج اپنا لیں — جو ہیں رُوٹھے ہوئے اُنکو منانے کی ضرورت ہے
کمالِ زندگی یہ ہے کہ مرنا ہم کو آ جائے — خدا کے نام پر سر تک کٹانے کی ضرورت ہے
نزدِ پیہم سے جسکی کانپ اُٹھے ہر فتنۂ باطل — تجھے وہ ضرب اِلّا اللہ لگانے کی ضرورت ہے

کے شاندار لفظوں میں مضمر ہے۔ اور کہیں یہی مقصد "عقل و ایمان" کے اِس پُر مغز مکالمہ میں ؎

عقل نے ایماں سے اک دن اِس طرح بڑھ کر کہا
میں بڑی ہوں یا کہ تو اے دوست! مجھ کو دے بتا
تو نہیں واقف تو سُن حاصل فضیلت ہے مجھے
میں بتاتی ہوں تجھے جو مجھ میں خوبی ہے سِوا

آجائے گا قبضے میں ترے عالمِ امکاں
اے مردِ مسلماں!

اور "ذکرِ الّا اللہ" کی اِس فلک شگاف گونج میں پوشیدہ ہے ؎

لے درسِ زبورِ عشقِ خدا اُٹھ کھول کتابِ الّا اللہ
میدانِ عمل میں بڑھتا جا پڑھ پڑھ کے نصابِ الّا اللہ
مستانِ ازل خوش ہو ہو کر پیتے ہیں شرابِ الّا اللہ
ہر جام پہ اُن کو ہر لمحہ ملتا ہے ثوابِ الّا اللہ
خواہش ہے ترے دیوانوں کی اُٹھ جائے حجابِ الّا اللہ
ہر شے میں تو ہی تُو آئے نظر ہو بند نہ بابِ الّا اللہ

کہیں یہی نیک مقصد "صلِّ علیٰ محمدؐ صلِّ علیٰ احمدؐ" کی دُھن ہیں "آپؐ پر لاکھوں درود اور آپؐ پر لاکھوں سلام" کی لے میں "محبوبِ خدا تم ہو" اور ؎

طریقِ احمدی سیکھو محمدؐ کا چلن سیکھو
اگر رہنا ہے دنیا میں تو ہر اک علم و فن سیکھو
دلوں میں جس سے ہو تاثیر وہ طرزِ سخن سیکھو
نکل کر کنجِ عزلت سے ذرا مردانہ پن سیکھو
عمل سے اپنے دکھلا دو ابھی قرآن باقی ہے
خدا کے فضل سے تم میں قدیمی آن باقی ہے

کے نعرہ ہائے مسرت ہیں اور "مولا سُن لے"۔ "صدائے درویش"۔ "خدایا تری ذات رحمٰن ہے" "اے خداوندِ غنی! ہم پہ نوازش کر دے"۔ "یا الٰہی زندگی اِس دَور میں ناکام ہے" اللہ ؎

صبر و رضا و زہد کی عادت نہیں رہی
حاصل جو لازوال تھی نعمت نہیں رہی
دین متیں پہ چلنے کی رغبت نہیں رہی
دل میں خدا کے نام کی عظمت نہیں رہی
بدلی ہوئی زمانے کی رنگت ہے آجکل

کی فریاد ہائے پُر اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔

منظوماتِ عقیدت کے اس پاکیزہ مجموعے میں آپ کبھی اِن چالیس اوصاف کے مطالعہ سے محظوظ ہوں گے۔ جو ایک مومن کی شان میں جا بجا قرآن میں بیان ہوئے ہیں۔ بحمت یاوری کرے گا اور آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس حدیثوں (اربعین حدیثا) کے منظوم ترجمے سے بہرہ ور ہوں گے۔ جن کے متعلق ایک جگہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کو فقہا اور علماء کے زمرہ میں اُٹھائے گا جو اُن کو حفظ یاد کرلے یا لوگوں تک پہنچائے ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیہہ بنا کر اُٹھائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں قیامت میں اُس کی شفاعت کروں گا اور اُسکے ایمان کی شہادت دوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ علماء کے زُمرے میں لکھا جائے گا۔ اور شہیدوں کی جماعت میں اُٹھایا جائے گا۔

جس سے ہو وعدہ کسی کا چاہئے پورا کرے
راستبازی شرط ہے بس یہ جئے اس پر مرے
جھوٹ سے بچنا گناہوں سے ہے بچنا بالعموم
جھوٹ ہے سب میں بُرا جتنی ہیں شیطانی رسوم
بات حق کہنے میں جو کرتا نہیں خوف و خطر

حق کی نظروں میں بہادر ہے وہی تیجا بشر
اور سے اچھا سمجھ خود کو اچھا ہی نہیں
ذات اچھی ہے خدا کی جس کا ہمتا ہی نہیں
خلق کی خدمت میں ہے خوشنودیٔ ربّ جہاں
جس کو یہ دولت ہے حاصل وہ ہے اصل بگیاں

حکمت ونصیحت کے یہ جواہر ریزے آپ چُنیں گے۔ جو واقعی جواہر ریزے اور اسم بامسمّیٰ ہیں آپ کی چشم تصور کے سامنے اُس "تاج محل" کا پُرنور نظارہ ہوگا چرخِ مینا جُھک جُھک کے جس کی بلائیں لیتا ہے۔ جس کی رعنائی کا شہرہ عرشِ اعلیٰ تک ہے۔ جس کے در پر مہ جبینوں کا جمگھٹ لگا رہتا ہے جس کی زیارت کو اہلِ محبت اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔ جو زن و شوہر کی الفت کی حسین ترین یادگار ہے۔ جہاں حوضِ مصفا کا عالم نیرنگیٔ تسنیم و کوثر ہے۔ طرب افروز فوارے دُودھ کے دھارے ہیں اور ؎

نمونہ قصرِ جنت کا جسے کہتے ہیں دُنیا میں
ہر اک جلوہ ہے جس کا طُورِ چشم حیرت افزا میں

تصور کی رہنمائی سے آپ اُس "جامع دہلی" کی زیارت سے مشرف یاب ہوں گے جو عظمتِ شاہجہاں کی یادگار اور تہذیبِ مسلم کے وقار کی آئینہ دار ہے۔ جس کے بام و در زینت افروزِ عالم ایجاد ہیں۔ میناروں کی بلندی رشکِ کہکشاں، گنبد مہر و ماہِ آسماں، اور صنعتِ صحن پریانی و بہزاد انگشت بدنداں ہیں۔ جس کی پیشانی پہ دین کے فرمان کندہ ہیں۔ جو خدا کی تجلّیوں کا گہوارہ ہے۔ جہاں لاکھوں بندگانِ خدا سر بسجود ہونے کو حاضر ہوتے ہیں۔ اور ؎

جس کی ہے تعمیر شاہد شوکتِ اسلام کی ؛ گونجتی ہیں جس میں آوازیں خدا کے نام کی

اِسی طرح پردرد مجموعے میں اس اُردو کے انقلاب کی درد بھری کہانی ہے۔ ہندوستان جس کا صدیوں سے مسکن بنا ہوا تھا۔ جو ایک خوش نوا بلبل تھی۔ دہلی و لکھنؤ بظاہر جس کے دو نشیمن تھے لیکن ذکر اس کا کون و مکاں میں تھا۔ جس کی شیرینی بیان کے پیر و جواں قائل اور جس کی ادائے دلنشیں پر شاہ و گدا یکساں مائل تھے۔

لیکن آہ! نہ جانے ؎

کیوں آج اِس کو دھکے ملتے ہیں دفتروں میں
بچے کنارہ کش ہیں اسکول اور گھروں میں
سَو عیب لگ رہے ہیں کیوں اسکے جوہروں میں
تمیز اب نہیں کیا کھوٹوں میں اور کھروں میں

"ایک بزرگ کی توبہ!" —— "دریا اور ساحل" —— "زمیندار اور بلبل" ایسی نظمیں بھی اِس درد آفریں مجموعے میں آپ کو ملیں گی۔ جو بظاہر مولوی صدر الدین احمد صاحب صدر کے دماغ کی پیداوار معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن بباطن اُن کے اُس قلب کی آواز اور ترتیب ہے جو لطیف اور پاکیزہ خیال کی تحریک ہوا کرتی ہے۔

آپ اِن سبق آموز نظموں اور سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی نعتوں کو پڑھ کر محسوس کریں گے کہ مولوی صدر الدین احمد صدر نے دماغ سے نہیں، دل سے شاعری کی ہے۔ جذباتِ محبت میں قلب کی حرکتیں تیز اور سوزِ عشق میں آنسوؤں سے آنکھیں بوجھل ہونے کی حالت میں اپنے جگر کے ٹکڑوں کو کاغذ پر سجا کر رکھ دیا ہے۔

ان کے قول و فعل کا توافق، خدمتِ دین کا جذبہ، دُنیا سے بے نیازی اور حق کی دامن گرفتگی کا خیال نظموں کے ایک ایک لفظ میں بولتا ہوا نظر آئے گا۔ محسوس ہوگا کہ قرآن

شریف کی تفسیر کرنے، ایمان ویقین، سیرت کے واقعات، صحابہ کرامؓ کے کوائف زندگی پر قلم اُٹھانے، اُمتِ مرحوم کے سامنے اُس کا صحیح لائحہ عمل پیش کرنے، فکر اور نظر کو سنوارنے اور شاعری و حقیقت کو یک جا جمع فرمانے کے لئے وہ پیدا ہوئے ہیں۔ اور تقدس و تقویٰ، سچائی اور پارسائی اور رسولؐ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عقیدت و محبت ان کا مقصدِ حیات ہے۔

یہی ہیں وہ اوصافِ حسنہ جن کے اثر سے "بادۂ عرفاں" کے جوشِ مستی میں بھی مولوی صدرالدین احمد صاحب صدرؔ لڑکھڑائے نہیں۔ اُن کی رواں طبیعت نے شاعری کی ناہموار گھاٹیوں میں کہیں ٹھوکر نہیں کھائی۔ طائرِ فکر کی پرواز میں وہ حقیقت سے غافل نہیں ہوتے ہیں اور ادب و احترام کے حدود اُن کی نظر کے سامنے ہیں۔

"بادۂ عرفاں" کی نظمیں، نعتیں، اور مناجاتیں اِن ہی بیش قیمت خوبیوں کی حامل ہیں۔ اگر خلوصِ قلب سے اِن کا مطالعہ کیا جائے تو صراطِ مستقیم ملے گی۔ نجات کی صورت پیدا ہوگی، خدا اور رسولِ خدا سے محبت اور عقیدت یک گونہ بڑھے گی۔ اور اِن کے لکھنے سے دراصل مولوی صدرالدین احمد صاحب صدرؔ کا یہی مقصد ہے۔ خدا کرے اُن کو اپنے اِس مقصد میں پوری کامیابی نصیب ہو۔ اور ہر شیدائی رسولِ انام، نعت، مناجات اور نظموں کے اِس مقدس مجموعے سے تزکیۂ رُوح اور تربیتِ قلب فرمائے۔ آمین یا ربّ العٰلمین بجاہِ سیّد المرسلین۔

سجّاد قادری الٰہ آبادی (ایم۔ اے)

رڑکی —— یکم نومبر ۱۹۵۵ء

۱۷	تلقینِ نماز	۸۳
۱۸	خطاب بہ مسلم	۸۶
۱۹	یک لمحۂ فکریہ	۸۸
۲۰	درسِ عمل	۸۹
۲۱	اے مردِ مسلم ہوشیار	۹۱
۲۲	ضرورت ہے	۹۵
۲۳	کچھ ہوا ایسی چلی ہے ہر بشر ناشاد ہے	۹۶
۲۴	بنا دیں بے نمازوں کو نمازی جو نمازی ہیں	۹۹
۲۵	عربوں کی مہماں نوازی	۱۰۱
۲۶	جو ایماں ہو محکم تو دولت بہت ہے	۱۰۳
۲۷	صدائے درویش	۱۰۵
۲۸	مناجات (بدرگاہِ قاضی الحاجات)	۱۰۶
۲۹	استغاثہ (یاالٰہی زندگی اِس دور میں ناکام ہے)	۱۰۹
۳۰	درسِ حیات	۱۱۲
۳۱	پیغامِ زندگی	۱۱۴
۳۲	بدلے ہوئے حالات	۱۱۶
۳۳	گفت و شنید	۱۱۸
۳۴	دُعا (بموقعہ یومِ مصر)	۱۱۹
۳۵	جامع دہلی	۱۲۲

۵۵	نذرِ عقیدت (بحضور امام علیہ السّلام)	۱۶۱
۵۶	زمزمہ نعت (تضمین برغزل حضرت آلم)	۱۶۳
۵۷	استغاثہ (اے خاصہ خاصانِ رسلؐ وقت دعا ہے)	۱۶۷
۵۸	نوائے اسلام	۱۷۰
۵۹	محبوبِ خدا تم ہو	۱۷۲
۶۰	بانگِ سروش	۱۷۴
۶۱	وہ ہیں میرے آمادہ ہیں میرے والی	۱۷۶
۶۲	دعا (تضمین بر نظم ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال)	۱۷۷
۶۳	اظہارِ حقیقت	۱۷۹
۶۴	مومن کے اوصاف	۱۸۱
۶۵	بعثتِ رسولؐ	۱۸۴
۶۶	رودادِ وطن	۱۸۵
۶۷	ابھی قرآن باقی ہے	۱۸۷
۶۸	ہمیشہ مجھے راہِ حق پر چلا	۱۸۸
۶۹	اے خداوندِ غنی ہم پہ نوازش کر دے	۱۹۱
۷۰	دار الغرور	۱۹۳
۷۱	الاحتساب	۱۹۵
۷۲	جواہر ریزے	۱۹۶
۷۳	انقلاب	۱۹۸

۷۴ دریا اور ساحل ———— ۲۰۰

۷۵ بانگِ درا ———— ۲۰۲

۷۶ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ کا عہدِ حکومت ———— ۲۰۵

۷۷ ایک بزرگ کی توبہ ———— ۲۰۶

۷۸ زمیندار اور بلبل ———— ۲۰۹

۷۹ اکلِ حلال ———— ۲۱۰

۸۰ اخوتِ اسلامی ———— ۲۱۲

۸۱ اسلاف و اخلاف ———— ۲۱۳

۸۲ ساقی سے (تضمین بر نظم ڈاکٹر اقبالؔ) ———— ۲۱۵

۸۳ خدا ہے محافظ محمدؐ نگہباں ———— ۲۱۷

۸۴ فریادِ اسلام ———— ۲۲۰

۸۵ ندائے ہاتف ———— ۲۲۳

۸۶ ترکِ نماز کا انجام ———— ۲۲۶

۸۷ دے اپنی محبت یا اللہ ———— ۲۲۸

۸۸ نغمۂ مومن ———— ۲۳۰

۸۹ بہارِ چمن کا بھروسہ نہیں ہے ———— ۲۳۱

۹۰ جس در پہ مقدر کھلتا ہے ———— ۲۳۳

۹۱ لگی ہے یہاں کس کی کشتی کنارے ———— ۲۳۴

۹۲ مناجات بہ استمداد از اسماء الحسنیٰ ———— ۲۳۵

قطعہ

عشق در بزمِ ازل چوں بہ نشست
گفت دل جائے تو نزدیک من است

حُسن فرمود، ندانی اے دل
صدرِ ہر جا کہ نشیند صدر اسُت!

صدر

بادۂ عرفاں

چاہیے ساقیِ محفل بادۂ عرفاں مجھے
زندگی کی تاکہ ہوں دشواریاں آساں مجھے

صدر

سورہ فاتحہ

(ترجمہ اور تفسیر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ①

لائق ہے حمد کے وہ جو رب ہے دو جہاں کا — کون و مکاں سے لیکر مالک ہے لامکاں کا

ماہی سے ماہ تک ہیں دنیا میں جتنی اشیاء — خالق وہ بے گماں ہے ہر خرد و ہر کلاں کا

پروردگار سب کا یکتا ہے دہر میں وہ

روزی رساں ہے بیشک ہر بر و بحر میں وہ

اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ②

رحمٰن رحیم یا رب دونوں ہیں نام تیرے — لطف و کرم میسر ہیں صبح و شام تیرے

ستار بھی تو ہی ہے غفار بھی تو ہی ہے — مولا ہے تو ہمارا ہم ہیں غلام تیرے

رحمت کا تیری دریا ہر وقت موجزن ہے

بخشش کا مہر تاباں ضوپاش و ضوفگن ہے

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳

بخشے گا جس کو چاہے روزِ جزا کا مالک
تُو انبیاء کا آقا، تُو اولیاء کا مالک

ہر رند و پارسا کی امید کا سہارا
مجبور و ناتواں کی تُو ہے دعا کا مالک

محتاج تیرے در کے شاہ و گدا ہیں یکساں
جن و بشر، ملک ہیں تیرے کرم کے خواہاں

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴

کرتے ہیں یا الٰہی ہم تیری ہی عبادت
تجھ ہی سے چاہتے ہیں ہر حال میں اعانت

دل میں ہو تیری الفت توفیق یہ عطا کر
تمیزِ حق و باطل کر دے ہمیں عنایت

تیرے سوا کسی سے مطلب نہ واسطہ ہو
مشکل کشا ہے جب تُو تیرا ہی آسرا ہو

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵

سیدھا جو راستہ ہے رحمت سے وہ دکھا دے
دینِ محمدی کا شیدا ہمیں بنا دے

ہر قول و ہر عمل سے اسلام پر چلیں ہم
لغزش نہ ہو ذرا سی ایمان حق نما دے

تیری رضا پہ ہر دم ثابت قدم رہیں ہم
وہ مرحمت ہو جذبہ تا مرگ جو نہ ہو کم

فائدہ:- یہ سورت جنابِ باری تعالیٰ اسمہٗ نے بندوں کی زبان سے ادا فرمائی کہ اس طرح کہا کریں۔
• موضح القرآن

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵

رستہ بھی وہ کہ جس کو نزدیک تر بنایا | پیغمبروں نے جس پر چل کر ہمیں دکھایا
انعام اور کرم کی جن[1] پر ہوئی ہے بارش | اُن ہی کی رہگزر پر ہم کو چلا خدایا

مجبوب و دلربا ہے مسلک جو صالحیں کا
مرکز ہو وہ ہمارے ایمان اور یقیں کا

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ آمِيْن

جن پر غضب[2] ہوا ہے بے جا قدم روی سے | گمراہ جو ہوئے ہیں اپنی ہی سرکشی سے
رحمت سے دُور ہو کر بھٹکے ہیں جو جہاں میں | اُن کی نہ رہ چلانا ہے عرض عاجزی سے

مقبول اب دعا ہو یارب یہ آرزو ہے
آمین ہے زباں پر اور تیرے روبرو ہے

---

[1] اِن سے چار فریق مُراد ہیں نبیین ع، صدیقین رح، شہدا رح، صالحین رح۔

[2] جن پر غصہ ہوا اُن سے یہود اور گمراہوں سے نصاریٰ مراد ہیں۔

فائدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الفاتحہ شفآءٌ من کلّ داءٍ۔
کل امراض کے لئے سورۂ فاتحہ شفا کا حکم رکھتی ہے۔

اللہ ایک ہے

(خلاصہ سورۃ الاخلاص فی التوحید)

شانِ نزول: ۔سورۂ اخلاص کے متعلق ترمذی مسند امام احمد تاریخ بخاری صحیح ابن خزیمہ مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جس اللہ کی عبادت کرنے کو تم ہم سے کہتے ہو اُس اللہ کی کچھ صفت تو بیان کرو۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱

اے نبی کہہ دے علی الاعلان اللہ ایک ہے
اُس کے قبضے میں ہے سب کی جان اللہ ایک ہے

کہہ رہا ہے صاف یہ قرآن اللہ ایک ہے
ہر زماں ہر وقت ہر اِک آن اللہ ایک ہے

وحدت و یکتائی میں اُس کا نہیں کوئی نظیر
قادر و قیوم ہے ہر طرح وہ ربِ قدیر

اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢

اُسکی اِک اعلیٰ صفت یہ ہے کہ وہ ہے بے نیاز
اُسکو کچھ حاجت نہیں اَور کا ہے خود کارساز

اُسکی بخشش کے ہیں دروازے ہر اِک ہستی پہ باز
بے طلب دیتا ہے روزی کیونکہ ہے بندہ نواز

فضلِ ربانی کے ہیں محتاج سب شاہ و گدا
بے نیازِ غیر ہے ہر لمحہ وہ ربُّ العُلا

لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝٣

وہ ہے زائندہ نہ زائیدہ نہیں کچھ اِسمیں شک
اُس کی ہے مخلوق کل جن و بشر حور و ملک

جتنی مخلوقاتِ عالم ہیں زمیں سے تا فلک
اُسکی قدرت کے کرشمہ کی ہے سب ہی میں جھلک

ہے ضرورت کیا اُسے اولاد کی اجداد کی
کُن سے کی تخلیق اُسنے عالمِ ایجاد کی

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤

وہ ہے بے ہمتا نہیں اُس سا کوئی بے قیل و قال
اپنی شانِ قدس میں لاریب ہے وہ بے مثال

متصفِ کُل خوبیوں سے ہے وہ ذاتِ ذُوالجلال
نام ہے اُسکا ازل سے لم یزل اور لایزال

وہ اکیلا مالک و مختار کُل عالم کا ہے
کائناتِ رنگ و بُو میں جلوہ اُسکے دم کا ہے

فائدہ :۔ سورۂ اخلاص کو تین بار پڑھنے سے پُورے قرآن مجید کا ثواب ملتا ہے۔

آیۃ الکرسی بہ ترجمہ منظوم

اس آیۃ الکرسی کی بڑی شان ہے۔ حدیث مرفوع میں ہے کہ افضل آیت ہے کتاب اللہ میں ابی بن کعبؓ سے حضرتؐ نے پوچھا کون آیت کتاب اللہ میں بہت بڑی ہے۔ کہا اللہ و رسولؐ کو معلوم ہوگا۔ جب بار بار پوچھا تو اُنھوں نے کہا "آیۃ الکرسی" فرمایا مبارک ہو تجھ کو علم اے ابو منذر۔ قسم ہے اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس آیت کی ایک زبان ہے دو ہونٹ ہیں۔ یہ تقدیس کرتی ہے ملک کی پاس ساق عرش کے۔ روایت کیا اس کو احمد نے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ——

اُس خدا کے نام سے کرتا ہوں میں ابتدا
جو بہت ہے رحم والا مہرباں بھی سب بڑا

اَللّٰہُ ——

مدح ہے قرآن میں اوصافِ خالق بے شمار
آیۃ الکرسی میں ہیں جن میں سے کچھ یوں آشکار

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ——

ہے وہی لائق عبادت کے جہاں میں بالیقیں
ہم کہیں معبود ہیں کو دوسرا کوئی نہیں

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ——

زندہ ہے وہ اور قائم ہے زوال اُس کی ذات
جب بہت تازہ نیک اُس کی یہ ذوق صفات

لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ——

اُونگھتا ہے وہ نہ اُس کو نیند آتی ہے کبھی
اُس پہ ہے حالت [illegible] کے یکساں ہر گھڑی

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ —	آسمانوں میں ہیں جتنی اور زمیں میں جس قدر ساری اشیاء ہیں اُسی کی سب سے ہے وہ باخبر
مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ —	جو سفارش کر سکے اُس سے، کوئی ایسا نہیں ہاں مگر جس کو اجازت دے وہ ربّ العالمیں
یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ج —	جانتا ہے حاضر و غائب کے کُل حالات کو دیکھتا رہتا ہے ہر دم اپنی مخلوقات کو
وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ —	اُس کی معلومات میں سے ہم کسی اِک چیز کا کر نہیں سکتے احاطہ از رہِ فہم و ذکا
اِلَّا بِمَا شَآءَ ج —	جس قدر وہ چاہتا ہے علم دیتا ہے ہمیں اِس طرح آغوشِ رحمت میں وہ لیتا ہے ہمیں
وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج —	اُسکی کرسی کی ہیں وسعت میں زمین و آسماں فرش سے تا عرش ہے اُسکی حکومت بیگماں
وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ج —	وہ محافظ ہے بہر دم اور کبھی تھکتا نہیں اُس پہ یہ خوبی ہے ساجھی بھی کوئی رکھتا نہیں
وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○ —	وہ بڑے ہی مرتبے والا بڑا ذی شان ہے آیۃ الکرسی میں اُس کا صاف یہ فرمان ہے

آیۃ الکرسی کو رکھ وردِ زباں ہر صبح و شام ÷ آیۃ الکرسی ہے حرزِ جان و ایمان و السّلام

نغمۂ وحدت

آنکھوں میں نور تیرا دل میں سرور تیرا
ہر شے میں دیکھتا ہوں یارب ظہور تیرا
لیتے ہیں نام ہر دم غلمان و حور تیرا
کرتے ہیں وصف سارے وحش و طیور تیرا
گھر گھر ہے ذکر ہیہم نزدیک و دور تیرا

خلاق ہر دو عالم پروردگار تو ہے
مخلوق جس قدر ہے بے مثل و خوبرو ہے
ہر شاخ ہر شجر میں قدرت تری نمو ہے
پھولوں میں رنگ تیرا کلیوں میں تیری بو ہے
تاروں میں تیری ضو ہے مہ میں ہے نور تیرا

تجھ سا کوئی ہوا ہے تجھ سا نہ دوسرا ہو
بے مثل ذات تیری پھر کیوں نہ برملا ہو
خواہش یہی ہے سب کی حاصل تری رضا ہو
مجذوب یا ہو سالک مَیکش کہ پارسا ہو
ہر رنگ میں بشر ہے جویا ضرور تیرا

ہندو ہو یا ہو مسلم سب کا تو ہی خدا ہے
دیر و حرم میں تیرا ہی ذکر جا بجا ہے
اپنا جو تجھ کو سمجھے اُس ہی کا تو ہوا ہے
پابند تیرا جلوہ کب طور تک رہا ہے
تو جس میں جلوہ گر ہے وہ دل ہے طور تیرا

ہیرے سے آسماں پر تارے چمک رہے ہیں
زیر فلک زمیں پر ذرے دمک رہے ہیں
کلیاں چٹک رہی ہیں اور گُل مہک رہے ہیں
شاخیں لچک رہی ہیں بلبل چہک رہے ہیں
بیتاب کر رہا ہے شوقِ حضور تیرا

دریا کو دی روانی بخشا صدف کو گوہر　　　طوفاں کو موج بخشی، بخشا بھنور کو چکر
تیری ثنا ہو مجھ سے یہ ہے گماں سے باہر　　　کُل ہست و بُود تجھ سے قائم ہے ربِّ اکبر
یومُ الحیات تیرا، یومُ النشور تیرا

ہر فکر اور غم میں کی تُو نے غم گُساری　　　تیرے کرم سے اب تک ذلت ہوئی نہ خواری
عقبیٰ کا خوف لیکن دل پر ہوا ہے طاری　　　عصیاں میں عمر گزری صدرِ حزیں کی ساری
محشر میں آسرا ہے ربِّ غفور تیرا

نذرِ عقیدت

آنکھوں میں سمایا ہے سراپائے محمدؐ　　　پھرتا ہوں لئے دل میں تمنائے محمدؐ
اے صلِّ علیٰ جوشش تولائے محمدؐ　　　ہر لحظہ ہے یادِ رُخِ زیبائے محمدؐ
میں روزِ ازل ہی سے ہوں شیدائے محمدؐ

توریت میں انجیل میں قرآن میں اکثر　　　آیاتِ الٰہی سے کھُلا راز یہ ہم پر
بیگانۂ منشائے رسالت ہے بد اختر　　　دل ہے وہی دل جس میں کہ ہو عشقِ پیمبرؐ
سر ہے وہی سر جس میں ہو سودائے محمدؐ

ہے روئے منوّر سے خجل مہرِ درخشاں — ضو پاش ہے ابرو کہ ہلالِ مہِ رمضاں
روشن ہے ستاروں میں ضیائے دُرِ دنداں — ہیں جنّ و بشر نورِ محمدؐ کے ثنا خواں

حُوریں بھی ہیں مدّاحِ تجلّائے محمدؐ

قسمت کا سکندر ہوں کہ ہوں اُن کا طلبگار — سردارِ دو عالمؐ ہیں جو اور مالک و مختار
ہے شام و سحر ذکر سے اُن ہی کے سروکار — مجذوب ہوں سالک ہوں نہ میں رندِ قدح خوار

میں صرف اک ادنیٰ سا ہوں مولائے[1] محمدؐ

کیا تاب کرے اُس کی کوئی مدح سرائی — اللہ نے مخلوق پہ دی جس کو بڑائی
مصروفِ ثنا یوں تو ہے واللہ خدائی — شیدا کوئی رُخ کا کوئی جلووں کا فدائی

سدرہ ہے غلامِ قدِ رعنائے محمدؐ

کہتا ہوں بصد شوق دادب سر کو جُھکا کر — رُودادِ غمِ ہجر تو سُن لیں وہ بُلا کر
کتنی ہے عقیدت یہ دکھادوں گا میں آ کر — سرمہ کی جگہ آنکھوں میں رکھ لوں گا اُٹھا کر

مل جائے اگر خاکِ کفِ پائے محمدؐ

حوروں کی تمنا ہے نہ ہے خلدِ بریں کی — اے کاش زیارت ہو مدینے کی زمیں کی
سجدے بھی وہیں ہوں یہ تمنا ہے جبیں کی — مقبول ہو یارب یہ دعا صفدرِ حزیں کی

دکھلا دے مجھے روئے دل آرائے محمدؐ

---

[1] بمعنی غُلام

نغمۂ توحید

(تضمین بر غزل جناب سجّاد حسین صاحب سجّاد دہلوی مرحوم)

دیر میں صحنِ حرم میں جلوہ زا تُو ہی تو ہے
جس سے ہر منزل ہے روشن وہ ضیا تُو ہی تو ہے
سب میں شامل بھی ہے اور سب سے جُدا تُو ہی تو ہے
جلوہ آرا ذرّہ ذرّہ میں خدا تُو ہی تو ہے
مالکِ چودہ طبق اے کبریا تُو ہی تو ہے

آسماں پر چھا گئی جب تیری رحمت کی گھٹا
نعمتوں کی ہر طرف بارش ہوئی دریا بہا
کہنے کو مخفی ہے لیکن ذات تیری بَرملا
گُل میں غنچے میں ثمر میں شاخ میں رونق فزا
رنگ میں بُو میں چمن میں جابجا تُو ہی تو ہے

کہکشاں، عقدِ ثریّا، انجم و شمس و قمر
تیرے ادنیٰ کھیل ہیں اے خالقِ جنّ و بشر
آسماں پر عرش اور قبلہ بنایا فرش پر

کون سی وہ جا ہے جس جا تو نہیں آتا نظر
آنکھ کی پُتلی میں تل، تِل میں چُھپا تُو ہی تو ہے

کیسی دنیا کس کی دنیا یہ زمین و آسماں
سَب فنا ہو جائیں گے روزِ قیامت بیگماں
تیری یکتائی کا رہ جائے گا باقی اِک نشاں
ہو گیا ثابت "ویبقیٰ وجہُ" سے رازِ نہاں
ہے فنا سب کے لئے بس اک بقا تُو ہی تو ہے

ہو کوئی آزاد گلشن میں کہ پابندِ قفس
متفق ہیں اِس حقیقت پر سبھی بے پیش و پس
ہے ترے ایما سے قائم آمد و رفتِ نفس
رنج میں غم میں مصیبت میں بلا میں دادرس
ربِّ قادر ہر جگہ مشکل کشا تُو ہی تو ہے

بے نیاز پردہ ہے لیکن بہ حدِّ امتیاز
کنتُ کنزاً مخفیاً کا ہم پہ پوشیدہ ہے راز
سایۂ رحمت ترا ہر دم ہے جب بندہ نواز
کیوں نہ ہم سر کو جھکائیں تیرے آگے بے نیاز
لائقِ وصف و ثنا حاجت روا تُو ہی تو ہے

حضرتِ موسیٰؑ و عیسیٰؑ سب ترے در کے غلام
دو جہاں میں جس کو بھی چاہے تُو کر دے نیک نام
قم باذنِ اللہ میں تھا اذن تیرا لا کلام
تیری قدرت کے کرشمے آشکارا ہیں تمام

میم کے پردے میں درپردہ چھپا تُو ہی تو ہے

اللہ اللہ تیرا اندازِ عنایت یا رحیم
عام ہے رحمت سبھی پر خاص ہے لطفِ عمیم
بادشاہ ہو یا ہو مفلس یا گدائے بے گلیم
صبح اُٹھ کر نام لیتے ہیں ترا ربِّ کریم

سب ترے بندے ہیں بندوں کا خدا تُو ہی تو ہے

یا الٰہی تیری رحمت کا رہے ہر دم نزول
دُور ہوں دل سے مرے اوہام و افکارِ فضول
صدرِ عاجز کی دعا ہے کیجئے اس کو قبول
بخش دے سجّاد کے سارے گناہ بہرِ رسولؐ

بخشنے والا خطائیں کبریا تُو ہی تو ہے

آپ پر لاکھوں دُرود اور آپ پر لاکھوں سلام

اے حبیبِ خاص ربِّ ذوالجلال و ذوالکرام
اے شفیع المذنبین و غم گسارِ خاص و عام
رہبرِ راہِ طریقت دین و ملّت کے امام
منبعِ نورِ ہدایت، چشمۂ فیضِ دوام
بھیجتے ہیں قدسی و خاکی بہر لحظہ مُدام
آپ پر لاکھوں درود اور آپ پر لاکھوں سلام

نازشِ اولادِ آدم، افتخارِ مُرسلیں!
مقتدا و پیشوائے اوّلین و آخریں!
سرور و سردارِ عالم، مالکِ دُنیا و دیں!
ذاتِ اقدس آپ کی ہے رحمۃ اللعٰلمین!
حق نے بھیجا ہے بنا کر آپ کو خیرالانام
آپ پر لاکھوں درود اور آپ پر لاکھوں سلام

سارے عالم سے ہے بڑھ کر آپ کا خُلقِ عظیم
اِس کا شاہد ہے بربِّ کعبہ قُرآنِ کریم

اللہ اللہ کس قدر ہے ہم پہ یہ لُطفِ عمیم
آپ ہوں گے حشر کے دن حوضِ کوثر کے قسیم
پیاس کے ماروں کو دیتے جائیں گے بھر بھر کے جام
آپؐ پر لاکھوں درُود اور آپؐ پر لاکھوں سلام

آپؐ ہیں خود بھی مکمّل، آپؐ کی تعلیم بھی
مانتے ہیں سب اِسے کرتے ہیں سب تسلیم بھی
بڑھ گئی بعثت سے ہر چند آپؐ کی تکریم بھی
اِک اشارے میں کیا مہتاب کو دو نیم بھی
جُھک گیا قدموں پہ لے کر آسماں خالق کا نام
آپؐ پر لاکھوں درُود اور آپؐ پر لاکھوں سلام

آپؐ ہیں اعلیٰ حسب اعلیٰ نسب اعلیٰ نژاد
آپؐ سے پائی ہے دنیا میں شرافت نے مُراد
آپؐ کے آنے سے باطل کے مٹے شرّ و فساد
بُت کدوں میں دہر کے ہونے لگی اللہ کی یاد
رفتہ رفتہ بن گئے سب اہرمن حق کے غلام
آپؐ پر لاکھوں درود اور آپؐ پر لاکھوں سلام
آپؐ کی ذاتِ مقدّس پر ہر اِک کو ناز ہے

جتنا جس کا ہے تعلق اُتنا سرافراز ہے
مرتبہ کس کا ہے ایسا کس کا یہ اعزاز ہے
معجزوں پر سب کے غالب آپ کا اعجاز ہے
سنگریزے تک ہوئے ہیں راستے میں ہم کلام
آپؐ پر لاکھوں درُود اور آپؐ پر لاکھوں سلام

بحرِ عرفاں آپؐ، دریائے معانی آپؐ ہیں
اِس جہانِ آب و گِل کی زندگانی آپؐ ہیں
در حقیقت قربِ مولیٰ کی نشانی آپؐ ہیں
واقفِ سرِّ مکان و لامکانی آپؐ ہیں
آپؐ نے قوسین کی منزل کے دیکھے ہیں مقام
آپؐ پر لاکھوں درُود اور آپؐ پر لاکھوں سلام

صورت و سیرت میں ہمسر آپؐ کا کوئی کہاں
خُلقِ یزداں کے ہیں جلوے شانِ اطہر سے عیاں
آپؐ کے تابع نہ ہو کیوں کر یہ پھر سارا جہاں
آپؐ ہیں روزِ ازل سے صدرِ بزمِ کُن فکاں
کون سی نعمت ہے وہ جو آپؐ پر ہے ناتمام
آپؐ پر لاکھوں درُود اور آپؐ پر لاکھوں سلام

سلام

بر رسولِ انام صلّی اللہ علیہ وسلّم

سلام اُن پر کہ جن کے نور سے عالم ہوا پیدا
سلام اُن پر ہے جن کے حسن پر حسنِ ازل شیدا

سلام اُن پر جو اشرف اور افضل انبیاؑ میں ہیں
سلام اُن پر جو ختم المرسلیںؐ ہر دو سرا میں ہیں

سلام اُن پر کہ قرآں جن پہ جبریلؑ امیں لائے
سلام اُن پر شبِ اسریٰ جنھیں حق آپ بلوائے

سلام اُن پر کہ لولاکَ لما ہے شان میں جن کی
سلام اُن پر بڑی توصیف ہے قرآں میں جن کی

سلام اُن پر کہا یٰسین وطٰہٰ جن کو قرآں نے
سلام اُن پر بنایا فخرِ عالم جن کو یزداں نے

سلام اُن پر جو حامی ہیں جہاں میں بے نواؤں کے
سلام اُن پر جو والی ہیں بہر عالم گداؤں کے

سلام اُن پر جنھوں نے ہاشمی اُمّیؐ لقب پایا
سلام اُن پر جنھیں حق نے حبیبِ خاص فرمایا

سلام اُن پر کہ جو موجد ہیں احکامِ شریعت کے
سلام اُن پر کہ جو غوّاص ہیں بحرِ حقیقت کے

سلام اُن پر جنھوں نے شرک و طغیاں سے بچایا ہے
سلام اُن پر جنھوں نے خلد کا رستہ دکھایا ہے

سلام اُن پر جو ہو کر رہبرِ دنیا و دیں آئے
سلام اُن پر جو بن کر رحمۃ اللعٰلمیںؐ آئے

سلام اُن پر ازل ہی سے جو محبوبِ الٰہی ہیں
سلام اُن پر مکمل رحمتیں جن پر خدا کی ہیں

سلام اُن پہ کہ حامی بن کے جو محشر میں آئیں گے
گنہگارانِ اُمت کو خدا سے بخشوائیں گے

سلام اُن پر جنھوں نے فتنہ و شر کو مٹایا ہے　　سلام اُن پر جنھوں نے راہِ حق پر ہم کو ڈالا ہے
سلام اُن پر جنھیں ہم احمدِ مختار کہتے ہیں　　سلام اُن پر جنھیں کونین کا سردار کہتے ہیں
سلام اُن پر کہ امن و آشتی پیغام ہے جن کا
سلام اے صدرؔ ہو اُن پر محمدؐ نام ہے جن کا

استغاثہ

رحم و کرم ہو ہم پر فریاد ہے خدایا

گردش میں آسماں ہے لغزش میں سرزمیں ہے　　بے تابیوں کا عالم اِک حشر بالیقیں ہے
طوفاں بپا کیا ہے دشواریوں نے بڑھ کر　　دُنیا کے غم کدے میں کوئی بھی خوش نہیں ہے
مضطر ہر اِک بشر ہے اپنا ہو یا پرایا
رحم و کرم ہو ہم پر فریاد ہے خدایا

بادِ خزاں کے ہاتھوں یکسر ہوئی تباہی　　ہر داغِ صحنِ گلشن دیتا ہے یہ گواہی
ہر نخل پر عیاں ہے پژمُردگی کا عالم　　مرغانِ خوش نوا ہیں مائل بہ داد خواہی
خجلت سے ہر کلی نے پتّوں میں مُنھ چھپایا
رحم و کرم ہو ہم پر فریاد ہے خدایا

تمیز کچھ نہیں ہے نیکی کی اور بدی کی — توقیر گھٹ رہی ہے انساں کی زندگی کی
اقرار باللساں ہے مطلب اگر ہو اپنا — ورنہ دلوں میں باقی اُلفت نہیں کسی کی

شیطاں کا پڑ گیا ہے بدقسمتی سے سایا
رحم و کرم ہو ہم پر فریاد ہے خدایا

مفقود ہو رہی ہے دُنیا سے خیر و برکت — کمیاب ہے وہی شے جس کی ہمیں ہے حاجت
بھوکا ہو یا ہو ننگا اُن کی بلا سے کوئی — قارون بنے ہوئے ہیں ہے جنکے پاس دولت

فرعونیت کے جذبے نے سر بہت اُٹھایا
رحم و کرم ہو ہم پر فریاد ہے خدایا

بغض و حسد کی آتش سینوں میں شعلہ زن ہے — عادت بدل رہی ہے بگڑا ہوا چلن ہے
اُلفت کا مُنھ سے دعویٰ کینہ مگر ہے دل میں — ذوقِ وفا سے خالی ہر شیخ و برہمن ہے

واحسرتا فلک نے یہ روزِ بد دِکھایا
رحم و کرم ہو ہم پر فریاد ہے خدایا

فرقہ پرستیوں کے چنگل میں آ پھنسے ہیں — میدانِ ارتقا سے ہم دُور جا پڑے ہیں
ہنستی ہے ہم پہ خلقت یہ دیکھ کر تماشا — ہم گھاٹ کے نہ گھر کے دھوبی کے سگ بنے ہیں

پھر اُس پہ یہ تعجب اب تک نہ ہوش آیا
رحم و کرم ہو ہم پر فریاد ہے خدایا

ہم کون تھے اور کیا ہو گئے

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۝

واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جبتک وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدلتے

(۱)

صبحِ زندگی ـــــــــ

چشم گریاں، سینہ بریاں، آہ بے تاثیر ہے — حالِ دل کس کو سناؤں شرم دامن گیر ہے

کشمکش میں عقل ہے اور جاں بڑی مشکل میں ہے — کیوں نہ کہدوں صاف دل کی بات جو کچھ دل میں ہے

گو شکستہ دل ہوں لیکن صاحبِ احساس ہوں — ہاں وطن سے دور ہو کر بھی وطن کے پاس ہوں

اے وطن والو بتاؤ وہ کہانی یاد ہے — جب خدا کی ہر طرح تھی مہربانی یاد ہے

وقف تھیں اپنے لیے دونوں جہاں کی نعمتیں — چشم گردوں میں کھٹکتی تھیں ہماری نعمتیں

شادمانی کامرانی جاہ و منصب تھے غلام — دولتِ دنیا و دیں کرتی تھی جھک جھک کر سلام

زہد میں بے مثل تھے ہم اتقا میں بے نظیر — نیک سیرت پاک باطن صاف دل، روشن ضمیر

جذبِ اسلامی تھا دل میں راہبر تھی آگہی
ہم تھے وہ جن کے لئے مشکل ہر اک آسان تھی

جو زباں سے کہہ دیا وہ کر کے دکھلاتے تھے ہم
سیم و زر سے کھیلتے تھے پر نہ اِٹھلاتے تھے ہم

یاد آیا میکہ جب بستی گُل و گلزار تھی
ہم جہاں جاتے تھے عزّت بر سرِ دربار تھی

اِس سرے سے اُس سرے تک تھی مکانوں کی قطار
اللہ اللہ وہ مکیں، تھے جن کے چہرے نُور بار

بادۂ عیش و مسرّت کے نشے میں چُور تھے
یاس سے غم سے الم سے کاہشوں سے دُور تھے

منسلک اِک دوسرے سے رشتۂ الفت میں تھے
بے غرض تھے صلح جُو تھے راست گو طینت میں تھے

مطمئن ہر حال میں تھی خلق مالامال تھی
زندگی خورسند تھی فرخندگی ہر حال تھی

مست کوئی مال میں تھا کوئی اپنی کھال میں
شکرِ خالق بر زبانِ عام تھا ہر حال میں

الغرض دُنیا ہماری تھی زمانہ کارساز
ناز تھا ہم کو وطن پر اور وطن کو ہم پہ ناز

آفتابِ دیں کی تھی ہر اک طرف تابندگی
زندگی اِک بندگی تھی، بندگی اِک زندگی

اے خوشا عہدِ مسرّت اے خوشا دَورِ حیات
دن ہمارے عید تھے راتیں ہماری شب برات

ہائے وہ دن جب کہ ہم تھے گلستاں آباد تھا
بُلبلیں تھیں نغمہ پیرا آشیاں آباد تھا

رنگ و بُوئے گلشنِ ہستی میں اِک تنویر تھی
جس کی ضو سے ساری دُنیا خلد کی تصویر تھی

نغمہ سنجی طائرانِ خوش نوا کی جانفزا
ہر طرف "حق سرّہٗ" اور "پی کہاں" کا شور تھا!

رو بقبلہ ایستادہ وجد میں اشجار تھے
جھومتی تھیں ڈالیاں سجدوں میں گُل تھے خار تھے

جوش پر فصلِ بہاراں موج پر برسات تھی
کیا زمانہ تھا، قسم اللہ کی، کیا بات تھی

پتّے پتّے سے عیاں تھی ہر طرف شانِ وطن
ذرّے ذرّے میں چھپا تھا نورِ ایمانِ وطن

گوشہ گوشہ غیرتِ صد خطۂ کشمیر تھا
تھا وطن اپنا کہ باغِ خلد کی تصویر تھا

---

(۲)

شامِ زندگی

وائے بدبختی متاعِ دین و ایماں لُٹ گئی
ہاتھ سے رسّی جو پکڑی تھی خدا کی چھُٹ گئی

صرصرِ نکبت نے ہر گوشے کو ویراں کر دیا
خانۂ اُمّید کو مثلِ بیاباں کر دیا

اب نہ کوٹھی ہے نہ بنگلہ ہے نہ پائیں باغ ہے
دامنِ گلشن پہ مُرجھایا ہوا گُل داغ ہے

جل کے خاکستر ہوئی ہیں کھیتیاں کردار کی
خرمنِ ہستی پہ بجلی گر پڑی ادبار کی

پھنس گئی کشتی بھنور میں مال کی اقبال کی
موجۂ عصیاں نے مٹّی خوار کی، پامال کی

تنگ ہم پر ہے زمیں اور آسماں ہے تاک میں
ہو گیا جینا اجیرن آ گیا دم ناک میں

رنج میں غم میں مصیبت میں جوان و پیر ہیں
سب کے سب یاس و غم و اندوہ کی تصویر ہیں

اُڑ گئی چہرے سے رونق ہو گئے پژمردہ دل
ہاتھ میں قوّت نہ دل میں جوش طاقت مضمحل

اب بزرگوں میں ہے شفقت اور نہ چھوٹوں میں ادب
وحشیانہ زندگی ہم کاٹتے ہیں سب کے سب

مہرباں غیروں پہ ہیں اپنوں سے نفرت سر بسر
علم سے رغبت نہ دیں سے شوق قصّہ مختصر

خوئے بد ایسی کہ جس سے اُڑ گئے سو اَڑ گئے
وائے نادانی کہ یوں عقلوں پہ پتھر پڑ گئے

تنگدستی، فاقہ مستی نے ہمیں گھیرا ہے آج
اب نہ دُنیا ہے نہ عقبیٰ سب نے مُنہ پھیرا ہے آج

زندگی کا لمحہ لمحہ موردِ آلام ہے
اپنے مقصد میں جسے بھی دیکھئے ناکام ہے

اللہ اللہ یہ تغیّر اور پھر یکبارگی
تیرگی، افسردگی، پژمردگی، آوارگی

جھُوٹ کی مکر و دغا کی صحبتیں محمود ہیں
جتنی بداخلاقیاں ہیں ہم میں سب موجود ہیں

حال ابتر، قال ابتر، جیب و داماں تار تار
درجۂ غفلت بن گئی ہے باعثِ صد انتشار

ہو کے صیدِ دامِ حرص و آز رُسوا ہو گئے
جو تماشا دیکھتے تھے خود تماشا ہو گئے

کینہ و بغض و حسد ہے اِس ذرا سی جان پر
"کارِ بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر"

جب خدا کی یاد دل سے برملا جاتی رہی
جو ہَوا پہلے بندھی تھی وہ ہوا جاتی رہی

کچھ ہُوا معلوم تم کو یہ مقامِ غور ہے
وہ زمانہ اور تھا، اور یہ زمانہ اور ہے

نقص ہے اِس میں نہ قسمت کا نہ اوروں کا قصور
خود کیئے کی یہ سزا ہے پا رہے ہیں جو حضور

نام جب تک زیست کا کچھ کام کر جانے میں تھا
تھا مزا جینے میں اپنے لطف مر جانے میں تھا

ناصحِ مشفق سے اُلجھو گے تو پچھتاؤ گے تم
طَور اپنے گر نہ بدلو گے تو مِٹ جاؤ گے تم

آدمی کی زندگی کیا بُلبلہ ہے آب کا
کام جو کرنا ہے کر لو اب، کسی نے سچ کہا

"وقت پر کافی ہے قطرہ ابرِ خوش ہنگام کا
جل گئی کھیتی اگر برسا تو پھر کس کام کا"

حقیقتِ نماز

فرض ہے واجب ہے سنت ہے عبادت ہے نماز
طاعتیں جتنی ہیں اُن میں عین طاعت ہے نماز

رُکن ہے اسلام کا بنیادِ ملت ہے نماز
جانِ ایماں رُوحِ دیں قلبِ شریعت ہے نماز

لازوال و بے بہا دُنیا میں نعمت ہے نماز
کام جو عقبیٰ میں آئے ایسی دولت ہے نماز

عاشقانِ باوفا کے واسطے معراج ہے
ہو یقیں تو منبعِ انوارِ رحمت ہے نماز

نصِ قرآنی سے ظاہر ہے کہ ہے دل کا سکوں
قلبِ مضطر کیلئے پیغامِ راحت ہے نماز

سامنے خالق کے جھکنا عاجزی کا ہے ثبوت
اتباعِ دینِ احمدؐ کی علامت ہے نماز

تندرستی ہو کہ بیماری، سفر ہو یا حضر
فرض ہے مسلم پہ کیونکہ عین حکمت ہے نماز

جو ادا الفاظ ہوں اُن کا ہو دل سے احترام
اِس طرح گر ہم پڑھیں تو فی الحقیقت ہے نماز

کُل نفسٍ[1] ذائقہ پیشِ نظر ہر دم رہے
اور سمجھ لیں زندگی میں بیش قیمت ہے نماز

گر تضرع اور رقت بھی دعا کے ساتھ ہو
جانیئے پھر تو کلیدِ بابِ جنت ہے نماز

حشر کے دن سب سے پہلے اِس کو پوچھا جائیگا
بخششِ وجود و کرم کی گویا حجت ہے نماز

عابد و زاہد، ولی و پارسا اِس کے سبب
بن گئے محبوبِ خالق وہ ریاضت ہے نماز

اِس کے عاشق برگزیدہ اسکے شیدا خوش نصیب
نیک بندے ہیں خدا کے جن کی عادت ہے نماز

[1] كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (ہر جان دار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے)

معرفت ہو یا طریقت اسکے درجے ہیں تمام
شوق ہو دل میں تو سرتاپا فضیلت ہے نماز

باعثِ خوشنودیٔ حق ہے انھیں جو ہیں فہیم
حیف ہے جاہل اگر سمجھیں صعوبت ہے نماز

روک دیتی ہے گناہوں سے بشر کو برملا
فضلِ ربِّ ذوالمنن سے خود حفاظت ہے نماز

شان ہے اسلام کی اے صدرؔ دیں کا ہے وقار
مختصر یہ، واقعی مذہب کی زینت ہے نماز

دربارِ رسالت میں!

کل شب کو تصور میں تھی اِک بزمِ جمالی
تھی پیشِ نظر روضۂ پُر نور کی جالی
کی میں نے فغاں بن کے بہ اُمّید سوالی
اُمّت تری مشکل میں ہے اے دین کے والی

ہو جائے اِدھر چشمِ عنایت کا اشارا
فریاد ہے اب کیجئے امداد خدارا

صرصر بھی ہے طوفاں بھی ہے چھائی ہیں گھٹائیں
موجیں ہیں تلاطم ہے مکدّر ہیں فضائیں

امداد کو اپنی ہے کوئی دائیں نہ بائیں
کشتی بھی شکستہ ہے مخالف ہیں ہوائیں

تا حدِ نظر پانی ہے اور دُور کنارا
فریاد ہے اب کیجئے امداد خُدارا

آفات و مصائب کی ہے ہر سمت سے یلغار
اُمڈے ہوئے آتے ہیں نظر جنگ کے آثار
ہر پہلوئے تسکیں سے بھی ہے خوف نمودار
ہیں ظلم و ستم کے لئے آمادہ سب اشرار

جو امن کے خواہاں ہیں کریں کیسے گزارا
فریاد ہے اب کیجئے امداد خُدارا

دُنیا سے ہوئی جاتی ہے مفقود صداقت
اب مکر و دغل جھوٹ کی ہے عام شکایت
اپنوں میں محبت ہے نہ غیروں میں رفاقت
اُلفت کی جگہ سینوں میں ہیں بغض و عداوت

پھر کس پہ بھروسا کریں لیں کس کا سہارا
فریاد ہے اب کیجئے امداد خُدارا

ہر سمت نظر آتی ہے اُفتاد ہی اُفتاد

وہ دورِ مصیبت ہے کہ سب جس میں ہیں ناشاد
پابندِ حوادث ہیں نہیں کوئی بھی آزاد
اِس پر بھی تو آتا نہیں صد حیف خُدا یاد

گردش میں ہے تقدیر ہی کا اپنی ستارا
فریاد ہے اب کیجئے امداد خُدارا

وہ ولولہ باقی نہیں ہم جس میں تھے مشہور
مُردہ ہوا دل جوشِ حمیّت ہوا کافور
صد رشکِ سلیماں تھے کبھی آج ہیں مجبور
مرنا ہمیں آسان تھا ذلّت تھی نہ منظور

رُسوا ہوں جہاں میں یہ نہ تھا ہم کو گوارا
فریاد ہے اب کیجئے امداد خُدارا

دعویٰ تو ہے ایماں کا مگر ہم میں کہاں ہے
جو بات شریعت کی ہے ہم پر وہ گراں ہے
ہیں دین سے بیزار یہ صورت سے عیاں ہے
دُنیا کی تمنا میں ہر اک پیر و جواں ہے

کیا کہئے کہ بدتر ہے بہت حال ہمارا
فریاد ہے اب کیجئے امداد خُدارا

للہ کرم کی ہو نظر اے شہ دیں آج
کوئی بھی بجز آپ کے غم خوار نہیں آج
مضطر ہے پریشاں ہے بہت صدرِ حزیں آج
ڈھونڈے سے اماں اُف نہیں ملتی ہے کہیں آج

شاہاں چہ عجب گر بہ نوازند گدارا
فریاد ہے اب کیجئے امداد خدارا

خدا نے لاج رکھی ہے ہمیشہ صدق و ایماں کی

زمانہ رنگ بدلے گا، عنایت ہو گی یزداں کی
گھٹائیں صدر چھٹ جائیں گی اِک دن یاس و حرماں کی

ہوائیں کہہ رہی ہیں باغباں صحنِ گلستاں کی
نمائش چند روزہ ہے یہاں گلہائے خنداں کی

نہ گھبراؤ حوادث سے قسم ہے تم کو یزداں کی
خدا نے لاج رکھی ہے ہمیشہ صدق و ایماں کی

مصیبت جھیلنے والے نویدِ جاں فزا سُن لے
مٹے گی فتنہ سامانی یقیناً مکرِ شیطاں کی

اسیرانِ محبت کے قدم چومے گی آزادی
فلک تک جا رہی ہیں اب تو آہیں اہلِ زنداں کی

خزاں کا دور جاتے ہی بہار آئے گی دیکھو گے
نئے غنچے، نئی کلیاں، نئی شاخیں گلستاں کی

درِ زنداں سے یوں سر پھوڑتے ہیں تیرے دیوانے
تمنا ہے اسیری میں انھیں سیرِ بیاباں کی

پئے امداد یا مولیٰ محمد مصطفیٰ آئیں
کہ حد سے بڑھ گئی ہیں کاوشیں انساں سے انساں کی

معین الدینؒ، فریدالدینؒ، نظام الدینؒ کا صدقہ
دعاؤں میں اثر ہو یا الٰہی اہلِ عرفاں کی

کوئی خالدؓ بنے ہم میں کوئی حیدرؓ سا پیدا ہو
ضرورت آج ہے مسلم کو پھر فاروقؓ و عثمانؓ کی

مسیحِ وقت آ جائے کہ مہدیٔ زماں آئے
خبر کوئی تو لے یارب ہمارے دردِ پنہاں کی

بلاؤں پر بلائیں ہیں یہ ہے اعمال کی شامت
اِدھر زلزلے کی نوبت ہے اُدھر شورش ہے طوفاں کی

یہ ایٹم بم کا ہنگامہ یہ طیاروں کی بمباری

یہ سامانِ تباہی ہیں تو پھر کیا خیر ہو جاں کی

گرانی کا وہ عالم ہے کہ جینا ہو گیا مشکل
کہانی ہی کہانی رہ گئی ہے جنسِ ارزاں کی

کبھی دامن کو بھرتے تھے فراوانی تھی ہر شے کی
ہوئی برباد مٹّی نرخ کی بگڑی سے دکّاں کی

رضائے حق پہ دم نکلے ہمیں کافی ہے بس اتنا
مبارک ہو تجھے واعظ محبت حور و غلماں کی

جھکا دیں صدرؔ ہم گردن خدا کے حکم کے آگے
عمل پیرا رہیں اس پر جو ہے تعلیم قرآں کی

صلِّ علیٰ محمدؐ ۔ صلِّ علیٰ محمدؐ

سردارِ انبیاءؑ ہو سرتاجِ اصفیا ہو ۔ ملّت کے رہنما ہو امّت کے پیشوا ہو
ممدوحِ عاشقاں ہو مختار و دلربا ہو ۔ یا شاہِ ہر دو عالم محبوبِ کبریا ہو

صلِّ علیٰ محمدؐ صلِّ علیٰ محمدؐ

والشمس والضحیٰ ہے آقا تمھاری صورت ۔ زلفِ معنبریں پر واللّیل ہے شہادت
ہر صبح صبحِ خنداں ہر شام شامِ عشرت ۔ طیبہ کی سرزمیں ہے صد رشکِ باغِ جنت

صلِّ علیٰ محمدؐ صلِّ علیٰ محمدؐ

حور و ملک ہیں عاشق جن و بشر ہیں شیدا ‏ ‏ ہے حُسن سے ہویدا عرفانیت کا جلوا

اک نغمۂ دلربا ہو کونین میں سراپا ‏ ‏ واصف ہو جس کا خالق اُس کی ثنا ہو کیا

صلِ علیٰ محمدؐ صلِ علیٰ محمدؐ

مظلوم کے ہو حامی غمخوار بے نوا کے ‏ ‏ آقائے دو جہاں ہو داتا ہو ہر گدا کے

فریاد رس تمہیں ہو ہر اہلِ التجا کے ‏ ‏ اور خیر خواہ یکساں ہر رند و پارسا کے

صلِ علیٰ محمدؐ صلِ علیٰ محمدؐ

خیر البشر لقب ہے اُمّی بھی ، ہاشمی بھی ‏ ‏ ختم الرُسل ہو حضرت اور اوّل النبی بھی

ذی جاہ ذی نسب ہو مخفی بھی ظاہری بھی ‏ ‏ ہر طرح ہے فضیلت دینی بھی دُنیوی بھی

صلِ علیٰ محمدؐ صلِ علیٰ محمدؐ

خُلقِ عظیم ایسا اعدا ہیں سب کے قائل ‏ ‏ برتر ہیں اور اعلیٰ افضل ہیں اور کامل

اوصاف کل حمیدہ اور نیک ہیں شمائل ‏ ‏ حق نے کیا ہے مولیٰ قرآن تم پہ نازل

صلِ علیٰ محمدؐ صلِ علیٰ محمدؐ

فضلِ خدا سے سر پہ ہے تاجِ خسروانہ ‏ ‏ زیرِ قدم تمہارے کونین کا خزانہ

صدرِ حزیں پہ اب ہو لطف و کرم شہانہ ‏ ‏ ایسا سبب ہو کوئی دیکھے جو آستانہ

صلِ علیٰ محمدؐ صلِ علیٰ محمدؐ

قرآنِ کریم

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ

مستند اے صدرؔ ہے یہ قولِ ربُّ العٰلمیں
شک کے ہر پہلو سے ہے محفوظ قرآنِ مبیں

رہبرِ راہِ طریقت، ہادیِ دُنیا و دیں
اے خوشا قسمت! کہ ہے قرآں ھُدًی لِّلْمُتَّقِیں

ڈرنے والے ہیں جو بندے حق تعالیٰ سے مدام
اس پہ رکھتے ہیں وہی ایمان اپنا بالیقیں

مرتبہ کیونکر نہ ہو دُنیا میں اِس کا سر بلند
آسمانی ہے کتاب اور لائے ہیں رُوح الامیں

یہ قوانینِ خداوندی کا وہ منشور ہے
جس کو پھیلانے یہاں آئے تھے ختم المرسلیںؐ

اِس کی ہے تعلیم ہر انسان کو یکساں مفید
یہ کسی اِک خاص فرقے کے لئے آیا نہیں

ہوں اوامر یا نواہی اِس کے احکامات پر
رہتے ہیں پابند دائم مردمانِ صالحیں

یہ مریضِ عشق کو دیتا ہے دم بھر میں شفا
اِس سے پاتا ہے سکوں فوراً دلِ اندوہگیں

کیوں نہ ہو پڑھنے سے اِسکے دین و ایماں کو فروغ
یہ کلام اللہ کا ہے اور دیں کا ہے رُکنِ رکیں

جس طرح واحد خدا ہے اُس کی واحد ہے کتاب
آج تک لایا بنا کر اِک نہ آیت نکتہ چیں

علم و عرفاں کے خزانے اِسکی ہر سورت میں ہیں
اِس کی ہر آیت میں ہے حقانیت جلوہ گزیں

رحمتوں کا خالقِ اکبر کی سرچشمہ ہے یہ
مستفیض ہوتے ہیں یکساں تارکین و ساکنیں

دین و دُنیا کا یہ سرمایہ ہے مومن کے لئے
اِس کے آگے ہیچ ہیں لعلِ یمن درِ ثمیں

ہیں مؤید آشتی و امن کے اِس کے اصول
یہ نہیں کہتا فساد و شر ہوں بالائے زمیں

اِس میں جو انداز ہیں ترغیب اور ترہیب کے
کوئی دیکھے تو سہی ہیں کس قدر وہ دلنشیں

یہ فصاحت یہ بلاغت، یہ متانت، یہ وقار
اِس کا دعویٰ ہے بجز اِسکے نہ پاؤگے کہیں

اُس شہنشاہِ حقیقی کا ہی فرمودہ ہے یہ
جس کے تابع ہیں جہاں کے صاحبِ تاج و نگیں

دے خداوندِ جہاں قرآں پہ توفیقِ عمل
تاکہ محشر میں یہ بن جائے مددگار و معیں

باعثِ تنظیمِ عالم صدر ہے اِس کا وجود
یہ نہ ہوتا تو نہ جاتا کوئی بھی حق کے قریں

نمازی اور بے نمازی

نمازی آ رہا ہے وہ نمازی غور سے دیکھیں
بھلا ہے یا بُرا ہے جانچ لیں اِس طور سے دیکھیں

نظر نیچی، چلن سادہ، مجسم خلقِ ربّانی
سراپا جان و دل سے عاشقِ احکامِ سبحانی

مجسم نورِ ایماں کا سراسر دین کا حامل
خدا کا برگزیدہ، نیک نیت، بندۂ کامل

نمازِ باجماعت کے لئے تیار رہتا ہے
ہر اک شغلِ خطا انجام سے بیزار رہتا ہے

تصنع سے یہ بالاتر تکبر شان ہے اِس کی
یہ خادم دین و ملت کا ہے یہ پہچان ہے اِس کی

خدا کا خوف دل میں ذکرِ رب جاری زباں پہ ہے
عیاں چہرے سے بھولا پن شرافت کا یہ پیکر ہے

شکستہ حالی و درماندگی میں صابر و شاکر
امیری ہو فقیری ہو زباں پر ہے "ہوالشاکر"

رضا جوئی خدائے دو جہاں کی کام ہے اِس کا
دعائیں مستجاب اکثر ہوں یہ انعام ہے اِس کا

بڑھاتا ہے عمل کوشی سے عرفانِ حقیقت کو
سمجھتا ہے عزیز از جان احکامِ شریعت کو

سوائے حق تعالیٰ کے نہیں ڈرتا زمانے میں
یہ رستم ہے زمانے کا حقیقت کے بتانے میں

خداوندِ دو عالم کی اِسے جب یاد ہے آتی
تو پھر کونین کی کوئی بھی شے اِسکو نہیں بھاتی

منور روح، روشن دل، مصفّٰے اِس کا سینہ ہے
نشانِ سجدہ سے ظاہر تقدس کا قرینہ ہے

رہِ تسلیم و عرفاں میں اِسے ثابت قدم دیکھا
بہک جائے بھٹک جائے معاذ اللہ کم دیکھا

طریقِ احمدِ مرسل کا اس کو آشنا کہیئے
مسلماں، صاحبِ ایمان و مومن پارسا کہیئے

الوہیت کی منزل کا مسافر جانئے اِس کو
طریقت کی گزرگاہوں کا سالک مانیئے اِس کو

بفضلِ ایزدی اِس کو اگر جذبہ میسر ہو
تو پھر مجذوب یہ مشہور دنیا میں سراسر ہو

یہاں تک دُنیوی ہیں فائدے اِسکی ریاضت کے
ابھی ہیں آخرت میں اور بھی درجے عبادت کے

حدیثوں میں بھی اور قرآں میں بھی صاف لکھا ہے
مسلماں صاحبِ ایماں اگر دُنیا سے جاتا ہے

اُتر کر حور و غلماں آسماں سے ساتھ جاتے ہیں
جہاں فردوس میں اسکا ٹھکانا ہے دکھاتے ہیں

ہمیشہ اُس کو رہنا ہے جہاں آرام و راحت ہے
اُسی منزل میں دیتے ہیں جگہ اس کو محبت سے

مگر برعکس اِس کے بے نمازی بارِ دُنیا ہے
نہ جینا اُس کا اچھا ہے نہ مرنا اُس کا اچھا ہے

تلقینِ نماز

وہ چیز کیا ہے جس کے فوائد ہیں بے شمار
جس میں نہیں گمانِ ضرر کوئی زینہار
تلقین جس کی کرتا ہے فرمانِ کردگار
قرآں میں جس کی آئی ہے تاکید بار بار

جس نے کیا ہے ہم کو شریعت سے بہرہ ور
جس نے دکھائی راہ ہدایت کی بیشتر

وہ کون سی ہے شے کہ ہے اسلام کا ستوں
باطل کا جس کے سامنے چلتا نہیں فسوں
نُہ آسماں ہیں جس کے تصور میں سر نگوں
مسلم کا جس کے نام سے کھاتا ہے جوش خوں

قائم ہے جس کے ذکر سے اسلام کا وقار
تعظیم جس کی کرتے ہیں شاہانِ نامدار

ہم کارہائے خیر کا دریا کہیں جسے
مخزن حصولِ دینِ ہدیٰ کا کہیں جسے

رنج و غم و الم کا مداوا کہیں جسے
ہم بے کسی میں یاس میں اپنا کہیں جسے

دُنیا میں جس کو کہتے ہیں معراجِ مومنیں
عقبیٰ میں جو ملائے گی خالق سے بالیقیں

تنظیمِ مستقل کا سکھاتی ہے جو شعور
پنہاں ہے جس کے حُسن میں وحدانیت کا نور
پاتے ہیں جس کے شوق میں قلب و جگر سرور
بڑھتا ہے جس سے جذبِ مواخات بالضرور

انسانیت کا ہم کو پڑھاتی ہے جو سبق
ہر رُکن سے ہے جس کے عیاں احترامِ حق

وہ کیا عمل ہے جس کے نہ کرنے سے آج ہم
بیکار ہو کے رہ گئے دنیا میں یک قلم
گردش میں مبتلا ہیں زمانے کی دم بدم
سر پر ہمارے ٹوٹ پڑا کوہِ صد الم

اہلِ دول بھی ناوکِ غم کا شکار ہیں
جو ہیں غریب اور بھی زار و نزار ہیں

ہوتا ہے آسماں سے بلاؤں کا اب نزول

زندہ ہیں بزمِ دہر میں ہم سب مگر فضول
کچھ تو ہے بات جس کے نہ ہونے سے ہیں ملول
میں صاف صاف کہدوں اگر کیجئے قبول

برکت نماز کی تھی کہ تھی جس سے منزلت
گردوں پہ اپنی دھاک تھی اللہ رے مقدرت

جب تک حضورِ قلب سے کرتے رہے ادا
جب تک اسے سمجھتے رہے عینِ مدعا
بڑھتی رہی خدا کی قسم شانِ ارتقا
رتبہ خدا نے اعلیٰ سے اعلیٰ ہمیں دیا

دولت بھی عز و جاہ بھی ثروت بھی پاس تھی
پڑھتے تھے جب نماز حکومت بھی پاس تھی

چھوڑی نماز جب سے تو ہیں آفتیں ہزار
پہلا سا وہ طریق نہ پہلا سا وہ شعار
رسوا ہیں اور ذلیل ہیں بدنام اور خوار
مکر و فریبِ نفس کے ہر لحظہ ہیں شکار

خالی ہوئے ہیں سینے حقیقت کے نور سے
اے صدر بے نمازوں کو دیکھو تو دور سے

خطاب بہ مسلم

تھے کبھی سامانِ دو عالم مسلماں تیرے پاس
اب تو ہے اِک زندگانئ پریشاں تیرے پاس

دل شکستہ، جانِ محزوں، چشمِ حیراں تیرے پاس
رُوح فرسا ہیں سبھی جینے کے ساماں تیرے پاس

دست و پا و گوش چشم و جسم اور جاں تیرے پاس
ہے کہاں مجبور تو ہیں عقل و ایماں تیرے پاس

اے مسلماں! دیکھ تیری شان بھی کیا شان ہے
تو خدا کا ہے خدا تیرا ہے، قرآں تیرے پاس

تیرے در پر ناصیہ فرسا تھے شاہانِ جہاں
قیصر و فغفور تھے ہم رنگِ درباں تیرے پاس

تیری دُنیا رشکِ جنت تیرا ایواں رشکِ طُور
اُڑ کے خود آتا تھا اورنگِ سلیماں تیرے پاس

مرکزِ "لا تقنطوا"[1] سے دُور ہے تو اِس لئے
یاس تیری ہمنشیں ہے اور حرماں تیرے پاس

بحرِ طوفاں خیز کی موجوں سے تُو ڈرتا ہے کیوں
ناخدا تیرا خدا ہے، شمعِ ایماں تیرے پاس

پڑھ کے "بسم اللہ مجریها"[2] بڑھا ہمت کو تُو
ڈال دے کشتی بھنور میں گو ہے طوفاں تیرے پاس

"نحنُ اقرب"[3] کی حقیقت تجھ کو دیتی ہے پتہ
خواب و بیداری میں اللہ ہے نگہباں تیرے پاس

دل میں ہو عشقِ نبیؐ اور لب پہ ہو نامِ خدا
پھر یہ ناممکن ہے آئے وہمِ عصیاں تیرے پاس

تیرے[4] شانوں پر فرشتے کاتبِ اعمال ہیں
منضبط[5] کرتے ہیں سارے رازِ پنہاں تیرے پاس

بندگانِ حق تعالیٰ پر سدا احسان کر
"ھل جزاء"[6] یہ رکھ نظر ہے رب کا فرماں تیرے پاس

اِس جہانِ رنگ و بو میں تُو گل و گلزار بن
تاکہ آئیں بُلبلیں ہو کر غزلخواں تیرے پاس

تیرا ہر اِک قول ہو "قول المتین"[7] کی یادگار
تاکہ صبح و شام ہو تائیدِ یزداں تیرے پاس

صدرِ دیں کی یہ ہدایت سُن توجہ سے ذرا

کر مدد اُس کی جو مضطر آئے انساں تیرے پاس

اس نظم میں مندرجہ ذیل آیات اشارۃً بیان کی گئی ہیں :- ۱؎ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (پارہ ۲۴ - رکوع ۳ - آپ کہدیجئے کہ اے میرے بندوں جنھوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدائے تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بالیقین اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے) ۲؎ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِیْہَا بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖىہَا وَمُرْسٰىہَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (پارہ ۱۲ رکوع ۴ - اور نوحؑ نے فرمایا کہ اس کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے۔ بالیقین میرا رب غفور ہے رحیم ہے۔ ۳؎ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِہٖ نَفْسُہٗ ج وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۝ (پارہ ۲۶ رکوع ۱۶۔ اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اُس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم اُن کو جانتے ہیں ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اُس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ) ۴؎ ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ (پارہ ۲۷ - رکوع ۱۳ - بھلا غایت اطاعت کا بدلہ بجز غایت عنایت کے کچھ اور بھی ہو سکتا ہے) ۵؎ اِذْ یَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ۝ (جب دو اخذ کرنے والے فرشتے اخذ کرتے رہتے ہیں جو کہ داہنی اور بائیں جانب بیٹھے رہتے ہیں) ۶؎ وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ ۝ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (اور تم پر یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں۔ جو تمہارے اعمال کو جانتے ہیں)

۷؎ قولِ راسخ ——————— ۱۲

یک لمحۂ فکریہ

نہ کیفِ سرمدی باقی نہ دل میں جوشِ مستانہ
ہوا کیا تیرا اے مسلم! اپنا جذبِ فراوانہ

جمود و بے حسی ہے اک جنونِ خود فروشانہ
ہے نذرِ طاقِ نسیاں جرأت و مستیٔ رندانہ

طلبگارانِ صہبائے ازل سے بزم ہے خالی
نہ ساقی ہے نہ ساغر ہے نہ بادہ ہے نہ پیمانہ

نہیں رکھتے ہیں جو مدِّ نظر آدابِ مے نوشی
خدا کی شان ہے وہ بن گئے ہیں پیرِ میخانہ

سنبھل کر گام فرسا ہو یہ دنیا ہے ارے غافل
یہاں غارت گرِ ایماں ہے ہر تقلیدِ کورانہ

مسلط جب سے ہم پر ہو گئی تہذیبِ افرنگی
روایاتِ قدیمہ رہ گئی ہیں بن کے افسانہ

کبھی جاتے نہیں بھولے سے بھی ہم درسگاہوں میں
سنیما کی ہے وہ عادت کہ ہر شو میں ہیں روزانہ

نہیں دیتے ہیں دو کوڑی بھی کارِ خیر میں لیکن
لٹا دیتے ہیں لاکھوں ہم بہ ہر تقریب رندانہ

نہ اب شوقِ عبادت ہے نہ اپنی ذوقِ ریاضت ہے
نمازِ پنجگانہ ہے، نوافل ہیں، نہ شکرانہ

سمجھ رکھا ہے مقصد زندگی کا پیٹ بھر لینا
نہ صورت ہے امیرانہ، نہ سیرت ہے فقیرانہ

ہم آگے رہنے والوں میں تھے لیکن ہو گئے پیچھے
زمانے نے وہاں پھینکا جہاں اپنا نہ بیگانہ

عمل کا نام ہے دنیا، زمانہ کس کا ساتھی ہے
جو غالب اس پہ آجائے وہی بنتا ہے فرزانہ

سرِ میدانِ ہستی چاہیئے ہر فرد کو بڑھنا
زبانِ حال سے کہتا ہے محفل میں یہ پروانہ

اُسے ہوتی ہے حاصل کامیابی اپنے مقصد میں
اولوالعزمی سے رکھتا ہے جو ہر جا پائے مردانہ

مشقت جھیل کر پاتا ہے انساں راحتیں آخر
شجر بنتا ہے اِک دن خاک میں ملتا ہے جو دانہ

حقیقی زندگی چاہو تو میداں میں بڑھو آگے
بہ عزم و شوقِ بے پایاں، بہ اندازِ دلیرانہ

درسِ عمل

اے کہ تو مسلم ہے تیرا ہے لقب خیر الاُمم
نام سے ظاہر ہے تیرے دینِ قیّم کا وقار

باعثِ تزئینِ بزمِ دہر تھا تیرا وجود
تیری ہستی تھی کبھی رونق دہِ لیل و نہار

دین و دُنیا کی تھیں حاصل نعمتیں ساری تجھے
تجھ پہ تھا انعام خلّاقِ ازل کا بے شمار

ہفت کشور میں تھا شہرہ تیرے عزّ و جاہ کا
سرنگوں تھے تیرے آگے کیا صغار و کیا کبار

تلخیٔ دورِ جہاں کا تجھ کو تھا مطلق نہ غم
تھی موافق تیرے دُنیا اور زمانہ سازگار

آہ وہ ماضی کا استحکام اب یہ انحطاط
باعثِ عبرت نہ ہو کیوں آج تیرا حالِ زار

منقلب تیرے عمل سے ہو گئی کل کائنات
ورنہ جو ہے "عادت اللہ" آج بھی ہے استوار

روشنی ہے ماہ میں تابش بھی ہے خورشید میں
ہے زمیں پر سایہ افگن ابرِ فضلِ کردگار

رحمتِ حق کی ہوا پھیلی ہوئی ہے چارسُو
پارہے ہیں فیض یکساں جس قدر ہیں جاندار

غنچے غنچے پر تبسم کی ادا چھائی ہوئی
گلشنِ عالم میں ہیں سرسبز سارے برگ و بار

حیف ہے صد حیف شکوہ ہو تجھے اللہ سے
عام ہیں الطاف اُس کے تُو ہی ہے تقصیر وار

اب بھی تائیدِ حدیثِ مصطفٰے کرتا ہے تُو
اب بھی ہے تعلیمِ قرآنی پہ تجھ کو اعتبار

دین سے رغبت تجھے کیا واقعی پہلی سی ہے
دیکھ خود کو پھر بتا کتنا ہے حق سے تجھ کو پیار

یہ حقیقت ہے نہیں دل میں مذاقِ آگہی
گو زباں سے ہے ابھی تک دینِ احمدؐ پر نثار

صدق دل سے کر کے توبہ جھک خدا کے سامنے
عجز کا اقرار کر ہو اُس کے آگے شرمسار

عہد پر قائم ہو اپنے پختگی ایماں میں رکھ
کام وہ کر زندگانی میں رہے جو یادگار

شمعِ سوزانِ محبت کے لیے پروانہ بن
کر "نفروا" پر عمل ہے دینِ برحق کی پکار

تیرا جینا اور مرنا ہو خدا کے واسطے
ہے نجاتِ اُخروی کا تیری اس پر انحصار

پھر یہ ممکن ہے کہ تُو آفاق پر چھا جائے گا
مہرِ گردوں کی طرح ہو گی صداقت آشکار

زندگی سعیِ عمل کا نام ہے اے بے خبر
بے حسی کی ذلتیں ہیں موت کی آئینہ دار

تُو "اطیعوا اللہ" کا پابند ہو جائے اگر
تیرے قدموں پر جھکے گا سارا عالم بار بار

یہ بھی ممکن ہے تجھے کونین کی دولت ملے
"لا یضیع" پر یقیں رکھ اُس کو ہے کل اختیار

ابتلائے وقت سے دل میں نہ ہو ہرگز ملول
آزمائش ہے تری کر صبر و شکر و انتظار

آیۂ تسکینِ دل "لا تخلف المیعاد" ہے
اُس کے وعدے پر یقیں رکھ تا ہو تیرا اقتدار

اُس کی رحمت سے نہیں مایوس ہونا چاہیئے
دیکھتا ہے کب گناہوں کی طرف آمرزگار

۱؎ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ پارہ ۲۷۔ رکوع ۲۔

(تم اللہ ہی کی طرف دوڑو۔ میں تمہارے واسطے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں)

۲؎ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ پارہ ۵ رکوع ۵ (اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسولؐ کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہلِ حکومت ہوں اُن کا بھی)

۳؎ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ پارہ ۱۱۔ رکوع ۴ (یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کے اجر کو ضائع نہیں کرتے)

۴؎ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ○ پارہ ۴۔ رکوع ۱۱۔ (اے ہمارے پروردگار ہم کو وہ چیز بھی دیجئے، جس کا ہم سے اپنے پیغمبروں کی معرفت آپ نے وعدہ فرمایا ہے۔ اور ہم کو قیامت کے روز رسوا نہ کیجئے۔ بیشک آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے)

اے مردِ مسلم ہوشیار

اے علمبردارِ امن و آشتیٔ روزگار

اے موحّد اُٹھ کہ ہے پھیلا ہوا پھر انتشار

گردشِ رفتارِ عالم سے نہ گھبرا اے نہار
کب تلک کرتا ہے گا روز و ماہ و سن شمار

آ سرِ میداں بہ عزمِ مستقل مردانہ وار
ہوشیار اے مردِ مسلم اب خدارا ہوشیار

انقلاب انگیز ہوں کتنے ہی گو لیل و نہار
آدمی کو پھر بھی لازم ہے بے گردوں وقار

اپنی اپنی سعی پر ہے کامیابی کا مدار
جس نے کی ہمت ہوا طوفاں سے بیڑا اُس کا پار

بے خبر تو بیٹھ کر کرتا ہے کس کا انتظار
ہوشیار اے مردِ مسلم اب خدارا ہوشیار

تیرا ہم چشموں میں کل تک تھا نہایت احترام
مرحبا صد آفریں کہتے تھے تجھ کو خاص و عام

تُو نے قدر و منزلت میں ایسا پایا تھا مقام
آسماں پابوس تھا ساری زمیں تھی زیرِ گام

ناز تھا جس پر ظفر کو تو ہی تھا وہ شہسوار
ہوشیار اے مردِ مسلم اب خدارا ہوشیار

قافلے والے تھے جتنے اُن میں تُو سالار تھا

جس سے تھا ہر اک بشر خوش وہ ترا کردار تھا
تابعِ مرضئ مولا تیرا کاروبار تھا
صدق دل سے تو غلامِ احمدؐ مختار تھا

جان دیتا تھا زمانہ تجھ پہ خلقت تھی نثار
ہوشیار اے مردِ مسلم اب خدارا ہوشیار

یک بیک رسوائے عالم تیری حالت ہو گئی
خواب کی سی بات وہ سب شان و شوکت ہو گئی
تجھ کو ترکِ فرض کی جب سے کہ عادت ہو گئی
زندگانی خود ترے حق میں مصیبت ہو گئی

کس کا شکوہ کیجئے اور کس سے کہیئے حالِ زار
ہوشیار اے مردِ مسلم اب خدارا ہوشیار

ہیں بساطِ زندگانی پر جو سر گرمِ عمل
اپنی اپنی محنتوں کا پا رہے ہیں حق سے پھل
ہے وہی بیکار جس کو ہے دماغی کچھ خلل
کھول آنکھیں کُنجِ عزلت سے ذرا باہر نکل

جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ کی سن پکار
ہوشیار اے مردِ مسلم اب خدارا ہوشیار

دے رہا ہے تجھ کو قرآں دعوتِ فکر و نظر[1]
تو سرِ تسلیم خم کر اُس کے ہر اِک حکم پر
ہے یہی تفسیرِ لاتخشیٰ[2] کی بس اِک حق سے ڈر
ماسوا اللہ کے دل میں رکھ نہ کچھ خوف و خطر

لاکھ ہوں دشواریاں درپیش یا دشمن ہزار
ہوشیار اے مردِ مسلم اب خدارا ہوشیار

یہ تساہل، یہ تجاہل، یہ تغافل چھوڑ دے
سب طرف سے رُخ ہٹا کر حق کی جانب موڑ دے
رشتہ جو ٹوٹا ہے حبل اللہ سے پھر جوڑ دے
کعبۂ دل کے بُتانِ کفر یہ ور توڑ دے

دیکھ پھر کرتا ہے کیا کچھ غیب سے پروردگار
ہوشیار اے مردِ مسلم اب خدارا ہوشیار

---

[1] وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ؁
پارہ ۲۱ - رکوع ۲ (اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ ہم اُن کو اپنے رستے ضرور دکھائیں گے
اور بے شک اللہ تعالیٰ ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے۔)

[2] لَا تَخْشَىٰ إِلَّا اللّٰهَ (مت ڈرو مگر اللہ سے)

ضرورت ہے

مسلمانوں کو اِک مرکز پہ لانے کی ضرورت ہے
طریقِ احمدِ مرسل بتانے کی ضرورت ہے

مساوات و اخوت پھر بڑھانے کی ضرورت ہے
محبت ہی کے افسانے سُنانے کی ضرورت ہے

جہاں سے شورشِ باطل مٹانے کی ضرورت ہے
ہر اِک اُٹھتا ہوا فتنہ دبانے کی ضرورت ہے

تقاضا وقت کا ہے غیر کو بھی آج اپنا لیں
جو ہیں رُوٹھے ہوئے اُن کو منانے کی ضرورت ہے

ہوئے ہیں دُور جو گم گشتہ ہو کر اپنی منزل سے
اُنھیں منزل کا رستہ پھر دکھانے کی ضرورت ہے

مسخر سارے عالم کو کریں اخلاق سے اپنے
کہ شانِ آدمیت کو بڑھانے کی ضرورت ہے

نہیں لیتے جو کروٹ تک کسی کی آہ و زاری پر
اُنھیں غفلت کے ماروں کو جگانے کی ضرورت ہے

سہارا اُن کو دینا چاہیئے جو ہوں تھکے ماندے
بھنور میں ڈوبتی کشتی بچانے کی ضرورت ہے

مصائب سے نہ گھبرائیں شجاعت کے دھنی ہو کر
کوئی مشکل ہو غالب اُس پہ آنے کی ضرورت ہے

کمالِ زندگی یہ ہے کہ مرنا ہم کو آجائے
خدا کے نام پر سر تک کٹانے کی ضرورت ہے

تری آواز پہنچے گی یقیناً عرشِ اعظم تک
صدا لیکن تہہِ دل سے اُٹھانے کی ضرورت ہے

یہ مانا ہیں گرفتارِ بلا لیکن قفس والو
پرِ پرواز کو جنبش میں لانے کی ضرورت ہے

مصیبت عالمِ انسانیت کی دیکھنے والے
غریبوں کے لئے دولت لُٹانے کی ضرورت ہے

دوئی کا شائبہ تک بھی نہ ہو جس کے تصور میں
اُسی توحیدِ خالص کے سکھانے کی ضرورت ہے

زدِ پیہم سے جس کی کانپ اُٹھے ہر فتنۂ باطل
تجھے وہ ضربِ اِلّا اللہ لگانے کی ضرورت ہے
زمیں کیا آسماں بھی صدر چُومے گا قدم آ کر
خدا کے سامنے سر کو جُھکانے کی ضرورت ہے

کچھ ہوا ایسی چلی ہے ہر بشر ناشاد ہے

کیجئے شکوہ کہاں تک گردشِ ایام کا
حال ابتر ہے بہت ہی ملّتِ اسلام کا
مطمئن ہو جب نہ دل جینا ہے پھر کس کام کا
مرتکب مسلم ہے ہر کارِ غلط انجام کا

خوف ہے دل میں خدا کا اور نہ اُسکی یاد ہے
وقت ہے امداد کا یا مصطفےٰؐ فریاد ہے

حالِ دل کس سے کہیں اپنا سُنائیں کس کو غم
خود کئے کی ہے سزا جو پا رہے ہیں آج ہم
واسطہ حسنینؑ کا اب کیجئے لطف و کرم

ہے سفر دشوار، منزل دُور، لمرزیدہ قدم

رہروانِ راہِ ملّت کیلئے اُفتاد ہے

وقت ہے امداد کا یا مصطفیٰ فریاد ہے

پھر رہے ہیں ٹھوکریں کھاتے ہوئے دردِ غریب

ظلم کے مارے ہوئے افتاں وخیزاں بدنصیب

بیکسوں پر ہیں مسلط ہائے آثارِ مہیب

ایسے بیمارانِ غم کے آپ ہی تو ہیں طبیب

یہ مہذّب دَور ہے اور اِسکی یہ روداد ہے

وقت ہے امداد کا یا مصطفیٰ فریاد ہے

کچھ مہاجر اس طرف ہیں کچھ اِدھر گرمِ فغاں

تیرہ بختی بھی ہے جن کے حال پر ماتم کُناں

مرد و زن حیراں شکستہ حال ہر پیر و جواں

خون روتا ہے تباہیوں پہ جن کی آسماں

دیکھئے جس کو بھی مطلق خانماں برباد ہے

وقت ہے امداد کا یا مصطفیٰ فریاد ہے

غیر تو پھر غیر ہیں اپنے نہیں اپنے رفیق

بھائی بھائی لڑ رہے ہیں ایسا بدلا ہے طریق

کوئی بھی تو اب نظر آتا نہیں ہم میں خلیق
جب زبوں حالی ہو ایسی کون پھر کس کا شفیق

سچ تو یہ ہے آج ہم پر غلبۂ الحاد ہے
وقت ہے امداد کا یا مصطفےٰ فریاد ہے

خود نمائی بے حجابی اک وبا ہے آج کل
پھر رہی ہیں عورتیں مردوں کے ہمرہ بے محل
یہ حقیقت ہے کہ ہم سے آ گیا دیں میں خلل
مبتلائے کارِ عصیاں ہیں نہیں اچھا عمل

بھول بیٹھے ہم اُسے جو آپ کا ارشاد ہے
وقت ہے امداد کا یا مصطفےٰ فریاد ہے

اہلِ دل مجبور ہیں چلتا نہیں ہے اُن کا بس
بڑھ گئی ہے خود غرض افراد کی حرص و ہوس
اہلِ زر پھرتے ہیں دوڑاتے ہوئے اپنے فرس
حق پرستوں کو نہیں حاصل یہاں کچھ دسترس

حیلہ فن آزاد ہیں تو قوم کب آزاد ہے
وقت ہے امداد کا یا مصطفےٰ فریاد ہے

ہو گئی ہے خوردنی اشیا کی قلت دیکھیے

اور پھر اُس پر گرانی کی مصیبت دیکھئے
سینکڑوں ہیں جن کو ہے فاقے کی نوبت دیکھئے
خشک سالی، زلزلے طوفاں کی کثرت دیکھئے

کچھ ہوا ایسی چلی ہے ہر بشر ناشاد ہے
وقت ہے امداد کا یا مصطفٰےؐ فریاد ہے

بنادیں بے نمازوں کو نمازی جو نمازی ہیں

زبانِ خامہ کھُل جائے ادا مفہوم ہو جائے
کہانی مدّ و جزرِ قوم کی منظوم ہو جائے
بتانا ہے مجھے ہم کون تھے کیا ہو گئے ہیں اب
سبق بھولا ہوا پھر یاد آجائے یہ ہے مطلب
ذرا ہم کھول کر آنکھیں زمانے کی ہوا دیکھیں
ہمارا حال کیا تھا اور اب کیا ہو گیا دیکھیں
ہمارے سامنے شاہانِ عالم سر جُھکاتے تھے
وہی ہیں ہم کہ کوسِ فتح دُنیا میں بجاتے تھے
زمیں کے چپّہ چپّہ پر ہماری ہی حکومت تھی
ستارہ اَوج پر تھا اور خدا کی ہم پہ رحمت تھی
ہلالِ پرچمِ دولت ہمارا یوں چمکتا تھا
کہ جس کو دیکھ کر مہر و مہ و انجم کو سکتا تھا
ہمارے رعب سے ہوتا تھا بہرامِ فلک مضطر
ہمارا نعرۂ تکبیر کرتا تھا بپا محشر
شجاعت، ہمت و جرأت ہمارے خاص جوہر تھے
ہمارے سامنے بے وقر دارا و سکندر تھے

جہاں میں کونسا فن تھا کہ جو ہم کو نہ آتا تھا — مناسب وقعت پر ہر فرد اک جدت دکھاتا تھا
خدا کے فضل سے ہر طرح عزت ہم کو حاصل تھی — ہمارے نظمِ ملت کی بلندی عرش منزل تھی
ملا تھا "انتم الاعلون" کا وہ مرتبا ہم کو — تفوق سب پہ حاصل تھا بفضلِ کبریا ہم کو
ہمارا دل رسول اللہ کی الفت کا مسکن تھا — ہمارا خانۂ ایماں اسی مشعل سے روشن تھا
سبب کیا ہے ہماری کس لئے حالت ہوئی ابتر — خدا کی نعمتوں کے ہوگئے کیوں بند ہم پر در
ہمارے حال پر عالم کو ہے کیوں آج حیرانی — جہانِ زندگانی میں ہمیں کیوں ہے پریشانی
زمانے بھر میں آخر کیوں ہم ہی پر اک مصیبت ہے — نہ عزت ہے نہ وقعت ہے نہ دولت ہے نہ حشمت ہے
اگر سمجھیں حقیقت کو تو پھر میں برملا کہدوں — بلا خوف و خطر اور صاف دل سے مدعا کہدوں

خدا کی یاد سے غفلت کی پائی ہے سزا ہم نے
عدولِ حکمِ ربانی کیا ہے برملا ہم نے

قسم ہے ہم کو شانِ ملتِ بیضا کی جلد اٹھیں — قسم ہے ہم کو عزِ یثرب و بطحا کی جلد اٹھیں
رہے گی چشمِ غفلت مائلِ خوابِ گراں کب تک — رہیں گے ہم ذلیل و خوار رسوائے جہاں کب تک
تلف کی زندگانی غفلتوں میں کچھ تو پچھتائیں — حمیت ہے تو اپنی نکبت و ذلت پہ شرمائیں
پھر عالم نئے سر سے کریں تبلیغ مذہب کی — اسی میں شان ہے دیں کی اسی میں آبرو سب کی
شریعت کے مسائل جسقدر ہیں عام کر ڈالیں — اگر رہنا ہے دنیا میں تو کوئی کام کر ڈالیں
تہیہ ہم اگر کرلیں تو یہ کچھ بھی نہیں مشکل — کہ وہ پہلی سی ہم کو رفعتیں ہو جائیں پھر حاصل
خدا کے واسطے آپس کی تفریقیں مٹا ڈالیں — نظامِ بزمِ گیتی کے چلانے کی بنا ڈالیں

معابد کی بڑھا دیں شان ہم اپنی نمازوں سے
تعلق منقطع کرلیں جہاں کے فتنہ سازوں سے

سوائے حکمت و دانش نہ کوئی ذوق ہو ہم کو
فقط تائیدِ حکمِ ایزدی کا شوق ہو ہم کو

بنا دیں بے نمازوں کو نمازی جو نمازی ہیں
مٹا دیں آج یہ تخصیص ہندی ہیں حجازی ہیں

مئے وحدت کے متوالے بنیں پھر ایک ہو جائیں
بُھلا کر دل سے ظنِ بد سراپا نیک ہو جائیں

کوئی ہستی کو تکمیلِ تدبّر میں فنا کر دے
کوئی علم و ہنر سے شرحِ معنیٰ بقا کر دے

کسی کے دست و بازو سے بڑھے ہمّت غریبوں کی
کسی کے دم قدم سے خدمتیں ہوں غم نصیبوں کی

کرے دینِ متیں کا کوئی احیا اِس زمانے میں
علیؓ شیرِ خدا سا ہو کوئی جرأت دکھانے میں

غرض یہ ہے کہ ایماں اور تقویٰ عام ہو جائے
دلِ مسلم میں پیدا جذبۂ اسلام ہو جائے

منوّر نورِ ایماں سے سراپا دل ہمارے ہوں
زمیں پر اِس طرح ہوں آسماں پر جیسے تارے ہوں

جہاں میں روشنی چاروں طرف ہو نورِ وحدت کی
بڑھے توقیر پھر اے صدرؔ احکامِ شریعت کی

عربوں کی مہماں نوازی

قیس ابنِ سعد تھے مشہور اِک اہلِ عرب
جن کو تھا مہماں نوازی سے شغف ہر صبح و شام

کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا کہ کوئی آدمی
اُن کے دسترخوان پر آ کر نہ کھاتا تھا طعام

واقفیت ہو نہ ہو مطلق نہ تھا اِس کا خیال
جو بھی آجاتا کیا کرتے تھے اُس کا احترام

اک مسافر تھا کئی ہفتے سے اُن کا میہماں ‏ جس کی خاطر داریوں کا تھا مکمل انتظام

وقتِ رخصت ہو کے خوش پوچھا یہ اُس نے قیس سے ‏ اور بھی کوئی سخی ہے آپ سا اے نیک نام

ہنس کے فرمایا کہ دُنیا میں کمی ہرگز نہیں ‏ ہے فضیلت ایک کو ہر دوسرے پر لاکلام

ذکر ہے اِک دن کا میں صحرا میں تھا گرمِ سفر ‏ دُور جانا تھا کہیں اور ہو گیا تھا وقتِ شام

پاس سامانِ سفر تھا اور نہ ساتھی تھا کوئی ‏ ڈھونڈتی تھیں ہر طرف نظریں مری جائے قیام

اِس پریشانی کے عالم میں نظر آیا مجھے ‏ خانۂ آباد و روشن، صاف و ستھرا اِک مقام

میں غنیمت جان کر مہمان آخر بن گیا ‏ میزباں لایا اُسی دم اک بعیرِ خوش خرام

ذبح کر کے دے دیا بیوی کو اُس نے جلد تر ‏ خود رہا خدمت میں میری جیسے ہو ادنیٰ غلام

دوسرے اور تیسرے دن بھی یہی تھی کیفیت ‏ یعنی کھانے میں کیا تھا اُونٹ ہی کا التزام

اُس کی بیوی نے کہا بھی گوشت ہے باقی بہت ‏ میزباں کہتا تھا لیکن گوشت ہو تازہ مدام

اتفاقِ وقت سے بارش کئی دن تک ہوئی ‏ لیکن ہر لمحہ مری خاطر بنا تھا انصرام

نو بہ نو تازہ بہ تازہ اکل و شربِ جاں نواز ‏ مجھ کو حاصل تھے بحمد اللہ ایسا تھا نظام

وقتِ رخصت اُس کی زوجہ کو دیئے دینار سَو ‏ اور کہا معذور رکھ مجھ کو بہت کم ہیں یہ دام

چل دیا آخر وہاں سے اپنی منزل کی طرف ‏ میزباں کا شکریہ کر کے ادا کہہ کر سلام

اِک طرف تھا دل پہ اپنی کم بضاعت کا اثر ‏ دوسری جانب نعیمِ میزباں کا احترام

دیکھتا کیا ہوں کہ پیچھے آ رہا ہے میزباں ‏ ہاتھ میں نیزہ ہے اُسکے اور ہے یوں گرمِ کلام

او کمینے کیا مجھے دیتا ہے خدمت کا صلہ ‏ اپنے لے دینار ورنہ کرتا ہوں قصہ تمام

ہو کے شرمندہ بہت میں نے چھڑائی اپنی جاں
معذرت خواہی سے واپس وہ ہوا پھر شاد کام

جو ایماں ہو محکم تو دولت بہت ہے

ہر اک سمت ہیں یورشیں آسماں کی
فضا ہے مکدر زمین و زماں کی
تلاطم میں کشتی ہے فکر و بیاں کی
زباں بند ہے آج اہلِ زباں کی

فغاں میں اثر ہے نہ اب آہ میں ہے
مصائب کا طوفان ہر راہ میں ہے

نہ ہمت نہ جرأت نہ چُستی بدن میں
ہے افسردگی ہر طرف انجمن میں
صداقت ہے مفقود ہر اک سخن میں
بد اطوار یاں ہیں ہمارے چلن میں

کبھی آج تک ہم نے یہ بھی نہ سوچا
شکایت زمانے کی جا ہے کہ بے جا

غریبوں پہ ہر سمت ہے ظلمِ ناحق
جگر جن کے رنج و الم سے ہوئے شق
غموں کے ہے گرداب میں جن کی زد رق
مگر ہم کو پروا نہیں اُن کی مُطلق

جدھر جس کا رُخ ہے چلا جا رہا ہے
بلاؤں کا طوفاں ستم ڈھا رہا ہے

اِدھر تنگ دستی اُدھر فاقہ مستی غضب کا تنزّل بلا کی ہے پستی
جدھر دیکھو ہے بے خودی آج ستی عقائد سے بھی اُٹھ گئی حق پرستی
شب و روز کٹتے ہیں بد خواہیوں میں
بدی میں بُرائی میں گمراہیوں میں

حدیث اور قرآں پڑھیں یا پڑھائیں کہاں ہم سے ممکن ہوں ایسی فلاحیں
مساجد میں جاکر قسم صاف کھائیں عدالت میں ہم حلف جھوٹے اُٹھائیں
بہ ایں ذوق ہم ہوں ترقّی کے خواہاں
گریباں کو پھاڑیں سِئیں اپنا داماں

معاصی کے گرداب میں غوطہ زن ہیں بُرے اپنے اخلاق کھوٹے چلن ہیں
دلوں میں مگر یہ لئے حُسنِ ظن ہیں کہ ہم اُمّتِ فخرِ شاہِ زمنؐ ہیں
ہوئے حدِّ شرع سے ہم جب کہ باہر
محبّت کے دعوے غلط ہیں سراسر

سمجھتے ہیں منشا یہ ہم زندگی کا فقط پیٹ بھرنا ہے کام آدمی کا
نتیجہ یہ نکلا غلط رہروی کا کہ احساس تک اب نہیں گمرہی کا
حقیقت کی منزل سے بھٹکے ہوئے ہیں
فروعی مسائل میں اُلجھے ہوئے ہیں

گناہوں کی ہر دم فراوانیاں ہیں قدم بر قدم فتنہ سامانیاں ہیں

بہرحال سرزد بد عنوانیاں ہیں نہ سمجھے ابھی تک یہ نادانیاں ہیں

سنیما و تھیٹر سے رغبت سوا ہے

غلط کاریوں کی کوئی انتہا ہے

شریعت کو جب تک اہم ہم نے جانا زمانے کے تھے ہم ہمارا زمانا

طریقہ ہو اپنا اگر پھر پرانا تو دنیا کی ہر شے پہ ممکن ہے چھانا

صداقت پہ جب تک تھا معمول اپنا

تو ہر کام ہوتا تھا مقبول اپنا

خدا کی خدائی میں وسعت بہت ہے ہمیں بھی عطا ہو گی رحمت بہت ہے

جو ایماں ہو محکم تو دولت بہت ہے حکومت بہت ہے امارت بہت ہے

خزانے ہیں پُر اُس کے مال اور زر سے

جو چاہو گے مل جائے گا اُسکے در سے

صَدائے درویش!

صبحدم کل میں ہوا حاضرِ درگاہِ کلیمؒ [1] جمع تھے اہلِ زیارت وہاں باذوقِ سلیم

ہاتھ باندھے ہوئے خاموش کھڑے تھے اکثر فاتحہ خوانی تھی اِس واسطے تھا شور نہ شر

اِس فضا میں یہ صدا گوش ہیں آئی ناگاہ کہہ رہا تھا کوئی یہ مردِ حقیقت آگاہ

[1] شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔

تجھ کو ہے ہوش تو کر شوق سے اللہ اللہ

اللہ اللہ ہو لگے کہتے ہی کچھ ایسا اثر
کیف و سرمستی میں مدہوش ہوئے سارے بشر

دو پہر ہو گئے اِس حال میں پھر یہ دیکھا
نقشِ توحید تھا ہر منظرِ ہستی پہ جما

جتنے قوّال تھے کہتے تھے بہ اندازِ جُدا
تھاپ طبلے پہ جو پڑتی تھی تو آتی تھی صدا

تجھ کو ہے ہوش تو کر شوق سے اللہ اللہ

رُوح کو تازگی تھی دل کو سکوں تھا حاصل
میں تجسّس میں تھا مل جائے وہ مردِ کامل

نہ ملا پر نہ ملا میں نے بہت کچھ ڈھونڈا
آخرش ہو گیا مجبور تو گھر کو لوٹا

راہ میں مسجدِ جامع تھی ہوا وقتِ ظہر
یوں کہا بڑھ کے مؤذن نے بہ الفاظِ دگر

تجھ کو ہے ہوش تو کر شوق سے اللہ اللہ

شب کو لیٹا جو چھپر کھٹ پہ تو عالم تھا کچھ اور
کیا کیا میں نے کیا عمرِ گزشتہ پہ جو غور

ایک لغزش سی ہوئی آنکھوں میں رقت آئی
تھک گیا نیند بھی آخر میں بدقت آئی

دیکھتا کیا ہوں وہی مردِ خدا کہتے ہیں
بندے اللہ کے راضی برضا رہتے ہیں

تجھ کو ہے ہوش تو کر شوق سے اللہ اللہ

مُناجات

اے خدا اے مرے اللہ تو ہی ہے معبود
تیری قدرت کا کرشمہ ہے دو عالم کا وجود

خود ہی ہو جائے جو ہونا ہے کسی کو مردود
ورنہ ہے مدِّ نظر تجھ کو سبھوں کی بہبود

مرحمت کس کو ترے فیض کا سامان نہیں
کون ہے جس کو ترے فضل کا ایقان نہیں

شکرِ صد شکر کہ اسلام کی دولت بخشی
تو نے دل کو مرے ایمان سے زینت بخشی
دے کے عرفانِ حقیقت مجھے رفعت بخشی
روح کو میری مئے عشق کی لذت بخشی

ہو گیا لطف و کرم مجھ کو میسر تیرا
اُمتی اُس کا ہوں جو خاص ہے دلبر تیرا

تجھ پہ اسرارِ خفی اور جلی ہیں روشن
ہیں مقاصد ترے احکام کے سب مستحسن
تیری رحمت کا تقاضا ہے کہ ہوں گرمِ سخن
ورنہ اس راہ میں ہر گام پہ ہیں رنج و محن

عرضِ گفتار کا بخشا ہے سلیقہ تو نے
اپنی مرضی کا سکھایا ہے طریقہ تو نے

ذات سے تیری ہے امید کرے گا مقبول
تیرا فرمان ہے قرآں میں "اُجِیْبُ" منقول
شانِ مسلم تھی کبھی "اَکْرَمُکُمْ" پر محمول
حیف ہے آج نہیں اُس پہ توجہ مبذول

لگ گئی ہم کو نظر بارِ الٰہا کس کی
رونقیں ہو گئیں معدوم سی کچھ مجلس کی

تیرے محبوب نے جس دیں کو کیا تھا اکمل
شرح کونین کی ہے جس کا ہر حکمِ مجمل
جس کی دنیا میں ابھی تک بھی ہے روشن مشعل
فیض سے جس کے ہیں ہم اور اُمم سے افضل

آج اُس دیں میں ہوئی رخنہ طرازی پیدا

جس کی تکمیل کا جبرئیلؑ کے سر ہے سہرا

قلبِ مومن میں ہوا خطرۂ باطل کا ظہور
سوزشِ گرمیٔ احساس ہوئی ہے کافور
تیرے احکام ہیں قرآں میں ابھی تک مسطور
دیکھنا اُن کا مگر ہم کو نہیں ہے منظور

جوش پہلا سا دلوں میں نہ اثر باقی ہے
بجلیاں سرد ہوئیں خاکِ شرر باقی ہے

اے خداوند ہمیں دین کا عامل کر دے
غلبۂ عشق دے توحید میں کامل کر دے
دُور ہستی سے ہر اک فتنۂ باطل کر دے
اپنے عرفان کی آسان منازل کر دے

تیری دُنیا میں رہیں ہم تو رہیں عزّت سے
تیرے دربار میں آئیں تو بچیں ذلّت سے

[1] اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝ (منظور کر لیتا ہوں عرضی درخواست کرنے والے کی۔ جب کہ وہ میرے حضور میں درخواست دے اور مجھ پر یقین رکھیں وہ لوگ ہدایت حاصل کر سکیں گے)

[2] اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۝ (اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو)

استغاثہ

یاالٰہی زندگی اِس دَور میں ناکام ہے

رُوح فرسا جاں لیوا گردشِ ایّام ہے
زندگانی الاماں اِک موت کا پیغام ہے
ذکر کیا ساقی کا پیرِ میکدہ ناکام ہے
سرنگوں ہیں شیشہ و مینا شکستہ جام ہے
بے سلیقہ بادہ آشامی کا یہ انجام ہے
یاالٰہی زندگی اِس دَور میں ناکام ہے

اللہ اللہ کس قدر ہے حالِ دُنیا تلخ تر
فرضِ انسانی سے بیگانہ ہے احساسِ بشر
کامیابِ زندگانی ہے ہر اِک بیدادگر
ہے وہی یہ وقت جسکی ہے حدیثوں میں خبر
چودھویں ہجری صدی ہے حشر کا ہنگام ہے

یا الٰہی زندگی اِس دَور میں ناکام ہے

بڑھ گیا حد سے سوا اب افتراق و انشقاق
اتحادِ باہمی کا ہے عمل دُنیا پہ شاق
مختلف ہیں کچھ طبائع مختلف رنگِ مذاق
درسِ عبرت چاہیئے لینا برائے اتّفاق

تجھ کو عقل و ہوش ہے تو یہ صلائے عام ہے
یا الٰہی زندگی اِس دَور میں ناکام ہے

غمزدوں کے واسطے دُنیا میں ماتم ہے بپا
شور و غوغا ہر طرف ہے ہر طرف آہ و بکا
جینے کو جیتے ہیں لیکن زندگی ہے بے مزا
قحط سالی ملک میں ہے تنگدستی جابجا

لُطف کھانے کا نہ پینے کا کوئی آرام ہے
یا الٰہی زندگی اِس دَور میں ناکام ہے

قوّتِ رُوحانیت پر اب نہیں ہے اعتبار
مادّی ہی طاقتوں پر ہے ترقی کا مدار
یہ نتیجہ اُس کا نکلا بڑھ گیا ہے انتشار
اور طاغوتی بلاؤں پر ہوا اپنا انحصار

قدرتِ حق سے اُلجھنا اِک خیالِ خام ہے
یا الٰہی زندگی اِس دَور میں ناکام ہے

حسنِ عریاں، بے حیائی اور پھر آوارگی
عزّتِ قومی نہ دُنیا میں کہیں باقی رہی
عورتیں چاہے جہاں جائیں یہ ہے بے رہروی
مردیوں مجبور ہیں تہذیبِ نو ہے واقعی

جذبۂ ناقص سراسر موت کا پیغام ہے
یا الٰہی زندگی اِس دَور میں ناکام ہے

الاماں صد الاماں یہ کیا زمانہ آگیا
بھائی بھائی کا نہ بیٹا باپ کا درد آشنا
اضطرابِ دردِ دل کا ہے ہر اک کو سامنا
دیکھیے جس کو بھی ہے وہ کشمکش میں مبتلا

صبحِ کاذب ہی سے ظاہر تیرگیٔ شام ہے
یا الٰہی زندگی اِس دَور میں ناکام ہے

تابکے رسوائی و ذلّت الٰہ العالمیں
اپنی رحمت سے عطا کر ہم کو ایمان و یقیں
بخش دے مسلم کے دل کو جذبۂ تائیدِ دیں

ہاتھ اُٹھاتا ہے دعا کے واسطے صدرِ حزیں

فضل بے پایاں ترا بے حد ترا انعام ہے
یا الٰہی زندگی اس دور میں ناکام ہے

درسِ حیات

ہو رہا ہے یوں تو حاصل سب کو فیضانِ حیات
کم ہیں لیکن وہ بشر جن کو ہے عرفانِ حیات

بالیقیں مرنا ہے اک دن رکھ یہ ایمانِ حیات
زندگی جب تک ہے کر لے کچھ تو شایانِ حیات

کر لیا جس نے بہ ہمت عہد و پیمانِ حیات
مل گئی اُسکو جہاں میں عزت و شانِ حیات

یہ تو مانا زندگی انسان کی ہے مستعار
ہے مگر درکار اس میں بھی تو سامانِ حیات

اپنے قول و فعل سے حق کی رضا کو ڈھونڈ لے
جَاهِدُوا فِي اللّٰهِ ہے قرآں میں فرمانِ حیات

تُو سمندِ فکر کو اپنے جو کر دے تیز گام
عرصۂ ہستی میں سر کر لے گا میدانِ حیات

ہر رگ و ریشہ میں ہے جوشِ نمودِ جست و خیز
غنچہ و گل میں بھرا ہے رنگِ بستانِ حیات

جو نہیں ہوتے ہیں واقف زندگی کے راز سے
زندگی ہوتی ہے اُن کے حق میں طغیانِ حیات

زندگی حرکت ہے حرکت ہی عمل کا نام ہے
مُردہ دل ہے واقعی جسمیں نہ ہو جانِ حیات

زندہ دل ہوتا ہے اپنی زندگی سے مستفید
مُردہ دل کے ساتھ ہی جاتا ہے ارمانِ حیات

ہیں سعادتمند وہ جنکے ہے تابع زندگی
وہ پریشاں حال ہیں جو ہیں غلامانِ حیات

چھوڑنا بعدِ اجل ہے باقیات الصالحات
آرزو اک یہ بھی ہو دل میں بدورانِ حیات

زندہ جاوید ہوتا ہے شہیدِ راہِ حق — کر عمل تو بھی بہ حدِّ شوق و امکانِ حیات
خود بڑھو آگے بڑھاؤ دوسروں کو اپنے ساتھ — ہے یہی شام و سحر ہر لحظہ اعلانِ حیات
جس پہ ہے اطلاق خیرِ اُمتیؐ کا وہ ہے تو — خیر کی جانب بڑھا دے دستِ دامانِ حیات

قابلِ صد رشک ہے اے صدرؔ اُس کی زندگی
صفحۂ عالم پہ جو چمکے بہ عنوانِ حیات

لہ وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۚ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۚ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۚ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝

پارہ ۱۷ رکوع ۱۷۔ (اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔ اُس نے تم کو ممتاز فرمایا اور تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔ تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر قائم رہو۔ اُس نے تمھارا لقب مسلمان رکھا پہلے بھی اور اس میں بھی تاکہ تمھارے لئے رسولؐ گواہ ہوں۔ اور تم لوگوں کے مقابلے میں گواہ ہو۔ سو تم لوگ نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ ہی کو مضبوط پکڑے رہو۔ وہ تمھارا کارساز ہے۔ سو کیسا اچھا کارساز ہے اور کیسا اچھا مددگار ہے۔)

سہ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝

پارہ ۱۵ رکوع ۱۸ (اور جو اعمالِ صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں)

۵۳ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ پارہ ۴ رکوع ۱۲ (تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ ۱۲)

پیغامِ زندگی

سنبھل اے مسلمِ خستہ تجھے کچھ کام کرنا ہے
حیاتِ غم کا ہر لمحہ بقا انجام کرنا ہے

اُٹھا دے خوابِ غفلت سے جگا دے قوم کو اپنی
کہ تیری زندگی سے زندہ اب اسلام کرنا ہے

تمنائے دلِ میری اگر منظور ہو جائے
صداقت آشکارا ہو ضلالت دُور ہو جائے

نہ کر تقلید اوروں کی ترا جب دین کامل ہے
خدا تیرا ہے تو اُس کا شرف تجھ کو یہ حاصل ہے

نصیبِ دشمناں ذلت کا کیوں ہو سامنا تجھ کو
رہین یاس کیوں ہے کیوں ترا ٹوٹا ہوا دل ہے

تعجب ہے ترے ہوتے ہوئے یہ کیدِ شیطانی
"چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی"

وہی تو ہے کہ دُنیا نام سے تیرے دہلتی تھی
تیرے دامن میں طاقت قیصر و کسریٰ کی پلتی تھی

کبھی ساحل کو جا توڑا کبھی موجوں سے ٹکرایا
ہمیشہ کشتیِ ہمت تری آگے نکلتی تھی

کہیں خیبر شکن ٹھہرا کہیں لات و ہبل توڑے
ترے صدق و صفا نے رشتۂ مکر و دغل توڑے

چمک شمشیر کی صورت دکھا دے شانِ مردانہ
بنا دے خالدؓ و ضرارؓ جیسا اور افسانہ

متاعِ زندگی راہِ خدا میں وقف کرتا چل
نثارِ شمعِ دیں ہو جا دکھا ایثارِ پروانہ

تجھے تو پھونکنی ہے رُوح پژمردہ شراروں میں
جواں ہمت کریں تو آگ لگ جاتی ہے دھاروں میں

حکومت کر زمانے پر حرم کا پاسباں بن جا
عدو کے سامنے شعلہ صفت آتش زباں بن جا

عطا تجھ کو ہوا ہے زورِ حیدرؓ فقرِ سلمانی
ترے ہاتھوں میں قوت ہے تو خود تیغ و سناں بن جا

تجھے تو چاہیے ہر لمحہ محوِ جُستجو رہنا
کہ منشا زندگی کا ہے شہیدِ آرزو رہنا

دکھا دے جادۂ ملت حقیقت کو عیاں کر دے
جو حائل ہیں خس و خاشاک اُن کو بے نشاں کر دے

تجھے عظمت بڑھانی ہے تجھے بگڑی بنانی ہے
اگر جوشِ جوانی ہے تو قسمت کو جواں کر دے

قدم آگے بڑھا، باطل مٹا، میدان میں آجا
خدا کا نام لے کر ذوالفقاری شان میں آجا

کوئی تدبیر ایسی کر کہ دینِ حق اُجاگر ہو
یہ اب شمعِ ہدایت ہے تو پھر خورشیدِ خاور ہو

مٹے تاریکی و ظلمت جہاں میں روشنی پھیلے
منور فیض سے اِسکے ہر اک دل ہو ہر اک گھر ہو

صدائیں گونج اُٹھیں قصّۂ ماضی کی کانوں میں
قیامت تک رہے تو صدر بن کر کامرانوں میں

بدلے ہوئے حالات

اِک صاحبِ خدمت سے ہوئی کل جو ملاقات
کیں میں نے بڑے عجز سے یوں اُن سے شکایات

کیا اِس کا سبب ہے کہ ہے ماحول مکدّر
دُنیا میں ہوئے جاتے ہیں ہم موردِ آفات

کہنے کو تو زندہ ہیں مگر مُردوں سے بدتر
مُنہ کھولے ہوئے دیکھتی ہے مرگِ مفاجات

ہیں وقف ہر اِک جور و ستم کے لئے کیوں ہم
کیوں ہم پہ ہیں ادبار کی یہ بارشیں دن رات

ہر لحظہ ہمیں دیکھ کر عالم ہے پریشاں
سکتہ میں جمادات ہیں لرزہ میں نباتات

سوچا بھی کبھی آپ نے کیوں ہم پہ مسلّط
ہیں شام و سحر نکبت و تذلیل کے اوقات

کس کام کے ہیں آپ کے پیر کشف و کرامات
دورانِ مصیبت ہی میں جب کام نہ آئیں

اُمڈا ہوا سیلاب ہے کشتی ہے بھنور میں
لِللہ مدد کیجئے ہے وقتِ مناجات

حالت کا تقاضا ہے کہ اصلاح کو نکلیں
ہے قوم کی خدمت بھی تو از قسمِ عبادات

فرمایا بڑے لطف سے سُن مردِ وفا کیش
سائل ہے جو تو مجھ سے تو ہیں عرض یہ جوابات

تنقید ہے ادروں پہ کیا خود کو فراموش
کب مدِّ نظر اپنے عمل کی ہے مکافات

تقدیر پہ شاکر ہے نہ تدبیر کا حامی
جذبات ہیں مکروہ تو گندے ہیں خیالات

اپنوں سے عداوت ہے تو غیروں سے مروّت
احباب کی خاطر ہے نہ پہلی سی مدارات

رسوائی و ذلّت کا ترِی یہ بھی سبب ہے
منّتِ کشِ اغیار ہے افسوس ترِی ذات

ملّت کا تجھے پاس نہ ہے شرع کا احساس
خو کردۂ الحاد ہے اللہ رے خرافات

بدلی ہوئی حالت ہے ہر اک فردِ بشر کی
دشمن سے مواخات ہی باہم ہیں نزاعات

وارفتۂ تقصیر ہے انعام کا خواہاں
اعمال ہی کھوٹے ہوں تو پھر کیسی مراعات

اِک لمحہ بھی ہو جائے اگر فکر یہ لاحق
کیا تجھ کو سبق دیتی ہیں قرآن کی آیات

بگڑے ہوئے سب کام سنور جائیں جہاں میں
حاصل ہوں خداوندِ تعالیٰ کی عنایات

مسلک ہو اگر پھر ترا توحید پرستی
غلبہ ہو تجھے دہر میں ہو موردِ نعمات

ہر قول میں مضمر ہوں شریعت کے حقائق
ہر فعل سے ظاہر ہوں ترے دین کی خدمات

یکساں ہو بہر طور ترا ظاہر و باطن
اچھے ہوں خیالات تو پاکیزہ مقالات

انسان کو لازم ہے مصائب میں خدا سے
ہو عفو کا طالب بھی کرے ترکِ مباہات

پیدا ہو اگر درد تو درماں بھی ہے لازم
یہ زیست کا منشا ہے سُنیں تُو نے ہدایات

اے صدرؔ تجھے کچھ بھی اگر فہم و ذکا ہے
عبرت کے لئے کافی ہیں بدلے ہوئے حالات

گُفت و شُنید

پُوچھا یہ میں نے شیخ سے اِک روز بَرملا
آتا ہے آپ کو بھی کبھی قوم کا خیال

یعنی کہ ہم میں آج ہزاروں ہیں بدنصیب
جن کے نہیں ہے پاس کوئی مال اور منال

جن کو نہیں شعور سفید و سیاہ کا
جن کی نظر میں ایک سے ہیں زرد اور لال

واقف نہیں زمانے کی جو دستبُرد سے
جن کو نہیں خبر کہ غلط بھی ہے اُن کی چال

کتنے ہیں ہم میں آج جو خانہ بدوش ہیں
کمبل ہے جن کے پاس نہ بستر نہ کوئی شال

روٹی بھی پیٹ بھر کے نہیں ملتی ایک وقت
ملتا نہیں ہے جن کی ضرورت کو اِک پیال

گردش سے آسماں کی فلاکت زدہ ہوئے
اِس سرزمیں پہ جن کا تھا پہلے شگفتہ حال

مجبور ہو رہے ہیں حوادث سے آج کل
جینا بھی ہے محال تو مرنا بھی ہے وبال

فضلِ خدا سے آپ کا روشن دماغ ہے
صورت میں باجمال ہیں سیرت میں خوش خصال

مشکل نہیں ہے آپ سے، چاہیں اگر جناب
جس میں مفادِ قوم ہو صورت وہ لیں نکال

یوں ہو چکا ہے قوم کا شیرازہ منتشر
تاریخ میں بھی جس کی نہیں ہے کوئی مثال

سب جانتے ہیں قوم میں قحط الرّجال ہے
میں دیکھتا نہیں ہوں کوئی اور باکمال

اُٹھیئے خدا کے واسطے اور ساتھ دیجئے
یہ امتحاں کا وقت ہے اے صاحبِ مقال

یہ تھی ذرا سی بات کہ ناراض ہو گئے
کہنے لگے عبث ہے تری ساری قیل و قال

شاید کہ زندگی میں تجھے کام کچھ نہیں
پھرتا ہے صبح و شام جو ہم رنگِ بیرزال

اس دورِ جاں گسل میں مقدّم ہے اپنا پیٹ
فرصت ہو گھر کے غم سے تو ہو قوم کا خیال

دس لڑکے پانچ لڑکیاں ہیں بیویاں بھی چار
پہلے ہے فرض میرے لئے اُن کی دیکھ بھال

دل کو کہاں سکون کہ جب خیریت نہ ہو
یہ دیکھ سیکولین[۱] ہے یہ دیکھ نونہال[۲]

گھر پر نہیں ہے کوئی سوا میرے آدمی
بیوی ہر اک جوان ہے بچے ہیں خرد سال

جلسہ کہیں ہو قوم کا بہجت کا یا مقام
تقریر ہم بھی کرتے ہیں جا کر بصد جلال

چندے کا کام ہو تو چلیں تیرے ساتھ ہم
ورنہ ہمیں تو چھوڑ کہ اپنا بُرا ہے حال

میں نے کہا حضور! ذرا بعدِ احتساب
مجھ کو بتائیے کہ ہے شرعاً یہ عذر دال

تکلیف دے رہا ہوں مجھے خود بھی شرم ہے
مجبور دردِ دل سے ہوں ورنہ تھی کیا مجال

سُن کر کہا یہ طیش سے گستاخ و بے ادب
لازم نہیں ہے شیخ سے اس طرح کا سوال

۱، ۲ اسمائے ادویہ

دُعا ——— (بموقعہ یوم مصر)

اے خدائے پاک تو ہے مالکِ دُنیا و دیں
بے نیازِ غیر ہے ساتھی ترا کوئی نہیں

پاک ہے تو شرک سے بے مثل ہے بے عیب ہے
کائناتِ دہر کا خلاق تُو لاریب ہے
تُو نے اپنے فضل سے بخشا شرف انسان کو
علم دے کر کر دیا چالاک اِس نادان کو

یہ نہیں رہتا ہے شاکر ایک حالت پر کبھی
ایک ہیولا ہے ہوس کا درحقیقت آدمی
بھول جاتا ہے بہت ہی جلد اپنی اصل و نسل
آسماں پر چڑھنے لگتا ہے بحدِ فہم و عقل

ہیں پرے ادراک سے لیکن تری قدرت کے راز
کب یہ زیبا ہے کرے انسان اِس ہستی پہ ناز
ہے "اذقنا الناس رحمۃ" میرے دعوے کی دلیل
دیتا رہتا ہے معین وقت تک سرکش کو ڈھیل

الاماں یہ تھا تری برقِ غضب کا ارتعاش
کاسۂ سر کو کیا فرعون کے جس نے پاش پاش
غرق آخر سب کو رودِ نیل میں تُو نے کیا
سرکشوں کو مِل گئی اپنے کیے کی یوں سزا

جب کیا نمرود نے طاقت پہ اپنی افتخار
اور کیا دعویٰ خدائی کا بزعمِ اقتدار
ایک پشہ کو اشارہ قہر کا تیرے ہوا
موت کا اصلی سبب آخر جو اُس کی بن گیا

خانۂ کعبہ پہ جس دم چڑھ گئے اصحابِ فیل
طائروں کی فوج کو تُو نے دیا حکمِ رحیل
کنکروں سے جس نے غارت کر دیا افواج کو
اِس طرح حقانیت کی تُو نے رکھا لاج کو

غار میں تُو نے بچایا اِس طرح اپنا حبیب[۱] | ایک مکڑی کو دیا یہ حکم آجائے قریب
تن دیا فی الفور جالا جس نے مُنھ پر غار کے | تا نہ دیکھیں آ کے اعدا سیّدِ ابرار کے

آج بھی دُنیا میں ہیں انساں جو کمزور و نحیف | دیکھتے ہیں خشمگیں نظروں سے اُن کو پھر حریف
ہے ترا ارشاد بیشک "لا یحبّ المفسدین[۲]" | بانیٔ بیداد لیکن اب نہیں کرتے یقیں
چاہتے ہیں مادی قوت سے اپنا احتشام | پھر ضرورت ہے کہ مٹ جائے جہاں سے اُن کا نام

۱؎ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ۝ پارہ ۱۱ رکوع ۸

اور جب ہم لوگوں کو بعد اُس کے کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھلا دیتے ہیں۔ تو فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارے میں شرارت کرنے لگتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اِس شرارت کی سزا بہت جلد دے گا۔ بالیقین ہمارے فرشتے تمھاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں۔

۲؎ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ تحقیق اللہ تعالیٰ فساد کرنیوالوں سے محبت نہیں کرتا۔

جامع دہلی

اے کہ تجھ سے عظمتِ شاہ جہاں کی یادگار
تجھ سے زندہ ہے ابھی تہذیبِ مسلم کا وقار

ہے تری تعمیر شاہد شوکتِ اسلام کی
گونجتی ہیں تجھ میں آوازیں خدا کے نام کی

دید کے قابل ہیں تیرے کل مجلّیٰ بام و در
تیرا ہر جلوہ ہے اہلِ دل کو فردوسِ نظر

شان اور رفعت ہے میناروں کی رشکِ کہکشاں
مہر و ماہ آسماں کا گنبدوں پر ہے گماں

صحن کی صنعت پہ حیراں مانی و بہزاد ہیں
بام و در زینت فزائے عالمِ ایجاد ہیں

صاف و مستحکم ہیں کتنے یہ مصلّے یہ ستوں
اور ان پر ہے پچیکاری کی زیبائش فزوں

دیکھ کر یہ مرتبہ حور و ملک حیران ہیں
تیری پیشانی پہ کندہ دین کے فرمان ہیں

خوبصورت اور مصفّیٰ تیری محرابیں تمام
بیش قیمت اور لاثانی ہے منبر لا کلام

رفعتِ سقفِ معلّیٰ آسماں بر دوش ہے
تیرا ماحولِ مقدس عرش در آغوش ہے

درمیانِ صحن حوضِ آب ہے کوثر نُما
جس کی ہر اک موج ہے سرچشمۂ آبِ بقا

چاندنی راتوں میں نظارہ ہے کتنا دل نواز
صبح تک رہتی ہے جس کی چشمکیں گردوں طراز

شام کو پانی پہ جب پڑتا ہے اک عکسِ جمیل
یاد آتی ہے مجھے جنت کی موجِ سلسبیل

یوں بظاہر چند صد سالہ عمارت ہو گئی
ہے عروسِ نو کی صورت تو مگر بالکل نئی

نماز

تُو نہیں جانتا کہ کیا ہے نماز
حق تعالیٰ کی اِک صلہ ہے نماز

شانِ محبوبِؐ کبریا ہے نماز
عزّت و شانِ انبیاؑ ہے نماز

کارِ مقبول اللہ والوں کا
عادتِ حُسنِ پارسا ہے نماز

جو دکھاتی ہے راستہ حق کا
وہ حقیقت میں رہنما ہے نماز

دُور ہوتے ہیں رنج و غم جس سے
ہر مرض کی وہ اِک دوا ہے نماز

قلبِ مضطر کو آیۂ رحمت
جانِ بیمار کو شفا ہے نماز

نیکیوں کی ہے ابتدا اِس سے
دین و ایماں کی انتہا ہے نماز

آرزو اور اُمیدِ اہلِ دل
بخششِ رب کا آسرا ہے نماز

ہے ذریعہ خدا کی مرضی کا
حق سے ملنے کا واسطہ ہے نماز

کُل فواحش سے جو بچاتی ہے
نیکیوں کی وہ اِک ادا ہے نماز

جس سے بنتی ہے عاقبت بہتر
زندگانی کا وہ صِلا ہے نماز

کام آئے گی جو قیامت میں
وہ عبادت ہے وہ دعا ہے نماز

دین و دنیا کی مونس و ہمدم
آخرت کی بھی ہم نوا ہے نماز

کھوٹ انساں کے دُور کرتی ہے
حق میں عاصی کے کیمیا ہے نماز

"روزِ محشر کہ جاں گداز بود
اوّلیں پرسشِ نماز بود"

عقل اور ایمان کا مکالمہ

عقل نے ایماں سے اِک دن اِس طرح بڑھ کر کہا
میں بڑی ہوں یا کہ تُو اے دوست! مجھکو دے بتا

تیری چاہت ہے دلوں میں یا کہ میری آرزو
کس کی اُلفت کے ہیں خواہاں اہلِ دُنیا بَرملا

جستجو کرتا ہے انساں کس کو پانے کے لئے
ڈھونڈتا ہے تجھ کو یا مجھ کو بہر صبح و مسا

کس کے دم سے آج دُنیا میں ہے جدّت کو فروغ
عالمِ ایجاد میں ہے کس کا افضل مرتبا

تو نہیں واقف تو سُن حاصل فضیلت ہے مجھے
میں بتاتی ہوں تجھے جو مجھ میں خوبی ہے سوا

قابلِ صد رشک ہے میرا بہرعالم وجُود
میری ہستی سے ملا ہے آدمی کو ارتقا

وقف ہیں سب علم و فن کی منزلیں میرے لئے
ہے مری تدریس قائم مدرسوں میں جا بجا

کوئی صنعت کوئی حرفت اور کوئی پیشہ نہیں
جو نہ لے میرا سہارا مجھ سے ہو کر آشنا

تار برقی، موٹریں، طیارہ، ریلیں اور جہاز
میرے معمولی کرشمے ہیں جہاں میں رُونما

میرے عاشق فلسفی ہیں میرے شیدا منطقی
رہتا ہے اکثر بڑے لوگوں سے میرا واسطا

کہہ چکی جب عقل اپنی داستانِ جزُ و کل
بڑھ گیا آگے کو ایماں اور یوں گویا ہوا

جو بھی کچھ تو نے کہا مجھ سے بہ اندازِ غرور
میں نے اوّل تا بہ آخر غور سے اُس کو سُنا

کبر و نخوت کی یہ باتیں ہیں تجھے زیبا نہیں
آج حد سے بڑھ رہی ہے تجھ کو یہ کیا ہو گیا

عقل تیرا نام ہے لیکن نہیں تجھ میں شعور
تیرا دعویٰ ہے غلط جھوٹا ہے تیرا مدّعا

مجھ کو ڈر ہے مستحقِ سرزنش ٹھہرے نہ تُو
نیک و بد اعمال کا ہونا ہے سب کے فیصلا

یہ حقیقت ہے میری جاں دونوں ہم مخلوق ہیں
مرتبے لیکن دیئے خالق نے دونوں کو جُدا

سچ ہے یہ انساں کو کر دیتی ہے تُو روشن دماغ
لیکن ہو جاتا ہے وہ گرویدۂ حرص و ہوا

غافل ہو جاتا ہے انساں حد سے جب بڑھتی ہے تُو
جس نے تجھ پر جان دی تو نے اُسے رسوا کیا

سب سے پہلے تو ہوئی شیطان کے سر پر سوار
یوں کیا گمرہ اُسے مردود آخر کر دیا

تُو تسلط جس پہ کر لیتی ہے پورے طور سے
وہ بھٹک جاتا ہے اکثر بھول کر حکمِ خدا

اپنے مُنھ اِس طرح اے ناداں میاں مِٹھو نہ بن
فرق کیا ہے تجھ میں مجھ میں یہ بھی سُن لے اب ذرا

عام ہے میرا کرم لیکن ہے تیرا لطف خاص
مجھ کو اُلفت ہے سبھی سے بادشہ ہو یا گدا

میں نے تیرے چاہنے والوں کو دیکھا مبتذل
میرا جو طالب بنا وہ حق کا طالب بن گیا

تیرا عاشق کبر و نخوت اور تکبر کا شکار
میرے شیدائی کی عادت صبر و زہد و اتقا

نیک و بد کی راہ میں تو شمعِ منزل ہے ضرور
ہوں دلِ انساں میں لیکن میں بھی اک روشن دیا

تجھ کو حاصل کر کے ہو جاتا ہے انساں بیدھڑک
مجھ سے پا لیتا ہے مِل کر منزلِ خوف و رجا

تیرا مسکن تختِ شاہی میرا مسکن کنجِ فقر
میں مجسّم خُلق ہوں اور شیوۂ صبر و رضا

ہو نہیں سکتا ہے تیرا دخل جس حد سے پرے
میں پہنچتا ہوں وہاں فوراً بفضلِ کبریا

میرے آگے ہیچ ہیں دشت و جبل کی وسعتیں
میرے آگے گرد ہے طوفان ہو یا ہو بلا

بخشش دیتا ہوں حیاتِ جاودانی کا شرف!
مِل گئی جنّت اُسے جس نے مجھے دل میں رکھا

تقدیر اور تدبیر

تقدیر سے تدبیر ہوئی شکوہ کناں یوں
یہ بات بتا دے کہ بڑی تو ہے کہ میں ہوں
کچھ عمر سے مطلب ہے نہ دولت سے سروکار
عزّت جسے اللہ دے، ہے اُس کو سزا دار
مشہور ہے دُنیا میں یہ لے خاص سے تا عام
وہ سب سے بڑا آج ہے جس کا ہے بڑا کام
وہ گھر نہیں جس میں نہیں تدبیر کا قصّہ
مجلس ہے وہ سونی نہ ہو جس میں مرا حصّہ
جتنے بھی ادارے ہیں وہ مجھ ہی سے ہیں چلتے
گرتے ہوئے افراد ہیں ہر گام سنبھلتے
سَو طرح سے مائل ہیں مِری چشمِ کرم پر
مجنوں کی طرح چلتے ہیں لیلیٰ کے قدم پر
وہ کون ہے جس کے مرا سودا نہیں سر میں
دلدادہ ہیں سَو جان سے سب میری نظر میں
بن جاتی ہوں ہیں جس کی ذرا دل سے وفادار
نصرت بھی قدم لیتی ہے ہو ہو کے طلبگار
بجتے ہیں دہل جنگ کے میدان میں میرے
اُڑتے ہیں مرے نام کے ہر سمت پھریرے
چڑھتی ہے اگر ناؤ پہاڑوں پہ تو مجھ سے
وہ کام میں کرتی ہوں جو ہوتا نہیں تجھ سے
چُپ سادھ گئی، کچھ تو بتا تُو نے کیا غور
برتر ہوں میں تجھ سے کہ نہیں دیکھ بہر طور

تقدیر بھی ہُشیار ہوئی اور یہ بولی
اِس طرح تو اب تک تھی زباں تُو نے نہ کھولی

انساں کی ہے کوشش کا تو مشہور نتیجا
میں خاص عطیہ ہوں خداوندِ غنی کا

قطرے میں کہاں موجۂ طوفاں کی ہے طاقت
ذرّے کو مناسب نہیں خورشید سے نسبت

جو کچھ بھی کہا تو نے وہ ساری ہے خرافات
بنتی ہے بنائے سے کہیں تیری بڑی بات

گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہے نئے تو
رسوائی و ذلت کا ہے ساماں بھی گہے تو

جو شان ہے میری وہ کہاں تجھ کو میسر
ہو شرح اگر اُس کی تو بھر جائے گا دفتر

ہے وزن مرے قول میں اِک کوہِ گراں کا
ہر پہلو ہے تسلیم شدہ میرے بیاں کا

بکتی نہیں میں لاف و گزاف اپنی طرف سے
واقف ہے ہر اک فردِ بشر میرے شرف سے

سَو بار تو چڑھتی ہے تو گرتی بھی ہے سَو بار
میں دوں نہ سہارا تو نہ ہو نا دتری پار

کتنے ہی حوادث ہیں جنھیں بھول رہی ہے
بدمست ہے کیا آج جو تو بھول رہی ہے

کل ہی کی تو یہ بات ہے ہٹلر سا دلاور
زو پر نہ مری ٹھہر سکا آنکھ ملا کر

ہو حکم خدا مجھ کو تو اک چشم زدن میں
خوشحال بنا دیتی ہوں میں رنج و محن میں

تو لاکھ بھی کوشش کرے تو کچھ نہیں بنتا
آتا ہے وہی پیش جو قسمت میں ہے لکھا

دین و دُنیا

دُنیا نے کہا یہ دیں سے بھائی
وقعت ہے جہاں میں کس نے پائی

میں ہوں بڑی کہ تو بتا دے
پردہ یہ نگاہ سے ہٹا دے

مانا کہ مجھ سے تُو خفا ہے — شکوہ تجھے سدا رہا ہے
تجھ سے بھی ہے مجھے شکایت — کرتا نہیں مجھ سے کیوں محبت
بدلے ہوئے طور ہیں ازل سے — ثابت ہے یہ تیرے ہر عمل سے
کرنا ہے فیصلہ یہ کا ہل — عزت ہے جہاں میں کس کو حاصل
میرا ہے بیاں کہ میں بڑی ہوں — بے وجہ کبھی نہیں اڑی ہوں
خالق نے دیا ہے حسنِ دل کش — کہتا ہے ہر ایک مجھ کو مہوش
صورت میں جمال حُور کا ہے — آنکھوں میں جلال طور کا ہے
شوخی غضب کی ہے چلن میں — مستی سی بھری ہوئی پھبن میں
رفتارِ صبا ہے میری رفتار — پازیبِ حُور کی ہوں جھنکار
یہ کہہ کے دیکھ جا رہی ہوں — اب اور سے دل لگا رہی ہوں
پھرتی ہے میرے پیچھے خلقت — دیوانوں کی طرح بشوق و الفت
ہر آن میری نئی ادا ہے — عشوؤں پہ مرے جہاں فدا ہے
چھوٹے بڑے کرم کے خواہاں — عاشق ہیں گدا و شاہ یکساں
سوتی قسمت جگانے والی — دولت کی ہوں لُٹانے والی
عیش و نشاط کی ہوں مالک — محفل کی بساط کی ہوں مالک
ادنیٰ، اعلیٰ، غلام، آقا — سب ہیں میرے جہاں میں مولاؐ
کہتی ہوں صاف اپنے دل کی — خوبی نہیں ہے تجھ میں کوئی

دیں نے کہا چڑیل د مُردار — سُنتا نہیں میں تیری گفتار
بے ہودہ، لغو اور مہمل — دعوے ہیں کب ترے مدلّل
پہلے تو یہ سمجھ خدارا — صورت ہے تری کسے گوارا
طینت میں تری ہے خود نمائی — صورت پہ ہے مُردنی سی چھائی
بھرتی ہے روُپ بسوا کے — غمزے ہیں ترے سبھی دغا کے
ہے بھول تری یہ زندگی میں — پھرتی ہے خراب بے خودی میں
دو دن کے لیے غرور بے جا — ہرگز نہیں ہے تجھ کو زیبا
سینہ ہے ہوس کا تیرا مسکن — دل ہے ترا مثالِ گلخن
جو حسُن یہ تیرے مر گیا ہے — رسُوا تجھے اور کر گیا ہے
عاشق کی ترے ہے یہ حقیقت — بنتا ہے وہ موجبِ ملامت
عقبیٰ کا نہیں ہے کوئی بھی خوف — کرتا ہے سدا وہ تیرا ہی طوف
میرے اوصاف اتنے اعلیٰ — محبوب بہ نگاہِ حق تعالیٰ
بندوں کے وقار کا ہوں ضامن — خالق کا پیامبر مجھے گن
مقبولِ خدا ہے میری صورت — پھر اُس پہ ملی ہے پاک طینت
عالم ہے شرف کا میرے قائل! — ہوتا نہیں مجھ سے کوئی بددل
میرا شیوہ ہے رفق و اُلفت — تیری سی نہیں ہے میری خصلت
بنتا ہے جو دل سے میرا شیدا — کرتا ہوں اُسی پہ حق ہویدا

احکام ہیں میرے خسروانی
دیتا ہوں عیشِ جاودانی

سرگرمِ تبلیغ سے

رحمتِ حق جوش پر بے اختیار آنے کو ہے
مژدہ اے مومن! کہ وقتِ سازگار آنے کو ہے

گلشنِ اسلام میں تازہ بہار آنے کو ہے
دین کی جانب ہر اک پروانہ وار آنے کو ہے

ذرہ ذرہ بزمِ ہستی کا سراپا نور ہے
نشۂ صہبائے حق سے ہر بشر مخمور ہے

انعقادِ جلسۂ تبلیغ کا یہ اہتمام
دے رہا ہے صاف تنظیمِ حقیقت کا پیام

جذبۂ اخلاص پر ہے منحصر سارا نظام
کیوں نہ ہو حاصل تجھے خوشنودیٔ ربّ الانام

تیرا جو طرزِ عمل ہے قابلِ تقلید ہے
انتم الاعلونؐ کی حاصل تجھے تائید ہے

ہوش کھانے کا ہے مطلق اور نہ پیسے کا خیال
کس طرح ہو دیں کی خدمت سامنے ہے یہ سوال

اسوۂ دینِ محمدؐ پر ہے سارا اعمال و قال
پیش آجائے کوئی مشکل نہیں ہوتا ملال

تجھ کو کچھ شکوہ نہیں ہے گردشِ ایام سے
تیرا مقصد ہے فقط ملت کے استحکام سے

تیرا اقدامِ وفا ہے ایک امرِ ناگزیر — تو نہیں ہوتا کبھی دامِ تذبذب میں اسیر
خم نہیں ہوتا ہے تو پیشِ امیرانِ کبیر — خوش ہے مل جائے اگر نانِ جویں آبِ منیر
تو نہیں کرتا کسی حالت میں چندے کی سبیل
اپنے اخراجات کا ہوتا ہے اکثر خود کفیل

ہیں پسندِ خاطرِ محبوبِ حق تیرے اصول — اس لیئے ہوتے ہیں جان و دل سے وہ سب کو قبول
جتنی باتیں بیہودہ ہیں جتنی رسمیں ہیں فضول — دیکھتا ہے تو جو ملت میں تو ہوتا ہے ملول
قوم کی اصلاح کی ہے دلمیں تیرے آرزو
کارہائے خیر کی جانب لگا رہتا ہے تو

قرنِ اوّل سے ہے قائم سلسلہ تبلیغ کا — کام کرتے آئے ہیں کُل انبیاؑ تبلیغ کا
درحقیقت جس نے سمجھا مدعا تبلیغ کا — ہو گیا سو جاں سے عاشق برملا تبلیغ کا
نیک کاموں کی اشاعت ہے جہادِ اولیں
یہ عمل وہ ہے جو تھا مرغوبِ ختم المرسلینؐ

صدرؔ کے اشعار سن کر کاش ہو ایسا اثر — ہم پئے تبلیغ سب اُٹھیں خدا کے نام پر
گوش زد لبیک کی آواز ہو جائیں جدھر — دیکھنے والوں میں پیدا ہو عقیدت کی نظر
ہو کے خوش آگے بڑھیں میداں میں سب دیوانہ وار
قومِ مسلم کو ہو حاصل تاکہ پہلا سا وقار

ایک دوست کے نام —— (تبلیغی پیغام)

چشمِ عبرت کھول ناداں حشر کا ہنگام دیکھ
موت تیری تاک میں ہے زیست کا انجام دیکھ
تیرا کل تک نام تھا روشن ستاروں کی طرح
آج لیکن ہے تُو ہر اِک بزم میں بدنام دیکھ

گوش زد ہے تیرے او غافل صدائے دل گداز
تا بکے شل تیرے اعضا اور آنکھیں نیم باز

آ بتاؤں میں تجھے فطرت کا رازِ ہست و بُود
کس لئے پیدا ہوا عالم میں انساں کا وجود
مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ کی یہ تفسیر ہے
زندگی ہو تیری خالق کے لئے وقفِ سجود

اپنے قول و فعل کو اِس آئینے میں دیکھ لے
صبح سے تا شام کتنے کام ہیں ایسے ترے

تُو موحد بن کے غیروں کی طرف مائل ہوا
عاشقِ صد بُت کدہ اے وائے تیرا دل ہوا
چھوڑ کر درگاہِ ربُّ العالمیں کو کس لئے

دربدر کے مانگنے والوں میں تو شامل ہوا
تیرے مذہب میں ہے سجدہ دوسرے کو کب رَوا
سچ بتا! اے داعیٔ حق تجھ کو یہ کیا ہو گیا

شرک اور بدعت کی باتوں سے نہیں ہے اجتناب
لاابالی پن ہے وہ دل میں نہیں خوفِ عذاب
جو ہے اپنا اُس سے نفرت غیر سے رغبت تجھے
اِس لئے رسوا ہے تُو اور ہے ترا خانہ خراب
تجھ کو عقل و ہوش ہے تو ہوش سے کچھ کام لے
چھوڑ کر باطل پرستی اب خدا کا نام لے

وقت پر مسجد میں آ سُن کر اذانِ روز و شب
پڑھ نمازیں با جماعت تاکہ ہو پھر فضلِ رب
قادرِ مطلق جو ہے اُس کو سمجھ مشکل کُشا
دُور ہو جائیں گے تیرے ایک دن رنج و تعب
گوشے گوشے میں سُنا دے دین کے پیغام کو
دے عروج اپنے عمل سے ملّتِ اسلام کو

دین کے کاموں میں رکھ لے دوست اپنا انہماک
جان و دل دام و درم حُسنِ عمل سے اشتراک
ہے ضرورت یہ کہ مل کر آج سب اہلِ حرم

رسم ہائے بد سے کر دیں دفعتہً پھر دیں کو پاک

اتحادِ باہمی کا ہاتھ میں لے کر علم

اُٹھ بڑھا بہرِ خدا ایماں کے میداں میں قدم

راہ میں حائل ہیں جو دُشواریاں آسان کر

آخرت کی پیش ہے منزل کوئی سامان کر

چھوڑ دے طرزِ تغافل زندگی ہے مستعار

مان لے کہنا مِرا مجھ پر ہی یہ احسان کر

تجھ کو ہمچشموں میں جب کج راہ پر پاتا ہوں میں

تیری گمراہی سے پیہم دل میں گھبراتا ہوں میں

تو حقیقت میں اگر جھک جائے رب کے سامنے

سرخرو ہو دو جہاں میں دوست سب کے سامنے

کام کچھ چلتا نہیں ہے شیخ و سیّد سے یہاں

ہے عمل افضل حسب کے اور نسب کے سامنے

یاد رکھ صدرِ حزیں کی یہ نصیحت یاد رکھ

زندگی کی قدر کر ہے بیش قیمت یاد رکھ

لہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ○ سورہ والذاریٰت رکوع

(اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کیا کریں)

بدلی ہوئی زمانے کی رنگت ہے آج کل

دَورِ قمر ہے جوشِ نحوست ہے آجکل — آفت کا سامنا ہے قیامت ہے آجکل
جھوٹی نہیں یہ بات حقیقت ہے آجکل — دُنیا کنارِ قعرِ مذلت ہے آجکل
مَر مَر کے جی رہے ہیں غنیمت ہے آجکل

جورِ فلک کی عام شکایت ہے آجکل — کیسے کہوں کہ دَورِ صداقت ہے آجکل
ہر ہر قدم پہ ایک مصیبت ہے آجکل — سُنتا نہیں ہے کوئی یہ حالت ہے آجکل
کیا کہیے کس سے کہیے ندامت ہے آجکل

آنکھیں ہیں اشکبار کوئی پُوچھتا نہیں — دل بھی ہے زار زار کوئی پُوچھتا نہیں
کیوں ہوں نہ سوگوار کوئی پُوچھتا نہیں — "پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں"
یہ شان ، یہ وقار ، یہ عزت ہے آجکل

منزل نظر سے دُور ہے رہبر نہیں کوئی — درماندگی ہے یاس بھی ہے اور کجروی
ہمرہ خدا کی ذات ہے یا اپنی بے کسی — دہشت برس رہی ہے ہر اک جا ہے تیرگی
منظر وہ سامنے ہے قیامت ہے آجکل

بے مائگی کا دَور ہے بے برکتی کے ساتھ — اُلجھن لگی ہوئی ہے ہر آدمی کے ساتھ
تبدیل ہو رہی ہے خوشی بھی غمی کے ساتھ — فکرِ معاش ایسی کہ ہے زندگی کے ساتھ

حاصل جہاں میں کس کو فراغت ہے آجکل

مومن تھا جس کا نام مسلماں نہیں رہا
ایماں کی ہے یہ بات کہ عرفاں نہیں رہا
ہم کو خیالِ مرضئ یزداں نہیں رہا
حاصل تھا جس سے عیش وہ سلماں نہیں رہا
رُسوا ہمارے نام سے ملّت ہے آجکل

کرتے ہیں فکرِ علم و ہنر زر کے واسطے
پھرتے ہیں دربدر یہ بشر زر کے واسطے
پروا نہیں اگر ہو ضرر زر کے واسطے
کوشاں ہیں صبح و شام مگر زر کے واسطے
مقصد جوان و پیر کا دولت ہے آجکل

یہ بے حسی وفا کا ذرا پاس بھی نہیں
انسانیت کے فرض کا احساس بھی نہیں
انجام آشنا نگہِ یاس بھی نہیں
اللہ کے کرم کی غرض آس بھی نہیں
کھُلتی نہیں ہے آنکھ وہ غفلت ہے آجکل

پہلے تو ہم میں کوئی نہ اتنا ملول تھا
محتاج تھے نہ غیر کے مرنا قبول تھا
امداد پر خدا تھا اور اُس کا رسولؐ تھا
بھولے ہوئے ہیں ہم جو سلف کا اصول تھا
بے وجہ یہ نہیں ہے جو ذلّت ہے آجکل

صبر و رضا و زہد کی عادت نہیں رہی
حاصل جو لازوال تھی نعمت نہیں رہی
دینِ متیں پہ چلنے کی رغبت نہیں رہی
دل میں خدا کے نام کی عظمت نہیں رہی
بدلی ہوئی زمانے کی رنگت ہے آجکل

شیشہ نہیں، سبو بھی نہیں جام اب نہیں
اِس میکدے میں مے کا کہیں نام اب نہیں

نالہ حریفِ گردشِ ایّام اب نہیں　　دل کو سکون رُوح کو آرام اب نہیں

خاموش تارِ سازِ طریقت ہے آجکل

ہٹتے ہی مستقر سے ہمارا کھُلا بھرم　　نظروں میں دو جہاں کی رہے ہم نہ محترم
چھوڑے ہوئے ہیں عادتِ مہر و وفا کو ہم　　ہم نے کیا ہے قصرِ اخوّت کو منہدم

مکر و ریا و کذب کی کثرت ہے آجکل

ٹوٹا ہوا ہے رشتۂ تنظیم و انضباط　　اب اُٹھتا جا رہا ہے اگر تھا بھی ارتباط
مطلب کی دوستی ہے غرض کا ہے اختلاط　　کیا دیکھیے دکھلائے ہمیں دورِ انحطاط

کیسا ہے پیار کس کو محبت ہے آجکل

آتے نہیں نماز کو مسجد ہے گو قریب　　بیکار وقت کھوتے ہیں باتوں میں بدنصیب
اکثر ہے نوجوانوں کا کچھ رنگ ہی عجیب　　رہتے ہیں مست بادۂ ہر جلوۂ حبیب

دیکھو جسے وہ مُنکرِ طاعت ہے آجکل

آوارہ کھیل کود میں پھرتے ہیں نونہال　　کپڑے پھٹے ہوئے ہیں شرارت میں ہے کمال
تعلیم کا ہے شوق نہ تہذیب کا خیال　　آغاز ہی بُرا ہو تو اچھا ہو کیا مآل

بدنامیوں کے کاموں میں شہرت ہے آجکل

نادم ہوں ہم گناہ پہ اتنا تو ہو شعور　　جُھک جائیں اُس کے آگے جو ہے واقعی غفور
دل میں ہو یہ یقین کہ بخشے گا وہ ضرور　　توبہ ہے اِس کا نام کہ پھر ہو نہ کچھ قصور

توبہ ہی کی تو صدر ضرورت ہے آجکل

اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا

قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا مِنْ سُنَّتِیْ اَدْخَلْتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْ شَفَاعَتِیْ۔ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس حدیثوں کو جو شخص حفظ یاد کرے یا لوگوں تک پہنچائے۔ اس کے متعلق ایک جگہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کو فقہا اور علمار کے زمرے میں اٹھائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیہہ بنا کر اٹھائے گا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ فرمایا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں قیامت میں اُس کی شفاعت کروں گا اور اُس کے ایمان کی شہادت دوں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ علما کے زمرہ میں لکھا جائے گا اور شہیدوں کی جماعت میں اُٹھایا جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۔ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ۔

ہوش والو! یہ رسولؐ اللہ کا پیغام ہے
ہے نصیحت۱ ہی نصیحت دین جسکا نام ہے

۲۔ اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ۔

ایک مومن۲ دوسرے مومن کا صاف آئینہ ہے
اور کی اصلاح ہو اس طرح تجھ کو جینا ہے

۳۔ زِنَا الْعَیْنَیْنِ النَّظَرُ۔

تو اگر کرتا ہے نامحرم پہ اپنی بد نظر
دونوں۳ آنکھوں کا زنا اس کو سمجھ لے بے خبر

۴۔ لَا تَاْتُوا الْکُہَّانَ۔

غیب۴ کی باتیں جو بتلائے نہ جا تو اُسکے پاس

۵۔ تُحْفَۃُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ۔

موت۵ بھی مومن کا تحفہ ہے نہ کر اُس سے ہراس

٦. اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ۔

ہو اگر نادم[6] گناہوں پر یہ توبہ ہے ضرور

٧. عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ۔

اور عذابِ[7] قبر برحق ہے نہ کر ہرگز قصور

٨. فِي الْحَجْمِ شِفَاءٌ۔

پچھنے[8] لگوانے میں بیماری سے ہوتی ہے شفا

٩. اَلسِّلُّ شَهَادَةٌ۔

سِل[9] کی بیماری میں مرنا ہے شہادت برملا

١٠. ثَمَنُ الْجَنَّةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

کلمۂ طیب[10] کو رکھ وردِ زباں ہر صبح و شام
اِس کے بدلے میں ملے گی تجھ کو جنّت لاکلام

١١. اَلْحُمّٰى شَهَادَةٌ۔

اتفاقِ وقت سے آجائے گر تجھ کو بخار[11]
ہے شہادت کا ثواب اِس میں نہ گھبرا زینہار

١٢. اَفْشُوا السَّلَامَ تَسْلَمُوْا۔

جب ہو ملنے کا کسی سے موقع کر باہم سلام[12]
تاکہ بزمِ امن میں تیرا رہے اونچا مقام

١٣. زِنْ وَارْجِحْ۔

تولنے[13] اور ناپنے میں رکھ سدا اِس کا خیال
جس سے سودا ہو رہا ہے جائے پورا اُس پہ مال

١٤. تَهَادَوْا تَحَابُّوْا۔

لینا دینا ہے تحائف[14] اور ہدایا کا مفید
اِس طرح ہوتی ہے باہم بالیقیں اُلفت مزید

١٥. اَلرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ فِي النَّارِ۔

رشوتیں[15] لینا بھی دینا بھی یقیناً ہے بُرا
دونوں یکساں جرم ہیں دونوں کی دوزخ ہے سزا

١٦. اِذَا اَسَأْتَ فَاَحْسِنْ۔

تجھ سے[16] ہو جائے اگر سرزد کبھی کوئی قصور
کر تدارک میں تو اُس کے کارِ خوش اے باشعور

۱۷۔ اَلْعَيْنُ حَقٌّ۔
چشمِ بد[۱۷] ہیں کی نظر کا لگنا برحق جان لے

۱۸۔ اَلْجَارُ حَقٌّ۔
تجھ پہ ہمسایہ[۱۸] کا کوئی حق ہے یہ بھی مان لے

۱۹۔ لَا تَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ۔
موت[۱۹] کی خواہش نہ کر ہرگز مصیبت میں کبھی

۲۰۔ اِسْمَحْ يُسْمَحْ لَكَ۔
کر رعایت[۲۰] دوسرے کی تاکہ ہو وہ تجھ پہ بھی

۲۱۔ اِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْكُتْ۔
غصہ کی[۲۱] حالت میں کرے خامشی کو اختیار
ایک چپ سو کو ہراتی ہے بنا اِس کو شعار

۲۲۔ اَلدُّعَاءُ يَرُدُّ الْبَلَاءَ۔
دفع[۲۲] ہوتی ہیں بلائیں ہو اگر دل سے دُعا

۲۳۔ اَلصُّبْحَةُ تَمْنَعُ الرِّزْقَ۔
صبح[۲۳] کے سونے سے روزی روک دیتا ہے خدا

۲۴۔ اِجْتَنِبُوا كُلَّ مُسْكِرٍ۔
نشہ[۲۴] والی چیز سے پرہیز کرنا چاہیئے

۲۵۔ اَلطِّيَرَةُ شِرْكٌ۔
شرک کی ہے بات بدفالی[۲۵] سے ڈرنا چاہیئے

۲۶۔ اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ۔
ناف[۲۶] سے نیچے کا حصہ جس قدر ہے ران کا
ہے چھپانے کی جگہ وہ ستر ہے انسان کا

۲۷۔ اَلزِّنَا يُورِثُ الْفَقْرَ۔
رزق ہو[۲۷] جاتا ہے کم زانی کا یہ کرلے یقیں

۲۸۔ اَكْرِمُوا الْخُبْزَ۔
رزق کی کر قدر[۲۸] تا کہ خوش ہو ربُّ العالمیں

۲۹۔ اَلْاَمَانَةُ غِنًى۔
کھو نہ اُس کو پاس تیرے دوسرے کی ہو جو شے
مال داری کے مشابہ ہی امانت[۲۹] داری ہے

۳۰۔ مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔
رحم جو کرتا نہیں[۳۰] اوروں کے حالِ زار پر

رحم اُس پر بھی نہیں ہوتا ہے تُو ایسا نہ کر

۳۱۔ شَرُّ الْبُلْدَانِ اَسْوَاقُھَا۔
شہر کے یا بستیوں[۳۱] کے جس قدر بازار ہیں
حق میں اہل اللہ کے بدتر ہیں دل آزار ہیں

۳۲۔ اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ۔
ہے عذابِ آخرت[۳۲] کے واسطے روزہ سپر

۳۳۔ نِعْمَ الْجِهَادُ الْحَجُّ۔
حج کا کرنا[۳۳] زندگی میں ہے جہادِ خوب تر

۳۴۔ اِبْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔
جو ضرورت[۳۴] مند ہوں اور جن سے رشتہ ہو قریب
اُن کو دے خیرات اپنی سب سے پہلے اے حبیب

۳۵۔ اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ۔
ہے حیا[۳۵] بھی خاص ایماں کی علامت یاد رکھ

۳۶۔ اَلْخَالَۃُ بِمَنْزِلَۃِ الْاُمِّ۔
خالہ[۳۶] ہے قائمِ مقامِ مام اُس کو شاد رکھ

۳۷۔ دَلِیْلُ الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ۔
دوسروں[۳۷] کو کوئی دے ترغیب نیکی کی اگر
ایسا ہی ہے جیسے نیکی کر رہا ہے وہ بشر

۳۸۔ لَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ۔
وہ وصیت تُو نہ کر جس سے ہو وارث[۳۸] کو ملال
وارثوں کا مارنے کو حق، نہ کر ایسا خیال

۳۹۔ مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا۔
دھوکہ[۳۹] بازی جس نے کی وہ غیر ہے ہم میں نہیں
احتمالِ نقضِ بہم ربطِ باہم میں نہیں

۴۰۔ اَعْلِنُوا النِّکَاحَ۔
النکاح سنتی کی جب تجھے توفیق ہو
اُس کو بالاعلان[۴۰] کر جب بھی ہو بالتصدیق ہو

سوزِ عشق

میرے گھر کے صحن میں تھا اک چھوٹا سا چمن — ہر روش پر جس کے تھے رونق فزا سرو و سمن

صبح کا تھا وقت اور میں اک کیاری کے قریب — دیکھتا تھا برگِ ہر گُل میں تماشائے عجیب

ایک بھونرا رقص کرتا، جھومتا، گاتا ہوا — اک کلی پر گر رہا تھا جوش دکھلاتا ہوا

واقعی تھی وقفِ حسنِ غنچہ اُس کی جانِ زار — اُڑ رہا تھا صورتِ پروانہ ہو کر بے قرار

دوسرے دن بھی تھا منظر روبرو میرے یہی — اِک شگفتہ پھول تھا لیکن جو کل تک تھی کلی

ناگہاں اِتنے میں آیا باغ کا مالی وہاں — پھول توڑا اُس نے وہ تھا جس پہ بھونرا نغمہ خواں

بھنبھنا کر اُڑ گیا بھونرا بحالِ اضطراب — اور میں کھاتا رہا دل میں ہزاروں پیچ و تاب

کارِ گلچیں نے مرے جذبات کو تڑپا دیا — دیر تک بھونرے کی ناکامی پہ میں رویا کیا

اِک ہجومِ اضطرابِ دردِ دل لے کر اُٹھا — پاس ہی کمرہ تھا میرا اُس کی جانب بڑھ گیا

سامنے گلدستہ اِک رکھا ہوا تھا میز پر — رکھ گیا تھا جس کو مالی حسبِ عادت باندھ کر

آ گیا تھا پاس بھونرا جستجو کرتا ہوا — دل میں طوفاں خیز آہیں سرد سی بھرتا ہوا

بے خودی میں اُس کا اُڑنا اور پیہم جھومنا — پھر یکایک گر کے پیشانیٔ گُل کا چومنا

میرے نوکر کو نہ بھایا اُس کا یہ ذوقِ نیاز — توڑ ڈالا اُس نے اِک تھپڑ سے یہ اُلفت کا ساز

میری حیرت کی نہ اب باقی تھی کوئی انتہا — سوچتا تھا دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا

راز دارِ بزمِ فطرت ہر کسی کا دل نہیں
وہ بھی کیا دل ہے جو سوزِ عشق کا حامل نہیں

اِک پیکرِ نوخیز

اللہ کرے مجھ کو بھی حسّاس و خرد خیز
دل بھی مرا روشن ہو نظر بھی ہو مری تیز

دُنیا میں رہوں بن کے سدا دین کا حامل
سینہ ہو مرا نورؒ سے ایمان کے لبریز

گلشن میں مری عمر کے جتنی ہوں بہاریں
ہر صبح مسرت کی ہو ہر شام طرب خیز

دولت بھی ہو عزت بھی وجاہت بھی شرف بھی
حاصل ہو غرض عیش کا سامانِ دل آویز

قسمت ہو سکندر کی تو دارا کا حشم ہو
رستم کی سی طاقت ہو تو سطوت میں ہوں پرویز

فغفور کی ہو شان تو کسریٰ کے مراتب
بیژن کی شجاعت جگر و بازوئے چنگیز

میں بن کے بڑا سب کو اخوت کا سبق دوں
ہو گبر کہ ترسا ہو، مسلماں ہو کہ انگریز

رغبت ہو مجھے اُن سے جو ہوں دین کے حامی
باغی سے رہوں بچ کے تو غدّار سے پرہیز

اے کاش مری زیست میں اطوار بدی کے
عادات و خصائل میں نہ ہو جائیں شرر ریز

ہے لطف و کرم تیرا مگر اور فراواں
کر مہرِ محبت کی شعاعوں کو ابھی تیز

پوری ہوں تمنّائیں مجھ آزردہ نظر کی
واپس ہو ترے در سے نہ فریادِ غم آمیز

دھو کر مرا دل بادۂ عرفاں سے تو رنگ دے
جس طرح کہ رنگتا ہے کسی جامے کو رنگریز

ہم عمر مرے جتنے ہیں توفیق اُنھیں دے
بلبل کی طرح گاتا ہوں وہ درنالہ شکر ریز

اے صدرؔ مجھے یاد ہے جب وقتِ سحر تھا
کرتا تھا دعا دل سے یہ اِک پیکرِ نوخیز

حضرتِ رابعہ خاتون بصریؒ

معتکف حجرے میں تھیں اِک سمت حضرت رابعہؒ
پیش آیا وقتِ شب اِک دن انھیں یہ واقعہ

خادمہ نے عرض کی آکر کہ اے عالی جناب
گھر میں مہماں آج تو ہیں دو ہی روٹی دستیاب

ماحضر اسکے سوا باقی نہیں ہے میرے پاس
حکم ہو تو میں کِھلادوں انکو بیخوف وہراس

سُن کے فرمایا، ابھی ٹھہرو، خدا ہے کارساز
خادمہ واپس ہوئی کرکے ادا رسمِ نیاز

دی صدا سائل نے آکر اُس درِ اکرام پر
بھیج دے مائی جو ہو توفیق رب کے نام پر

خادمہ نے حضرتِ والا سے پوچھا کیا کروں
روٹیاں دو ہیں انھیں سائل کو میں دوں یا نہ دوں

ہو کے خوش فرمایا دے دو حق اِسی سائل کا ہے
امتحاں مقصود رب کو کچھ ہمارے دل کا ہے

آئی واپس خادمہ اور حکم کی تعمیل کی
جس قدر مہماں تھے بولے تو نے کیوں تعجیل کی

بھوک کی شدت سے ہیں بیتاب ہم سارے بشر
حیف ہے تو نے نہ لی اب تک ہماری کچھ خبر

اتفاقاً خادمہ کو در سے یہ آئی صدا
کھانا لایا ہوں فلاں کا آکے لے جاؤ ذرا

پہونچی لے کر خادمہ حضرت کی خدمت میں طعام
کھول کر دیکھا تو تھیں روٹی اٹھارہ بانتظام

دیکھ کر فرمایا کھانا یہ ہمارا ہے نہیں
دو اُسے واپس نہ لایا ہو وہ بھولے سے کہیں

آئی نہ اور حکمِ حضرت جو سُنا تھا کہدیا
ہے انھیں کا کھانا لے جا، لانے والے نے کہا

نام سے واقف ہوں میں اور دینے والے نے مجھے
یہ کہا تھا، لے کے جا گھر رابعہ خاتون کے

الغرض وہ پیشکش پھر پیشِ عالیجاہ کی
جو سُنی تھی گفتگو کی عرض رسم و راہ کی

بیس ہونی تھیں یہ فرمایا ہماری روٹیاں
جا کے پوچھو اُس سے وہ دو چھوڑ کر آیا کہاں

تم نے دو روٹی ابھی خیرات کی تھیں یا نہیں
ایک کے بدلے میں دس ملتی ہیں اپنا ہے یقیں

یا تو کھانا لینے دینے والے ہی کے گھر بدلا گیا
یا سرقہ پھر کہیں لانے ہی والے نے کیا

واقعہ جب خادمہ نے کر لیا معلوم صاف
رکھ لیا حضرت نے کھانا کر کے سارق کو معاف

جتنے تھے مہمان دو دو روٹیاں تقسیم کیں
پھر کیا سجدہ برائے شکرِ ربُّ العالمیں

اللہ اللہ کس قدر محکم تھے ایمان و عمل
کاش حاصل ہو ہمیں بھی یہ سعادت آج کل

مولا سُن لے

اے خداوندِ جہاں مالک وحیّ و قیُّوم
ہے تصرّف میں ترے دونوں جہاں کا مقسوم

تجھ کو قدرت ہے ہر اک امر میں یہ ہے معلوم
بار آور ہو مرا نخلِ امیدِ موہوم

تُو جو چاہے تو ابھی قطرے کو دریا کر دے
رشکِ گلزارِ ارم دامنِ صحرا کر دے

تجھ پہ حالت ہے عیاں قوم کی ساری یا رب
ہو گئی حد سے سوا ذلت و خواری یا رب

ہوش اُڑے جاتے ہیں اور خوف ہے طاری یا رب
کوئی سُنتا نہیں فریاد ہماری یا رب

اب کہاں دیکھ سنبھلنے کا ہے یارا ہم کو
ہاں سوا تیرے نہیں کوئی سہارا ہم کو

ہم گنہگار، خطا کار ہیں، انکار نہیں
تیری رحمت سے ہوں مایوس یہ اقرار نہیں
بات سچی ہو تو کہنے میں کوئی عار نہیں
زندگی آج کی کچھ ہم کو سزاوار نہیں
مبتلا کشمکشِ دہر میں روز و شب ہیں
تیرے بندوں میں پریشان بہت ہم اب ہیں

نام لیوا ترے محبوب کے اب جائیں کہاں
کون سا در ہے کہ جس در پہ کریں آہ و فغاں
کیا کروں حالِ پریشانیٔ مسلم کا بیاں
خوف ہے مجھ کو نہ ہو جائے کہیں راز عیاں
عیب ہے امن کے سامان فراہم کر دے
فتنۂ کفر سے محفوظ یہ عالم کر دے

ہم میں اسلاف کے اطوار نہیں ہیں موجود
کھو دیا اپنے ہی ہاتھوں سے دُرِ ہر مقصود
پاس ملت کا، نہ اعمال ہیں اپنے محمود
یہ تو سب کچھ ہے مگر لطف ہے تیرا افزود
واسطہ احمدِ مختار کا دے ذوقِ عمل
اور ایسا، کہ دیں ہم حالتِ دُنیا کو بدل

جذبۂ شوق سے ایماں کے مدارج ہوں بلند
ہم سے اعمال وہ سرزد ہوں جو ہوں تجھ کو پسند
دونوں عالم کی فضاؤں میں رہیں ہم خورسند
کھول دے دامِ غم و رنج کے سب قید و بند
آبِ رحمت سے گناہوں کی سیاہی دھو دے

کشتِ اُمید میں پھر تخمِ محبّت بو دے

عزم بالجزم دے اور حوصلہ وافر ہم کو — اپنا دیوانہ بنا دین کی خاطر ہم کو

اپنے فرمان کا کرا تنا تو ماہر ہم کو — "فَاذْکُرُوْنِیْ"[1] یہ جو تُو دیکھ لے شاکر ہم کو

ہم خطاوار، گنہگار ہیں مولا سُن لے

تیری رحمت کے طلبگار ہیں مولا سُن لے

[1] فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ — تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد رکھوں گا۔ اور میری شکر گزاری کرتے رہو اور ناسپاسی نہ کرو۔ سورۂ بقرہ

کسوٹی

چاہیئے حق کی رضا کے واسطے انسان کو — حدِّ توحید و رسالت پر رکھے ایمان کو

اہلِ سُنّت والجماعت کے عقائد مان لے — جو ضروری ہیں شریعت کے مسائل جان لے

صدق دل سے پھر کرے احکامِ قرآں پر عمل — یعنی شرعِ مصطفےٰ پر گامزن ہو مستقل

وقت پر اپنی نمازوں کو ادا کرتا رہے — دین کے کاموں میں سعیٔ برملا کرتا رہے

زندگانی میں رذائل سے کنارہ کش رہے — نیکیوں کے جمع کر لینے میں تکلیفیں سہے

دل میں عظمت اور ہیبت ہو خدا کے نام کی — مطمئن مسلم رہے یہ شان ہے اسلام کی

حرص، غصہ، جھوٹ، غیبت اور کینہ چھوڑ دے — جس سے ہو تحریفِ سُنّت وہ قرینہ چھوڑ دے

صبر و شکر و زہد و طاعت اور قناعت ہو مدام — زندگی کا لمحہ لمحہ گزرے ایسا ہو نظام

ہو اگر سرزد گنہ کوئی تو پھر توبہ کرے — بخش دے گا اُس کو مولیٰ یہ یقیں بندہ کرے

سب سے کمتر خود کو سمجھے رازِ خودداری ہے یہ
آپ کو افضل سمجھنا ذلت و خواری ہے یہ

نرم گفتاری، میانہ چال، سیدھی ہو روش
ذہنِ حکمت آفریں میں ہو نہ کچھ فکرِ خلش

ہو اگر تنقید تو اپنی، نظر کے سامنے
حدِ تمکیں سے نہ گزرے ہر بشر کے سامنے

ہنسنے اور رونے کی کثرت خطرتاً ہو ناگوار
ذکرِ حق یادِ خدا میں کٹتے ہوں لیل و نہار

نیک و بد اعمال کا اپنے کرے شب کو حساب
نقص اپنے میں پائے جو لازم ہے اُس سے اجتناب

جہل سے بچتا رہے اور علم کو حاصل کرے
نُور سے ایماں کے روشن ظلمتِ باطل کرے

بے نواؤں بے کسوں کا مفلسی میں ساتھ دے
حسبتہً للہ جو اِس ہاتھ لے اُس ہاتھ دے

اب پرکھئے اِس کسوٹی پر مسلماں کون ہے
جس کو کہتا ہے خدا مومن وہ انساں کون ہے

لقمان کی نصیحت
(قرآن کی روشنی میں)

حضرتِ لقماں نے یُوں اک روز بیٹے سے کہا
زندگانی اِس لیے حق نے تجھے کی ہے عطا

تاکہ تُو پہلے سمجھ لے بندۂ ناچیز ہے
بعد اِس کے کچھ فرائض ہیں اگر تمیز ہے

دونوں عالم کا نگہباں تُو خدا کو جان لے
ہر صفت میں اُسکو یکتا اور واحد مان لے

چرخِ ہفتم پہ ہو یا زیرِ زمیں پوشیدہ ہو
وہ خبر رکھتا ہے ہر شے کی کہیں پوشیدہ ہو

اُس کو قادر حشر پر اور نشر پر یکساں سمجھ
لایزال و لم یزل اور مالک و یزداں سمجھ

وہ ہر اک کے نیک و بد کردار سے آگاہ ہے
ہم کو جو دشوار ہے، آساں وہ اُسکو راہ ہے

تُو نہ کرنا شرک ہرگز دیکھ! ساتھ اللہ کے
ظلم ہے یہ ظلم، حق میں مردِ حق آگاہ کے

شرک سے بڑھ کر گُنہ کوئی بھی دنیا میں نہیں
شرک سے ناراض ہو جاتا ہے ربّ العالمیں

حکم ہے خالق کا کر ماں باپ کی تعظیم تُو
جو کہیں وہ سر کو کر دے خم پئے تسلیم تُو

ہے عدولی کی اجازت فعلِ نامشروع پر
یعنی منہیات میں تُو اقتدا ہرگز نہ کر

میرے بیٹے کر نمازوں کو ادا اپنی مُدام
کر نصیحت دوسروں کو نیکیوں کی صبح و شام

جو مصیبت آئے اُس پر صبر کرنا چاہیئے
کام یہ ہمت کا ہے ہمت پہ مرنا چاہیئے

تُو عوام النّاس سے ہرگز نہ اپنا رُخ بدل
خاک بن کر رہ زمیں پر آسماں بن کر نہ چل

کبر و نخوت کو نہیں کرتا ہے مولا بھی پسند
اِس کے باعث ہو گیا شیطاں لعیں اے ارجمند

اعتدال اچھا ہے رکھنا شیوۂ رفتار میں
پست کرنا چاہیئے آواز کو گفتار میں

شور کرنا بے سبب زیبا نہیں ہے زینہار
شاق ہوتا ہے ہر اِک پر چیخنا ہے جب حمار

دین کی تلقین کر اُلفت سے تُو صبح و مسا
کر نہ پروا معترض کی حق پہ قائم رہ سدا

اِس نصیحت پر جو ہو عامل وہی فرزند ہے
باپ بھی راضی ہے اُس کا اور خدا خورسند ہے

لہ تفصیل کے لئے دیکھیے سورۂ لقمان رکوع ۲ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ.....
.....لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝ اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا!

خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا۔ بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ اور ہم نے انسان کو اُس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے کہ اُس کی ماں نے ضعف پر ضعف اُٹھا کر اُس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اُس کا دُودھ چھُوٹتا ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر کہ میری ہی طرف لَوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر تجھ پر وہ دونوں اِس بات کا زور ڈالیں کہ تُو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو اُن کا کہنا نہ ماننا اور دُنیا میں اُن کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا۔ اور اُس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہے۔ پھر تم سب کو میرے پاس آنا ہے پھر میں تم کو جتلادوں گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمان کے اندر ہو یا وہ زمین کے اندر ہو تب بھی اُس کو اللہ تعالیٰ حاضر کر دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین ہے۔ بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اُس پر صبر کیا کر یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ اور لوگوں سے اپنا رُخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر۔ اور اپنی آواز کو پست کر بے شک آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھوں کی آواز ہے۔

(ترجمہ سورہ لقمان)

فکر و احساس

ازل سے شریعت کا فتویٰ یہی ہے کہ جس کو محمدؐ سے اُلفت نہیں ہے
نہیں ہے وہ پابندِ حکمِ الٰہی خدا کو بھی اُس سے محبّت نہیں ہے

وہ صبحِ فروزاں وہ شامِ درخشاں، ہوائیں معطّر، فضائیں منوّر
مدینے کی گلیوں کو دیکھیں وہ جا کر جو کہتے ہیں دُنیا میں جنّت نہیں ہے

نہ تائیدِ اسرارِ فطرت سے واقف نہ آگاہ احکامِ ختمُ الرّسلؐ سے
وہی لوگ اکثر ہیں گم کردہ منزل جنھیں دیں پہ چلنے کی عادت نہیں ہے

یہ شانِ امارت یہ اوجِ حکومت یہ جاہ و حشم اِک فریبِ نظر ہے
یہ دنیا کی جتنی بھی زیبائشیں ہیں نظر میں مری اِن کی وقعت نہیں ہے

رضائے خدا و پیمبرؐ کا ضامن یہ مژدہ رساں ہے بہشتِ بریں کا
خدارا کرو قدرِ ایمان کی تم کہ اِس سے بڑی کوئی دولت نہیں ہے

مساوات و اخلاص ہم میں نہیں ہیں ہیں ہٹے اپنے مرکز سے آوارہ ہو کر
مسلماں مسلماں ہیں سب بھائی بھائی مگر یہ سمجھنے کی فرصت نہیں ہے

نشیب و فرازِ جہاں کو بھی دیکھیں اُٹھیں خوابِ غفلت سے آنکھیں تو کھولیں
زبوں حال ہے اِس قدر آج اپنا کہیں بھی دو عالم میں وقعت نہیں ہے

نہ جوشِ طبیعت نہ زورِ تخیل ، نہ احساسِ ذلت نہ شوقِ شہادت
اِسی کا اگر نام ہے زندگی تو پنپنے کی پھر کوئی صورت نہیں ہے

شریعت کی رمزیں، نصیحت کی باتیں، مضامیں ہیں عالی، ہے اسلوب بہتر
بیاں میں ترے صفدؔر کیا کچھ نہیں ہے فصاحت نہیں کہ بلاغت نہیں ہے

ذکرِ الاّ اللہ

لے درسِ زبورِ عشقِ خدا ، اُٹھ کھول کتابِ الاّ اللہ
میدانِ عمل میں بڑھتا جا پڑھ پڑھ کے نصابِ الاَّ اللہ

مستانِ ازل خوش ہو ہو کر پیتے ہیں شرابِ الاَّ اللہ
ہر جام پر اُن کو ہر لمحہ ملتا ہے ثوابِ الاَّ اللہ

خواہش ہے ترے دیوانوں کی اُٹھ جائے حجابِ الاَّ اللہ
ہر شے میں تو ہی تُو آئے نظر ہو بند نہ بابِ الاَّ اللہ

ہر تارِ نفس کے پردے میں توحید کے نغمے ہیں رقصاں
ہر صبح و مسا دو عالم میں بجتا ہے ربابِ الاَّ اللہ

خالق ہے وہی آقا ہے وہی قبضے میں اُسی کے عالم ہے
اور قُل کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللہ ہے لبِّ لُبابِ الاَّ اللہ

آئے گا یقیناً موجوں پر جب بحرِ محبت کا طوفاں
رحمت کی گھٹائیں چھائیں گی برسے گا سحابِ الّا اللہ

حق اپنی تجلّی دکھلائے باطل کی حقیقت روشن ہو
ہو جائے عنایت تیری اگر اے نورِ شہابِ الّا اللہ

ناسوت کی منزل میں ہوں رواں لاہوت میں یا گرمِ جولاں
محتاط جہاں میں رہتے ہیں پابندِ رکابِ الّا اللہ

ہو درس گہہِ دنیا و دیں یا مکتبِ دل لیکن ہم تو
پڑھتے ہیں کتابِ الّا اللہ رکھتے ہیں حسابِ الّا اللہ

اِس نام کی برکت سے اکثر آلودۂ عصیاں پاک ہوئے
نکھرے ہیں ہزاروں جان و دل دُھل دُھل کے بآبِ الّا اللہ

اعجازِ نظر یوں دکھلاؤں موسیٰ کی طرح بیہوش نہ ہوں
اُٹھ جائے کسی کے چہرے سے اے صدرؔ نقابِ الّا اللہ

انقلابِ اُردو

اے میری پیاری اُردو سچ سچ ذرا بتانا
جو بات پوچھتا ہوں ہرگز نہ تو چھپانا

کل تک دلوں میں سب کے تیرا رہا ٹھکانا
یہ آج کیا سبب ہے دشمن ہوا زمانا

پہلی سی تیری خوشبو کیا کچھ بدل گئی ہے
بے وجہ یا کسی سے اب تیری چل گئی ہے

ہندوستاں بنا تھا صدیوں سے تیرا مسکن
تو خوش نوا تھی بلبل تیرا تھا سارا گلشن
دہلی و لکھنؤ تھے ظاہر میں دو نشیمن
کون و مکاں میں لیکن تھا ذکر تیرا روشن

شیریں بیاں کے پیر و جواں تھے قائل
شاہ و گدا تھے یکساں تیری ادا پہ مائل

چمکی تھی ہند میں تو آنکھوں کا بن کے تارا
روشن تھا نام تجھ سے اے جانِ من ہمارا
ایذا ہو کوئی تجھ کو ہم کو نہ تھا گوارا
کس وجہ سے ہے تجھ پر یہ ظلم آشکارا

اقبال مندیوں کو کس کی نظر نے کھایا
تیرا عروج آخر کیوں چرخ کو نہ بھایا

کیوں آج تجھ کو دھکے ملتے ہیں دفتر دفتر میں

بچے کنارہ کش ہیں اسکول اور گھروں میں
سو عیب لگ رہے ہیں کیوں تیرے جوہروں میں
تمیز اب نہیں کیا کھوٹوں میں اور کھروں میں

چشمِ عتاب آخر ہے کس لئے یہ تجھ پر
کچھ راز منکشف کر اپنی زباں سے مجھ پر

اُردو زباں یہ بولی تیور مجھے دکھا کر
کیا بات کہہ رہا ہے ظالم خدا خدا کر
یہ وقت کی ہے خوبی جو دب گئی ہوں آکر
ورنہ یقین رکھنا کہتی ہوں پھر جتا کر

جتنا مجھے دبایا اُتنا اُبھر گئی ہوں
مر مر کے جی اُٹھی ہوں اور نام کر گئی ہوں

شاہوں کی گودیوں میں پل کر بڑی ہوئی ہوں
پاؤں پہ اپنے اب تو خود ہی کھڑی ہوئی ہوں
شانِ خودی پہ اب تک اپنی اَڑی ہوئی ہوں
میداں میں حادثوں کے بازی لڑی ہوئی ہوں

دب کر نہ میں رہی ہوں دب کر نہ میں رہوں گی
حق بات کی ہوں عادی حق بات ہی کہوں گی

تُو دیکھتا ہے جو کچھ دو دن کی یہ ہوا ہے
یہ کشمکش ہے جب تک آپس میں تفرقا ہے
گو گرد و پیش میرے طوفانِ صد بلا ہے
گھبراؤں گی نہ ہرگز اپنا بھی تو خدا ہے

بچپن سے لے کے اب تک سو انقلاب آئے
لیکن نہ میرے دل میں کچھ پیچ و تاب آئے

مشہور ہے جہاں میں مجموعۂ زباں ہوں
ہندو کی میزباں ہوں مسلم کی میہماں ہوں
ملک ایک قوم کی ہاں جاگیر بے گماں ہوں
رائج ہے آج تک جو وہ سکۂ رواں ہوں

مل جُل کے سب سے رہنا سیکھا ازل سے میں نے
ظاہر یہ کی حقیقت اپنے عمل سے میں نے

نظارۂ تاج محل

فلک پر جلوہ افگن چودھویں شب ماہِ تاباں تھا
زمیں پر تاج نورانی شعاعوں میں درخشاں تھا
ہر اک جلوہ طرب انگیز رنجِ جانِ نا ایماں تھا
جو منظر تھا نظر کے سامنے عشرت کا ساماں تھا

مصفّا حوض کا عالم طرب افروز فوّارے

وہ نیرنگیٔ کوثر اور یہ تھے دودھ کے دھارے

زمیں پر جابجا گلہائے خنداں جلوہ افگن تھے — ستارے تھے فلک پر ماند لیکن پھر بھی روشن تھے

ہوائے لالہ و گل سے معطّر سارے آنگن تھے — چمن اندر چمن رونق فزائے صحنِ گلشن تھے

کہوں کیا بیخودی میں چشمِ حیرت زا نے کیا دیکھا

فروغِ دیدہ و دل بن گیا تھا تاج کا جلوا

ہوا گلگشت کرتی آرہی تھی سبزہ زاروں سے — نگاہِ قطرۂ شبنم تھی چشمک زن ستاروں سے

مزے اُسوقت کے پُوچھے تو کوئی بادہ خواروں سے — سجی تھی بزمِ ہست و بود فطرت کی بہاروں سے

لدی تھیں ڈالیاں پھولوں سے غنچے مسکراتے تھے

شجر جو بار آور تھے الگ جوبن دکھاتے تھے

سہانا وقت، ٹھنڈی شب معطّر آبِ دریا تھا — جدھر دیکھو اُدھر نیرنگِ فطرت کا تماشا تھا

ہر اِک اہلِ نظر کو وادیٔ ایمن کا دھوکا تھا — تجلّی گاہِ سرتاپا حقیقت میں وہ روضا تھا

نمونہ قصرِ جنّت کا جسے کہتے ہیں دُنیا میں

ہر اِک جلوہ ہے اُس کا طور چشمِ حیرت افزا میں

نہیں ہے انعکاسِ خود نمائی رودِ جمنا تک — چلی جاتی ہیں لے کر قدم کرنیں ثرّیا تک

بلائیں لے رہا ہے جُھک کے پیہم چرخِ مینا تک — غرض ہے اُسکی رعنائی کا شہرہ عرشِ اعلا تک

لگا رہتا ہے جمگھٹ در پہ ہر دم مہ جبینوں کا

یہاں جھوٹا ہے ہر دعویٰ جہاں کے نکتہ چینوں کا

چلے آتے ہیں اطراف و جوانب سے زیارت کو
عقیدت اس مکاں سے ہے بڑی اہلِ محبت کو

لحد تو ہیں دکھاتی ہیں زن و شوہر کی اُلفت کو
اسی کا نام روضہ ہے اگر سمجھیں حقیقت کو

خدا سے ہو اگر سچی محبت پھر تو کیا کہنا
ملے کونین میں وہ مرتبہ جو سب سے ہو اعلا

استغاثہ

بحضور سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

مطمئن کوئی نہیں ہے زیرِ چرخِ سبز فام
مضطرب ہے ساری دُنیا کیا عرب کیا چینؔ تمام
اہلِ عرفاں بھیجتے ہیں آپ پر لاکھوں سلام
ملتجی ہیں آپ سے لطف و کرم کے خاص و عام

یا رسولِ ہاشمی یا سیدِ خیر البشر
اُمتِ عاصی کی جانب کیجئے تو اِک نظر

بے نواؤں بے کسوں کی آہ و زاری دیکھئے
خلق کے راندے ہوؤں کی اشکباری دیکھئے

ہے بلائے یاس و حرماں ہم پہ طاری دیکھئے
دیکھئے بہرِ خدا حالت ہماری دیکھئے

داستانِ دردِ دل سُنئیے غریبوں سے ذرا
ہو عنایت اُن کو صبر و شکرِ پیہم کا صِلا

دولتِ اسلام سے خالی ہے دامن اپنا آج
مارے مارے پھر رہے ہیں وارثانِ تخت و تاج
یا عقیدت کا کبھی غیروں سے لیتے تھے خراج
یا یہ عالم ہے کہ ہیں اب بندۂ رسم و رواج

چھوڑ کر راہِ حقیقت راہِ باطل ہم نے لی
ہو گیا نظروں سے اپنی گم طریقِ آگہی

دل میں اب جذبِ وفا اور جوشِ ایمانی نہیں
یعنی عشقِ دینِ قیّم کی فراوانی نہیں
فرق پر بارِ گنہ ہے تاجِ سلطانی نہیں
ظلمتِ عصیاں سے دل میں نورِ یزدانی نہیں

اُمتِ مرحوم کی حالت بہت ناشاد ہے
جس کو دعویٰ تھا جہانبانی کا وہ برباد ہے

کھو دیا ہے جس کو ہم نے دیں کی وہ دولت ملے

یا شہِ ہر دو سرا عزّت ملے وقعت ملے
آپ کے در سے ہمیں کونین کی عظمت ملے
بدرِ کامل کی طرح روشن رہیں، رفعت ملے

آسمانِ جاہ پہ چمکے ستارا اَوج کا
عرش تک پہنچے کسی صورت کنارا اَوج کا

مشغلہ تعلیمِ دیں کا پھر ہمیں مرغوب ہو
ہم کو دنیا سے زیادہ آخرت مطلوب ہو
کچھ نہ ہوں مسلم ہوں ہم نسبت یہی منسوب ہو
آپ کا نامِ مبارک الغرض محبوب ہو

مال و دولت کیا اگر ہو جان ہوں قرباں کریں
اِس طرح نامِ خدا مضبوط ہم ایماں کریں

تابشِ خورشیدِ ایمانی سے دل ہوں جلوہ گر
عالمِ امکاں میں آئے حسنِ وحدت کا نظر
نعرۂ تکبیر میں ہو جائے پہلا سا اثر
تابعِ فرماں ہو عالم ہم نظر ڈالیں جدھر

حاملِ قرآن و سُنّت ہو مسلماں کا وجود
اِس کی پیشانی رہے شام و سحر وقفِ سجود

نذرِ عقیدت

بحضور سیّدنا امام حسین علیہ السّلام

اے شہِ مشکل کشا کے لختِ دل لختِ جگر
فاطمہؓ بنتِ رسولؐ اللہ کے نورِ نظر
خاندانِ مصطفےٰؐ کے شہسوار و تاجور
بحرِ حسنِ خلقِ یزدانی کے تابندہ گہر

اے خدا کے لاڈلے احمدؐ کے پیارے السّلام
اے ہمارے دیدہ و دل کے سہارے السّلام

آپ پر کیوں کر نہ ہوں قربان لاکھوں جان و تن
آپ نے جھیلے ہمارے واسطے رنج و محن
رزم گاہِ حق و باطل میں تھے حق پر گامزن
تھا دمِ آخر زباں پر نعرۂ باطل شکن

سرزمینِ کربلا تھی موجِ خوں سے لالہ زار
ڈگمگائے خوف سے لیکن نہ ہلے استوار

اپنے نانا کی وصیت پر کیا پورا عمل
جان دے کر کر دیا ثابت ہے باطل مضمحل
آمریت فاسق و فاجر کی ہے دیں میں خلل
اِس کا استیصال کرنا تھا بہ عزمِ مستقل

مرحبا صد مرحبا دنیا کی لُعنت چھوڑ کر
رکھ دیا اِک آن میں طوقِ غلامی توڑ کر

جب ہوا عفریت استبداد کوفے پر سوار
آ گئے جنبش میں اہلِ شر بزعمِ اقتدار
آتشِ بغض و حسد سے ہو گئے دل داغدار
جل گئے اہلِ دغا سر تا بہ پا مثلِ چنار

بڑھ گئے چاروں طرف سے لیکے فرمانِ یزید
کر لیا محصور اہلِ بیت کو اِس پر مزید

بد سرشت و کینہ پرور سامنے آنے لگے
ناوک افگن ہر طرف سے تیر برسانے لگے
جو منافق تھے ازل سے آنکھ دکھلانے لگے
اہلِ بیتِ مصطفےٰ پر ظلم سب ڈھانے لگے

دیکھ کر خونریز منظر ہر مَلک گھبرا گیا

یک بیک ہونے لگا خیموں میں شورِ ازدحام
آلِ اطہر کے مقابل آ گئے دشمن تمام
گھر گئے نرغے میں جب خود سیّدِ عالیمقام
ذوالفقارِ حیدری کی پھر تو فوراً بے نیام

تھے وجودِ پاک پر ظلم و ستم گو بے قیاس
واہ رے ہمت نہ آیا دل میں کچھ خوف و ہراس

شیر تھے شیرِ خدا کے ہو گئے سینہ سپر
یوں لڑے دشمن کا لشکر کر دیا زیر و زبر
ہم نوا صد آفریں کہتے تھے ہمت دیکھ کر
چیخ اُٹھے اعدا پکارے الامان و الحذر

قدرتِ حق کو مگر کچھ اور ہی منظور تھا
قسمت والا میں مرنا حق ہی پر مسطور تھا

بڑھ گئی تھی حد سے جب گرمیٔ دشتِ کارزار
کانپتا تھا چرخ پر خورشیدِ خاور بار بار
تھک گئے جب لڑتے لڑتے پہلوانِ نامدار
کہہ دیا لبّیک اجل کو آپ نے با صد وقار

رحمتیں اللہ کی ہوں آپ پر صبح و مسا
فتنۂ باطل مٹا کر حق اُجاگر کر دیا

زمزمۂ نعت

تضمین بر غزل حضرت مولانا آلم مظفر نگری مدظلہ

غلامانِ محمدؐ کی یہ حالت عام ہوتی ہے
بآسانی کوئی مشکل ہو سرانجام ہوتی ہے
یہ دُنیا کیا ہے دو عالم کی ہر شے رام ہوتی ہے
آلم یادِ نبی جب دل میں صبح و شام ہوتی ہے
تو ہر موجِ نفس اِک موجۂ الہام ہوتی ہے

زمانہ منقلب ہے دن سدا یکساں نہیں رہتے
یہ طے ہے بعدِ غم عشرت، خوشی کے بعد غم آئے
مصائب سے نہیں ڈرتے جو بندے ہیں خدا والے
یہ مژدہ لائی ہے بادِ صبا وادیِ طائف سے
خودی کی بیکسی بھی فتح کا پیغام ہوتی ہے

وہی زندہ ہیں دُنیا میں حقیقت پر جو مرتے ہیں
نہ وہ باطل سے دبتے ہیں نہ وہ باطل سے ڈرتے ہیں
مسلماں وہ ہیں جو ہر منزلِ غم سے گزرتے ہیں

خدا شاہد ہے جبریلِ امیں تائید کرتے ہیں
حدیثِ مصطفٰےؐ بھی مطلقاً الہام ہوتی ہے

تقرّب ہر نبی کو یوں تو تھا اللہ کا حاصل
مگر تھے عشقِ مولا میں شہِ ہر دوسرا کامل
رُخِ انور سے مہر و ماہ کی تشبیہہ ہے باطل
کہاں شمعِ نبوّت اور کہاں پروانۂ محفل
نظر اُس کی تو محدودِ چراغِ شام ہوتی ہے

دکھایا یہ کرشمہ آپؐ کے اصرارِ بے حد نے
کہ بخشی جس قدر بھی اُمّتِ مرحوم ایزد نے
زمیں سے تا فلک پہنچا دیا اس نیک مقصد نے
یہ نکتہ مجھ کو سمجھایا ہے معراجِ محمدؐ نے
مطیعِ جذبِ کامل گردشِ ایام ہوتی ہے

ازل ہی سے ہے چرچا قدسیوں میں خوئے احمدؐ کا
ملا ہے سلسلہ باغِ جناں سے بوئے احمدؐ کا
پڑا ہے ہم پہ جو سایہ قدِ دلجوئے احمدؐ کا
تصوّر ہر گھڑی رہتا ہے زلف و روئے احمدؐ کا

ہماری عمر یوں ہی نذرِ صبح و شام ہوتی ہے

وہی مذہب وہی سُنّت وہی تعلیم قرآں کی
بحمد اللہ سب موجود ہیں چیزیں یہ ایماں کی
ضرورت ہے مگر اسلام کو اچھے مسلماں کی
فضائیں آج بھی یہ کہہ رہی ہیں کوہِ فاراں کی
کہ سعیِ رہبرِ حق بھی کہیں ناکام ہوتی ہے

قدم اپنے بڑھائے جا نہ کر پروا صعوبت کی
کہ مضمر ہے تری محنت میں صورت عین راحت کی
صدائیں آ رہی ہیں ہر طرف سے کوچ و رحلت کی
مسافر اب تو کر لے پیروی خضرِ طریقت کی
ہے منزل دُور سُورج ڈوبتا ہے شام ہوتی ہے

سمجھ لے اُس کو تو فرزانہ یا دیوانۂ وحدت
کرم کا تیرے طالب ہے جو ہے مستانۂ وحدت
یہی کہتا ہے دے پیہم مجھے پیمانۂ وحدت
میں ہوں رندِ ازل اے ساقیِ میخانۂ وحدت
مجھے دو دے جو رشکِ بادۂ گلفام ہوتی ہے

فسانہ زہد و تقویٰ کا مبارک ہو مبارک ہو
ریاکاری سے مذہب کو نہ تم بدنام ہونے دو

مقولہ حضرتِ اُستاد کا اے صدر یہ سُن لو

الم کہنے کو تو کہئے سکونِ جان و دل اِس کو

مگر کیفیتِ عشقِ نبیؐ بے نام ہوتی ہے

استغاثہ

تضمین بر اشعارِ دُعائیہ مولانا حالیؔ مرحوم

اے خاصۂ خاصانِ رُسُلؐ وقتِ دُعا ہے

اے وہ کہ تری ذات پہ خود حق بھی فدا ہے
مرقوم تری شان میں لولاک لما ہے

ممدوحِ دو عالم ہے تو محبوبِ خدا ہے
یہ ہے وہ شرف صرف کہ جو تجھ کو ملا ہے

اے خاصۂ خاصانِ رسلؐ وقتِ دعا ہے
اُمت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

لیتا تھا اسلامی جو سلاطینِ زمن سے
جو دَب کے رہا تھا نہ کبھی چرخِ کہن سے

بلقان سے تا تار سے اور چین و یمن سے
اُٹھتی تھی صدا حق کی کبھی جس کے چلن سے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغُربا ہے

اللہ رے مساوات کہ سب ادنیٰ و اعلیٰ — اسلام میں آئے تو ہوئے تابعِ مولیٰ
وہ دینِ براہیمؑ جو ہے برتر و اولیٰ — لائے تھے خبر جس کی یہاں موسیٰؑ و عیسیٰؑ
جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمانِ سرائے فقرا ہے

کیا بات تھی کیا شان تھی کیا رنگ نمایاں — مسلم کے قدم سے تھی فقط زینتِ دوراں
ہر فعل میں اُس کے تھی نہاں قوتِ ایماں — تہذیبِ زمانہ پہ تھا اِس کا بڑا احساں
وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
اب اُس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

تنظیمِ وفا کے ہیں خطرناک بہانے — ہیں رفق و محبت کے زباں پر جو فسانے
بگڑی ہوئی قسمت کو جو آیا تھا بنانے — رُوٹھے ہوؤں کو اپنی رفاقت سے منانے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اُس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

اللہ یہ دشمن کو نہ ایام دکھائے — اغراض کے بندے ہیں سبھی اپنے پرائے
جب کوئی نہ غمخوار ہو غم کون بٹائے — بندے تھے وہی نیک جو کام اَوروں کے آئے
جس دین نے غیروں کے تھے دل آکے ملائے
اُس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے

سیکھے تھے کبھی غیروں نے ہم سے نئے اسلوب — ہم بھول گئے اُس کو جو تھا مشغلہ خوب

کمزوری ایماں سے ہوئے جاتے ہیں معتوب — اب پیروی نفس ہے ہر حال ہیں مرغوب
جس دین کی محبت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اُس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے

اے رحمت عالم ہو گناہوں کی معافی — ہے اُمتِ مظلوم کو رحمت تری کافی
بیمارِ محبت کو ترا نام ہے شافی — چھُٹ جائیں گے اطوار وہ جتنے ہیں منافی
ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی
دینداروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے

اسلام سے غفلت کا یہ ادنیٰ سا اثر ہے — ہم اُس سے ہیں غافل جسے ہم سب کی خبر ہے
انکار نہیں اس سے خطا کار بشر ہے — سینہ میں نہ پہلا سا وہ دل ہے نہ جگر ہے
دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

وہ دین کہ جس پر تھی فدا ساری خدائی — دامن میں اماں جسکے تھی مخلوق نے پائی
تھی بامِ حقیقت سے اُدھر جس کی رسائی — تعلیم سے ہے جسکی عیاں سب کی بھلائی
گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے

بھولا ہے مسلماں، ہے زمانہ بڑا شاطر — اس دور میں ہونا تھا ہر اک فرد کو ماہر
للّٰلہ مدد کیجئے اسلام کی خاطر — بیٹھے ہیں اسی آس میں ہم صابر و شاکر

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدّت سے اِسے دَورِ زماں میٹ رہا ہے

دُنیائے خیالات ہے اب حشر بداماں
گمراہی کے ہر گام پہ ہیں سینکڑوں ساماں
مشکل ہے کہ مامون رہے صاحبِ ایماں
ہر سمت نظر آتا ہے الحاد کا طوفاں
فریاد ہے اے کشتیِ اُمّت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

قدرت ہو جسے کرتا ہے تدبیر بھی اچھی
مجبور ہے تدبیر کوئی بن نہیں پڑتی
ہو جائے ترا لطف تو بن جائے گی بگڑی
اے شافعِ مختار ذرا دیکھ اِدھر بھی
تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبولِ خدا ہے

نوائے اسلام!

انقلاب آئے مِری دُنیا میں اور آتے رہے
دشمنوں کو جب ملا موقع ستم ڈھاتے رہے
لاکھ طوفانِ جفا آتے رہے جاتے رہے
جو مرے ہمدرد تھے وہ مجھ کو بہلاتے رہے
ہر بلائے ناگہانی سے بچایا ہے مجھے
چاہنے والوں نے سینے سے لگایا ہے مجھے

اہلِ دانش پر کُھلے اوصاف ہیں سب تجلی　　　　بخشتا ہوں حسن کو میں ہر دم کمالِ زندگی
پھر بھی ہیں افراد کچھ عالم میں ایسے واقعی　　　　جو نہیں واقف کہ کیا شے ہے مذاقِ آگہی

میرے احکامات پر کرتے نہیں ہیں وہ عمل
اِسلئے ہیں غم کے ہاتھوں زندگی میں مضمحل

رحم کا ضامن خدا ہے میں کرم کا ہوں کفیل　　　　ہے سبق آموز ملت کیلئے میری دلیل
جو مری منزل پہ پہنچا ہے وہی مردِ سبیل　　　　مسلمِ خوابیدہ سُن لے کاش یہ بانگِ رحیل

میرے منکر کو اماں ہوتی نہیں ہرگز نصیب
مطمئن اتنا ہے انساں مجھ سے ہے جتنا قریب

طعنہ زن اغیار ہیں مسلم کی حالت دیکھکر　　　　دورِ حاضر، ارتقا کا دَور ہے یہ بے خبر
اپنی اپنی سعی و کوشش میں سبھی ہیں کارگر　　　　خوابِ غفلت میں ہے اِک مدت سے لیکن یہ بشر

"لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعیٰ"[1] سمجھائے کون
بے کئے ملتا نہیں کچھ راز یہ بتلائے کون

کس کو ہے انکار میرے حسن کی تلمیح کا　　　　مرکزِ ایمان و دل ہوں ہر طرح تفریح کا
منحرف ہے کون اب اِس امر کی توضیح کا　　　　ہر طرف ہے شہرہ میرے قول کی تصحیح کا

رقص کرتا ہے مرے دامن پہ گردوں کا وقار
کائناتِ عیش و عشرت میرے قدموں پر نثار

عاشقِ جانباز کا لیتا ہوں پہلے امتحاں　　　　عشقِ صادق کِسقدر ہے دیکھتا ہوں بیگماں

[1] انسان کو صرف اپنی کمائی ملے گی۔

عزم و استقلال و ہمت سے ہیں جنکے دل جواں
کنزِ مخفی جسقدر ہیں اُن پہ کرتا ہوں عیاں

کور چشموں کو نظر آتا نہیں میرا جمال
اسلئے کرتے ہیں وہ بے وجہ مجھسے قیل و قال

ہے ہوا خواہوں سے اپنے اک شکایت آجکل
چاہئے جیسی نہیں مجھ سے محبت آجکل

کاش ہو معلوم یہ سب کو حقیقت آجکل
وقت غفلت کا نہیں، ہے وقتِ ہمت آجکل

تا بکے یہ فکرِ دنیا اور ذکرِ نا و نوش
ہوشیار اے مردِ مومن پھر دکھا جوش و خروش

محبوبِ خدا تم ہو

خدا ہے حمد کے لائق سزاوارِ ثنا تم ہو
رسولِ مبتدا تم ہو رسولِ منتہا تم ہو

ملا ہے جس کو بندوں میں بڑا ہی مرتبا تم ہو
میں کہہ سکتا نہیں ہرگز کہ کیا اے مصطفےٰ تم ہو

بتا سکتا ہوں ہاں اتنا کہ محبوبِ خدا تم ہو

قیامت تک ہے جس پر فخر انساں کو بجا تم ہو
بشر دنیا میں ہو لیکن بشر سے ماسوا تم ہو

حقیقت کا دیا جس نے پتہ وہ رہنما تم ہو
گروہِ انبیا میں سر گروہِ انبیا تم ہو

رئیس الاولیا ہو اور تاج الاصفیا تم ہو

شبِ اسریٰ ہوئیں جب منزلیں ہفت آسمانکی طے
تجلّی روئے انور سے زیادہ تھی نہ کوئی شے

کہا تھا قدسیوں نے پی کے شوق دید کی تب سے
کہاں ہے حسن یوسف اور کہاں حُسنِ مبارک ہے

وہ محبوبِ زلیخا تھے حبیبِ کبریا تم ہو

ازل سے لوحِ عالم پر تمہارا نام روشن تھا
چمکتا تھا جبینِ دہر کے ذرات میں جلوہ

ہوا ہے اور نہ ہوگا تا قیامت کوئی تم جیسا
تمہارے ہی سبب سے عرش و کرسی کو کیا پیدا

خدا خالق ہے اور رونق دہِ ہر دوسرا تم ہو

دلوں میں آگ جو بھڑکی ہوئی تھی بغض و نفرت کی
بجھی اک دم جو بارش ہوگئی حق و صداقت کی

مروّج جسقدر تھیں مٹ گئیں رسمیں جہالت کی
ہوئیں تاریکیاں معدوم جس سے کُل ضلالت کی

وہ مہرِ چرخِ عظمت تم ہو وہ بدرالدجیٰ تم ہو

کہیں طٰہٰ کہیں یٰسٓ کہیں تفسیر کوثر کی
دیا اعزاز یہ، توقیر یہ اللہ اکبر کی

پئیں گے بادۂ عرفاں قسم ہے دورِ ساغر کی
نہیں ہے خوف ہم کو تشنگی سے روزِ محشر کی

قسیمِ حوضِ کوثر جب محمد مصطفےٰ تم ہو

نہ کچھ ماحول اچھا ہے نہ ہے کوئی فضا اچھی
تلاطم ہر طرف ہے سر سے اونچا ہو گیا پانی

یہ سب کچھ ہے مگر امّید ہے مجھ کو یہی پھر بھی
غریقِ بحرِ عصیاں میری کشتی ہو نہیں سکتی

کہ لطفِ خالقِ اکبر سے اُس کے ناخدا تم ہو

گئیں خالی نہ آہیں اضطرابِ دردِ پیہم کی
رکھی ہے آبرو تم نے ہمیشہ چشمِ پُرنم کی

خدا نے بخشدی ہے تم کو دولت دونوں عالم کی
نہ گر تم سے کہوں کس سے کہوں پھر داستاں غم کی

بہ اذنِ خالقِ عالم مرے مشکل کشا تم ہو

اطیعوا اللہ کی تفسیر ہیں ثابت ہے قرآں سے
وہی مومن ہے جو تم پر فدا ہے جان و ایماں سے
شفاعت کا ملا ہے تم کو منصب خاص یزداں سے
بھلا مایوس ہو کیوں صفدرِ عاجز فرطِ عصیاں سے
کہ اُس کے دستگیر اے شافعِ روزِ جزا تم ہو

بانگِ سروش

حالات مساعد ہیں نہ ہے ساز نہ ساماں
گھیرے ہوئے دُنیا کو ہے بڑھتا ہوا طوفاں
ہر قافلہ حیران ہے رہبر ہے پریشاں
منزل پہ پہنچنے کا نہیں کوئی بھی امکاں
اس پر بھی ہے تو بندۂ صد غفلت و نسیاں

——— اے مردِ مسلماں

تاریخ کے اوراق یہ دیتے ہیں گواہی
تو مردِ مجاہد ہے تو جاں باز سپاہی
رکھتا تھا سدا پیشِ نظر امر و نواہی
اپنے لئے دشمن سے کبھی جنگ نہ چاہی
تھے دین کی خاطر ترے سب کار نمایاں

——— اے مردِ مسلماں

ہر جابر و سرکش کا جھکا سر ترے آگے
پانی ہوئے ہر راہ میں پتھر ترے آگے
نصرت بھی قدم لیتی تھی بڑھ کر ترے آگے
غزوات و سرایا کے ہیں دفتر ترے آگے
دیکھ اُن میں بیانِ حکمِ حیدرؓ و عثمانؓ

——— اے مردِ مسلماں

تھا بانگِ سرافیل ہر اک نعرۂ تکبیر
قبضے میں زمیں لے کے فلک بھی کیا تسخیر
"فی الارض خلیفہ" کی تھا نالہ ترا تفسیر
تھا ربع مسکوں بہ حقیقت تری جاگیر
اور قیصر و کسریٰ تھے ترے تابعِ فرماں

——— اے مردِ مسلماں

ہے زہد و تقدس ترا اب صرف کہانی
دعویٰ ہے ہر اک تیرا زبانی ہی زبانی
وہ شانِ سلف کی تھی جو اک خاص نشانی
تجدید کے اس دور میں کی تو نے پرانی
تو حاملِ سنت ہے نہ اب عاملِ قرآں

——— اے مردِ مسلماں

پھر شمعِ عقیدت کی ضیا دل میں بڑھا دے
تاریکیٔ ہر جہل کو دنیا سے مٹا دے
سوئی ہوئی افراد کی قسمت کو جگا دے
تبلیغ سے احکامِ خداوند سنا دے
آجائے گا قبضہ میں ترے عالمِ امکاں

——— اے مردِ مسلماں

پھر پردۂ غفلت کو نگاہوں سے ہٹا دیکھ
گھٹتی ہوئی احساس کی دولت کو بڑھا دیکھ
عالم کو بہر حال تو راضی برضا دیکھ
کیا غیب سے ہوتا ہے عیاں مردِ خدا دیکھ
حامی ہے محمدؐ ترا اللہ ہے نگہباں

——— اے مردِ مسلماں

وہ ہیں میرے آقا وہ ہیں میرے والی

ملا ہے لقب جن کو خیر البشرؐ کا جنھوں نے زمامِ دو عالم سنبھالی
انھیں کے غلاموں کا ہوں میں بھی خادم وہ ہیں میرے آقا وہ ہیں میرے والی
مزارِ مقدّس کو چومے گا منھ سے لگاؤں گا آنکھوں سے تربت کی جالی
میں جاکر مدینے چڑھاؤں گا دل سے سلاموں کے گجرے درودوں کی ڈالی
کبھی شوقِ طیبہ میں فکرِ رسا نے تخیّل کی دنیا جو اپنی بسالی
تو محسوس قلب و نظر کو ہوا یہ مدینے کے جلوؤں سے جنّت بنالی
پڑے تھے جو قعرِ مذلّت میں اُن کو اُبھارا بلندی تک انسانیت کی
پہنچکر سرِ عرش معراج کی شب گنہگار اُمّت بھی تو بخشوا لی
توسّل سے تیرے جو چاہا ملا ہے بڑا مرتبہ حق نے اُس کو دیا ہے
خدا نے مدد کی ہے اُس کی ہمیشہ جو آیا ترے در پہ بن کر سوالی
وہ بحرِ رسالت کے دُرِّ معانی، جمالِ حقیقت کی واحد نشانی
وہ خضرِ طریقت شریعت کے بانی انھوں نے ہر اک راہ سیدھی نکالی
تنفّر کی باتوں کو یکسر مٹایا عداوت کے آتشکدوں کو بجھایا
بڑھا کر اُخوت کا دستِ مبارک محبّت کی بنیاد عالم میں ڈالی

ترا سنگِ در ہو تری رہگزر ہو ترے عشق میں کچھ نہ اپنی خبر ہو
ہمیں بھی تو کر دے عطا جذبِ سلمانؓ ہمیں بھی تو دے سوزِ عشقِ بلالیؓ
ہر اک جا ہے ذکر اُن کا بحر اور بر میں ضیا اُن کی تاروں میں شمس و قمر میں
وہ ہیں بزمِ کونین کے صدرِ عالی کہیں ہیں جلالی کہیں ہیں جمالی

دُعَا

تضمین بر نظم ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب مرحوم

جینے کی تمنا میں مرنے کا سلیقہ دے — اُمت پہ محمدؐ کی احسان یہ فرما دے
ہر نقشِ محبت کے عنوان کو چمکا دے — یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو رُوح کو تڑپا دے

آہ دلِ مسلم کو وہ برقِ تجلّی دے — جو خرمنِ باطل پر اک آگ سی برسا دے
شامِ غمِ فرقت کو پھر نُور کا تڑکا دے — پھر وادیِ فاراں کے ہر ذرّے کو چمکا دے
پھر ذوقِ تماشا دے پھر ذوقِ تقاضا دے

پھر کشتیِ اُمت کو اک بار سہارا دے — معراجِ ترقی پر اسلام کو پہنچا دے
درماندہ مسافر کی ہمت کو دلاسا دے — محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے

گر لطف سے وا اپنے ہر عقدۂ لاینحل — ہر گام پہ روشن ہو جلووں کی ترے مشعل
ہستی کے مراحل میں کوئی بھی نہ ہو بیکل — بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اِس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

اُجڑے ہوئے بندوں کو آباد مکرّر کر — ہر بے سر و ساماں کو سامان میسّر کر
توحید پرستوں کی دُنیا کو اُجاگر کر — پیدا دلِ ویراں میں پھر شورشِ محشر کر
اِس محملِ خالی کو پھر شاہدِ لیلیٰ دے

پر خاش ہوئی یارب انسان سے انساں کو — سمجھا ہے ہر اک ناداں مجبور مسلماں کو
باطل سے بچالے تو ہر صاحبِ ایماں کو — اس دَور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے

پھر مہرِ ہدایت کے لمعات ہویدا کر — ہر بندۂ مومن کو انوار سراپا کر
اخلاق میں افضل کر کردار میں اعلیٰ کر — رفعت میں مقاصد کے ہمدوشِ ثریا کر
خود داریٔ ساحل دے آزادیٔ دریا دے

ہر حال میں مسلم کے شامل تری رحمت ہو — ہر لمحہ تصوّر میں اخلاص ؎ کی صورت ہو
افکار سے فرصت ہو اذکار سے رغبت ہو — بے لوث محبت ہو بیباک صداقت ہو
سینوں میں اُجالا کر دل صورتِ مینا دے

شیرازۂ منظم کر بکھرا ہوا ملت کا — بھولے سے نہ لے کوئی اب نام عداوت کا
فطرت کا یہ منشا ہے ہو پاس حمیت کا — احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا

؎ سورۂ اخلاص یعنی قل ہو اللہ شریف۔

دل اِس کا اگرچہ ہے مرکزِ غم وحرماں کا — ہے صدر مگر قائلِ اقبال کے عرفاں کا
یہ قول مسلّم ہے اُس عاشقِ یزداں کا — میں بلبلِ نالاں ہوں اِک اُجڑے گلستاں کا

تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

اظہارِ حقیقت

گزرا جو گزرا ہے اُس کا تا بکے ماتم کریں — آؤ اعمالِ غلط کی کچھ تلافی ہم کریں
مندمل ہونے کی صورت بھی نکل ہی آئے گی — پہلے پیدا زخمِ دل کے واسطے مرہم کریں

تلخیٔ ماحولِ عالم سے نہ گھبرائیں ذرا — ہے عسیٰ اَن تکرھُوا شیئاً بھی فرمانِ خدا
سنگریزے ہم سمجھ کر جن کو ٹھکراتے رہے — کیا عجب ہے ہوں ہمارے حق میں وہ ہی کیمیا

آیۂ "لاتقنطوا مِن رحمتہ اللّٰہ" کی دلیل — ہے مسلماں کے لئے دورِ تذبذب میں کفیل
ناامیدی ہو کہ حرماں دونوں یہ جائز نہیں — دو جہاں میں پائیں گے اہلِ یقیں اجرِ جزیل

عزمِ صادق ہو اگر ہر حال میں اپنا اصول — پھر تو ہر عالم میں ہر اِک چیز ہے سہل الحصول
کارہائے خیر کی جانب رہیں فکر و نظر — "اِنّما الاعمالُ بِالنیّات" ہے قولِ رسولؐ

مدّتوں سے دینِ ملّت کا ہے دامن داغدار
کس کا شکوہ کیجیے ہے اپنی غفلت آشکار

جدّ و جہدِ زندگی کی راہ میں ہم سست ہیں
کر رہے ہیں آ کے منزل پر کسی کا انتظار

ہم نہیں الزام کچھ دیتے ہیں اُسکے کام کو
صبح کا بھولا ہوا جو لوٹ آئے شام کو

ہر چہ بادا باد کہہ کر سعئ کامل ہو اگر
ہم پلٹ دیں گے یقیناً دورِ نافرجام کو

زورقِ ہمّت پھنسی ہے آ کے گو طوفان میں
جائزہ حالات کا لیں یہ تو ہے امکان میں

خود کریں اصلاح اپنی دیکھ کر موت و حیات
"فاعتبروا یا اولی الابصار"[۴] ہے قرآن میں

دہریت کی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے اِک وبا
مبتلائے کشمکش ہے جس سے عالم برملا

ہے ضرورت دہر میں تبلیغِ "الا اللہ" کی
تا کہ حاصل ہو سکونِ قلب کا پھر مدّعا

ہے بحمد اللہ ہمارے پاس وہ اُمّ الکتاب[۵]
امن و راحت کیلئے موزوں ہے جسکا انتساب

ہم حقیقت میں اگر اُس پر عمل کرتے رہیں
خود بخود ہو جائیں گے اِک روز آزادِ عذاب

---

۱ وَعَسٰۤی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ پارہ ۲ رکوع ۱۰۔ اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں خیر ہو۔ ۲ پارہ ۲۴ رکوع ۳۔ تم خدائے تعالیٰ کی رحمت سے نااُمید مت ہو۔ ۳ عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ ۴ پارہ ۲۸ رکوع ۴۔ اے دانشمندو! عبرت حاصل کرو۔ ۵ قرآن مجید۔

مومن کے اوصاف

جو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بیان فرمائے!

ذکر ہے جن مومنوں کا جا بجا قرآن میں
آئے ہیں اوصاف یہ چالیس اُن کی شان میں

۱۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔
صدقِ دل سے ہو خدا پر اور نبیؐ پر اعتقاد
رشتۂ اسلام کا ہو جس سے کامل انعقاد

۲۔ وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا۔
چھوڑنے والے ہوں وہ راہِ خدا میں اپنا گھر

۳۔ وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔
دین کی خاطر لڑیں جب دہر میں بڑھ جائے شر

۴۔ الصّٰبِرِیْنَ۔
صبر کرنا اُن کو آتا ہو ہر اک اُفتاد پر

۵۔ وَالْقٰنِتِیْنَ۔
شیوۂ فرماں بری ہو دین کے ارشاد پر

۶۔ وَالْمُنْفِقِیْنَ۔
خرچ کرنے والے وہ زر ہوں خدا کی راہ میں

۷۔ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ۔
توبہ کرتے ہوں سحر کو ذکرِ اِلَّا اللّٰہ میں

۸۔ وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ۔
غصہ پینے سے نہ کرتے ہوں وہ ہرگز انحراف

۹۔ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ۔
دوسروں کی جو خطائیں ہوں انھیں کر دیں معاف

۱۰۔ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ۔
وہ نہ ڈرتے ہوں نہ کرتے ہوں ملامت سے گریز

	نیک مسلک پر سدا کر دیتے ہوں قدموں کو تیز
۱۱ اَلْعَابِدُوْنَ ۱۲ اَلتَّائِبُوْنَ ۔	عابدوں[11] اور تائبوں[12] میں اُن کا ہوتا ہو شمار
۱۳ اَلْحَامِدُوْنَ ۔	حمد[13] کرتے ہوں بیاں خالق کی وہ لیل و نہار
۱۴ اَلرَّاكِعُوْنَ ۔	جھکنے والے[14] ہوں خدا کے سامنے شام و سحر
۱۵ اَلسَّاجِدُوْنَ ۔	سجدہ[15] کرتے ہوں اُسی کے آستانِ پاک پر
۱۶ اَلسَّائِحُوْنَ ۔	دیکھنے کو جلوے قدرت کے سیاحت[16] کا ہو شوق
۱۷ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۔	اور "حدود اللہ" سے بڑھنے[17] کا ہو ہرگز نہ ذوق
۱۸ اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۔	دوسروں[18] کو دیتے ہوں ترغیب کارِ نیک کی
۱۹ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔	روک دیتے[19] ہوں برائی وقت پر ہر ایک کی
۲۰ اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ ۔	جو کیا ہے عہد[20] اللہ سے وہ ہو اُن کا شعار
۲۱ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۔	اپنے[21] قول و فعل پر رہتے ہوں ہر دم استوار
۲۲ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ۔	کرتے ہوں[22] اُس سے بھی نیکی ہی جو کرتا ہو بدی
۲۳ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۔	وہ مجالس[23] میں نہیں جاتے بُرے افراد کی
۲۴ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۔	وہ کبھی کھاتے نہیں جھوٹی[24] گواہی پر قسم
۲۵ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُوْنَ ○	ڈرتے[25] ہی رہتے ہیں وہ خوفِ خدا سے دم بدم
۲۶ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۔	ساری[26] ساری رات رہتے ہیں وہ مشغولِ سجود
۲۷ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۔	مطمئن[27] رکھتا ہے اُن کے دل کو ہر ذکرِ ودود

۲۸ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حَافِظُوْنَ۔	جتنے نفسانی[۲۸] ہیں اعضا اُن کا رکھتے ہیں خیال
۲۹ وَلَا یَزْنُوْنَ۔	بچتے رہتے ہیں زنا[۲۹] سے دیکھ کر اُس کا مآل
۳۰ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔	پھیر[۳۰] کر چلتے ہیں وہ مُنہ لغو باتوں سے سدا
۳۱ یَجْتَنِبُوْنَ کَبَائِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ۔	بچ کے[۳۱] رہتے ہیں ہر گنہ سے چھوٹا ہو یا ہو بڑا
۳۲ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا۔	وہ بڑا[۳۲] بننے کی نیت سے نہیں کرتے ہیں کام اُن سے دُنیا میں نہیں ہوتا ہے شر کا التزام
۳۳ وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ۔	مشورہ[۳۳] آپس میں کر لینے کی ہو عادت اُنھیں
۳۴ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ وَھُمْ لَھَا سَابِقُوْنَ۔	کارہائے خیر[۳۴] میں ہو عجلت و سبقت اُنھیں
۳۵ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا	خرچ میں اسراف[۳۵] وہ ہرگز کبھی کرتے نہ ہوں
۳۶ وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا	خرچ جو ہو[۳۶] واقعی اُسمیں کمی کرتے نہ ہوں
۳۷ اِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا	جاہل[۳۷] اُن سے جب جہالت کا لگیں کرنے کلام خود الگ ہو جائیں اُن سے آخری کرکے سلام
۳۸ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔	بے گنہ کی جان[۳۸] لینے سے ہو اُن کو احتراز
۳۹ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ۔	عہد پر[۳۹] قائم ہوں اپنے اور امیں ہوں پاکباز
۴۰ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا۔	وہ زمیں پر[۴۰] عاجزی سے رکھنے والے ہوں قدم آسمانِ جاہ پر اُن کا ہو اونچا گو علم

بعثتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم

عجب طوفانِ عصیاں تھا بپا دورِ جہالت میں — تھے حملے ظلم و جورِ ناروا کے دیں کی عظمت پر
نہ تھا احساس مطلق باہمی ربط و تعلق کا — ذرا سی بات میں کٹتے تھے سر کینہ رقابت پر
مٹا تھا امتیازِ حق و باطل طبعِ انساں سے — چڑھا تھا زنگ عصیاں کا زجاجِ دین و ملت پر
مذہب پر بھی یوں افراط اور تفریط کی یورش — تسلط تھا بتانِ آذری کا ہر جماعت پر
منات و لات و عزیٰ کی بڑی توقیر ہوتی تھی — اُڑا سکتے نہ تھے جو ناک سے مکھی بھی ذلت پر
بشر جتنے تھے اُتنے ہی خدا خود ساختہ اُن کے — یہاں تک کفر کا غلبہ تھا انساں کی جبلت پر

نگاہِ مردِ حق بیں کے لئے دنیا ترستی تھی
عرب کی سرزمیں پر جا بجا باطل پرستی تھی

ہزاروں رسمہائے بیہدہ اُس وقت جاری تھیں — بھٹک جاتے تھے جن پر اُنکے پیرو گامزن ہوکر
مسافر دشتِ غربت میں قدم اپنے جو رکھتا تھا — وطن والے ہی اُس کو لوٹتے تھے بے وطن ہوکر
بڑی پُر درد حالت تھی جہاں میں بنتِ حوا کی — اِدھر پیدا ہوئی اور رہ گئی بے جان دفن ہوکر
جو اربابِ قبائل تھے سدا لڑتے تھے آپس میں — بہاتے تھے غریبوں کا لہو شمشیر زن ہوکر
جنھیں طاقت میسر تھی وہی جیتے تھے دنیا میں — نحیف و ناتواں مرتے تھے بے گور و کفن ہوکر
حقیقی تھی مسرت اور نہ اطمینان حاصل تھا — یہ دُنیا رہ گئی تھی صرف اِک دار المحن ہوکر

بزعمِ خود ہر اِک نازاں تھا بد افعال پہ اپنے
سیہ بختی کا یہ عالم کہ خوش تھے حال پہ اپنے

مشیّت حق تعالیٰ کی یکایک جوش میں آئی ہوا بدلی زمانے کی نیا اِک انقلاب آیا
بہار آئی خزاں گزری مسرت سے کھلے غنچے عروسانِ چمن پر پھر نئے سر سے شباب آیا
نویدِ جانفزا آئی، مبارک ہو جہاں والو تمھاری زندگی میں عین اِس وقت صواب آیا
سُنا او دشمن کے مژدہ غور سے وحیِ الٰہی کا لئے وادیِ فاراں سے کوئی اُمّ الکتاب آیا
جھلکتی تھی تجلّی جس کی مہر و ماہِ تاباں میں دہ کرنے ظلمتوں کا اِس جہاں میں سدِّباب آیا
مجسّم خلقِ یزدانی، سخی ایسا، کریم ایسا جو آیا اُس کے در سے بامراد و فیضیاب آیا

ہوا چاروں طرف پھر غلغلہ آئینِ وحدت کا
جہاں میں بول بالا ہو گیا حق و صداقت کا

رُودادِ وطن!

یہ گھٹا برسات کی یہ لطفِ یارانِ وطن اللہ اللہ کس قدر ہے ہم پہ احسانِ وطن
پھر ہوا سودائے اُلفت پھر بڑھا جوشِ جنوں لے چلی وحشت مجھے سُوئے بیابانِ وطن
کِھل گئی دل کی کلی پاکر ہوائے انبساط لو نظر آنے لگے وہ باغ و بستانِ وطن
پتّے پتّے سے عیاں ہے رونقِ فصلِ بہار غنچہ و گل سے بھرے ہیں جیب و دامانِ وطن

مطمئن کیونکر نہ ہوں پاکر اُسے قلب و نظر
مضطرب تھا مدتوں سے دل میں ارمانِ وطن

یہ فضائیں روح پرور یہ بہاریں جاں فزا
درحقیقت رشکِ جنت ہے گلستانِ وطن

چپہ چپہ پہ ہیں نازل رحمتیں حق کی مُدام
پرورش ہم پا رہے ہیں زیرِ دامانِ وطن

عیش و عشرت میں بسر ہوتی ہے سب کی زندگی
دیکھتا ہوں شاد و خُرم ہیں جوانانِ وطن

دیکھ کر معصوم کلیاں کیوں نہ ہو دل باغ باغ
دلربا، راحت فزا ہیں نونہالانِ وطن

یوں تو ہیں پردیس میں بھی ہر طرح کی راحتیں
ہیں کہاں حاصل مگر یہ لطف و احسانِ وطن

ہم سفر میں یا حضر میں ہوں نہ بھولیں گے تجھے
تجھ سے یہ وعدہ ہے اے نسیمِ گلستانِ وطن

آؤ مل کر اب کریں ایسا نمایاں کوئی کام
جس سے ہو عالم میں قائم عزت و شانِ وطن

منبعِ جود و سخا، بحرِ کرم ہر فرد ہو
تا ابد جاری رہے ہر سمت فیضانِ وطن

فرض ہے یہ ہر بشر کا اس کو رکھے برقرار
بجھ نہ جائے دیکھنا شمعِ شبستانِ وطن

آنکھ سے اوجھل وطن ہے ہم وطن سے دور ہیں
اپنی آنکھوں میں ہے لیکن نورِ ایمانِ وطن

خدمتیں کرنے میں ملک و قوم کی ہوں پیش پیش
بن کے نکلیں اس طرح ہم مردِ میدانِ وطن

وائے قسمت آج یہ ہم پر غلط الزام ہے
یعنی ہم میں اب نہیں ہیں خیر خواہانِ وطن

گردشِ گردوں سے وہ ہیں آج پامالِ ستم
کل تلک جو تھے جہاں میں میر و سلطانِ وطن

وقتِ فرصت ہے غنیمت آؤ ہنس لیں بول لیں
چار دن کی زندگی میں ہم ہیں مہمانِ وطن

صدرؔ وہ اصلی وطن ہے جس میں رہنا ہے سدا
اک ٹھکانا ہے سفر کا بزمِ امکانِ وطن

ابھی قرآن باقی ہے

صبا یہ صبحدم تازہ بہارِ جاں فزا لائی
مبارک ہو مبارک! عیدِ میلاد النبیؐ آئی

گھٹا رحمت کی بطحا سے اُٹھی اور ہر طرف چھائی
بڑھا اہلِ نظر کے دل میں ذوقِ بزم آرائی

عجب پُر کیف اِک عالم زمیں سے آسماں تک ہے
تجلی نورِ یزداں کی مکاں سے لامکاں تک ہے

کہاں ہیں رحمتوں کے ڈھونڈنے والے اِدھر آئیں
صلائے عام ہے دامن کو اپنے بھر کے لیجائیں

رسول اللہؐ کے پیغام کو ہر گھر میں پہنچائیں
کوئی اُفتاد ہو اِس راہ میں ہرگز نہ گھبرائیں

کریں ایمان والے دل کو روشن نورِ عرفاں سے
چمک جاتے ہیں ذرّے تابشِ مہرِ درخشاں سے

عمل کرنا شریعت پر حقیقی یادگاری ہے
مسلمانی کو یوں سمجھو سراپا انکساری ہے

اگر کر لو تو آساں ہے نہ کرنے کو یہ بھاری ہے
نبیؐ کی زندگی کا نام ہی تو دینداری ہے

مصائب قرنِ اوّل میں ہزاروں بار پیش آئے
خدا کے چاہنے والے نہ لیکن اُن سے گھبرائے

خزانے فیض کے معمور ہیں ساری خدائی میں
جہاں چاہو وہیں لے لو مگر ہیں پارسائی میں!

علامت ترکِ اُلفت کی ہے پنہاں بیوفائی میں
تمھاری زندگی ہو وقف اوروں کی بھلائی میں

کرو تبلیغ مِل کر باہمی رفق و مروّت کی
مٹا دو صفحۂ عالم سے رسمیں بغض و نفرت کی

مبارک روز ہے پھر عہد ہو تنظیمِ ملّت کا
ادا کرنا ہے تم کو حق محمدؐ کی امانت کا

گراں گزرے کسی کو وہ نہ شیوہ ہو ریاضت کا
کرے تعریف دشمن بھی وہ عالم ہو عبادت کا

جہادِ زندگی میں ہے ضرورت سعیٔ کامل کی
نہیں کرتے ہیں پروا اہلِ دل مدِّ مقابل کی

طریقِ احمدی سیکھو محمدؐ کا چلن سیکھو
اگر رہنا ہے دنیا میں تو ہر اک علم و فن سیکھو

دلوں میں جس سے ہو تاثیر وہ طرزِ سخن سیکھو
نکل کر کنجِ عزلت سے ذرا مردانہ پن سیکھو

عمل سے اپنے دکھلا دو ابھی قرآن باقی ہے
خدا کے فضل سے تم میں قدیمی آن باقی ہے

ہمیشہ مجھے راہِ حق پر چلا

خدایا تری ذات رحمان ہے
ترا نام ایمان کی جان ہے

تصرّف میں تیرے ہے سارا جہاں
ترے حکم میں ہیں زمین و زماں

ترا نور ہے ہر طرف جلوہ گر
تجھی سے منور ہیں شمس و قمر

زباں تو نے دی مُنھ کو اے مہرباں
ہوئے اِس سے اسرارِ قلبی عیاں

سمندر کو آتش میں پیدا کیا   کہیں گُل پہ بُلبل کو شیدا کیا

اُگائے ہیں دانوں سے تُو نے شجر   دیئے تُو نے شاخوں کو برگ و ثمر

کئے کان کو تُو نے گوہر عطا   صدف کو دیئے لولوئے بے بہا

تری ذات ہے پاک ربّ العلا   ترا راز ہم پر نہ ہرگز کھُلا

نبی و ولی، زاہد و پارسا   سبھی تیری درگاہ کے ہیں گدا

جسے چاہے کر دے اُسے بادشاہ   جسے چاہے اِک دم میں کر دے تباہ

ہویدا کیئے انس و جنّ و پری   عجب ہے تری شانِ صنعت گری

زباں میں مری اتنی طاقت کہاں   کرے وصف تیرے جو یارب بیاں

محمدؐ لقب جن کا خیر الورا   ہیں کونین میں اشرف الانبیاء

محبّت میں ہوں اُن کی فرخندہ حال   عطا کی مجھے دولتِ بے زوال

صداقت کا رستہ دکھایا مجھے   بہر طور انساں بنایا مجھے

یہی کہتے بنتی ہے بس دم بدم   کرم ہے کرم ہے کرم ہے کرم

بصد عجز کرتا ہوں اب التجا   میں بندہ ہوں تیرا تُو میرا خدا

گناہوں سے ہر چند ہوں شرمسار   پہ ہوں تیری بخشش کا اُمیدوار

میں کرتا ہوں یہ صدقِ دل سے یقیں   کہ ستّار و غفّار تجھ سا نہیں

ہوئے ہیں جو سرزد خطا و قصور   اُنھیں بخش دے فضل سے یا غفور

مجھے حق و باطل میں تمیز دے | جو ہے لا فنا مجھ کو وہ چیز دے
بنا دے مجھے تو حقیقت شناس | نہ جاؤں میں بھولے سے باطل کے پاس
مسلماں ہیں دنیا میں جتنے غریب | زر و مال یارب انھیں کر نصیب
بچا لے مجھے ہر بُرے کام سے | محبت ہے مجھ کو ترے نام سے
مجھے کذب اور دغل سے مدام | تو محفوظ رکھ اے خدائے انام
تکبر کو نخوت کو اے ذوالجلال | مرے دل کی خلوت سے باہر نکال
عطا کر مجھے عزت و اعتبار | نہ رسوا ہوں کونین میں زینہار
ہمیشہ مجھے راہِ حق پر چلا | مجھے دامِ ابلیس سے تو بچا

مجھے دینِ اسلام مرغوب ہو | مرا نفسِ امّارہ مغلوب ہو
نہ ہو شرک و بدعت کا مجھ سے ظہور | مرے دل کو دے اپنی اُلفت کا نور
توکل کہ ہے دولتِ بے زوال | مجھے دے نہ ہوں تا کہ میں خستہ حال
بلیّاتِ دُنیا میں ہیں جس قدر | نہ پہنچے کوئی اُن سے مجھ کو ضرر
پڑیں مشکلیں جو وہ آسان کر | مرا شرک سے پاک ایمان کر
نہ پہنچے کسی کو بھی مجھ سے گزند | عطا کر مجھے سیرتِ دل پسند
مجھے دین و دنیا میں تو شاد رکھ | الٰہی مرے گھر کو آباد رکھ
عزیز و اقارب ہیں جتنے مرے | رہیں ظلِّ الطاف میں سب ترے

رہے دشمنوں پر ہو تیرا کرم — رہے ان کا دنیا میں اونچا نام

عدو پر بھی وارد عنایات ہوں — میسر اُسے بھی ہدایات ہوں

ہو اقرارِ توحید وردِ زباں — اِسی طرح نکلے مری تن سے جاں

نہ ہو بعد مردن بھی کوئی عذاب

نہ ہو کوئی تشویش روزِ حساب

اے خداوندِ غنی ہم پہ نوازش کر دے

یہ گواہی مرا دل وقتِ دُعا دیتا ہے — مانگنے والے کو تُو اور سوا دیتا ہے

تیری درگاہ میں جو سر کو جھکا دیتا ہے — اُس کی ٹُوٹی ہوئی تُو آس بندھا دیتا ہے

شُکر ہر حال میں واجب ہے خدایا ہم پہ

ہے شب و روز ترے فضل کا سایا ہم پہ

کس کی یہ تاب کرے تجھ سے شکایت اپنی — ہے بجا حُسنِ طلب، حسبِ ضرورت اپنی

تجھ پہ روشن ہے وہ جیسی کہ ہے حالت اپنی — ننگِ اسلاف ہوئی جاتی ہے نکبت اپنی

دیر سے ایک تعطّل ہی مکیں ہے دل میں

یعنی وہ جوش جو پہلے تھا نہیں ہے دل میں

انقلاباتِ ستم روز نیا ڈھاتے ہیں — ظلمتِ گردشِ ایّام بڑھا جاتے ہیں

ہم نفس اور ہیں وہ راس جنھیں آتے ہیں — ہم پہ ناساز ہیں حالات، قسم کھاتے ہیں

بات کہنے کی نہیں پھر بھی کہی جاتی ہے
ہم سے تعزیر نہیں اب یہ سہی جاتی ہے

شک نہیں اس میں حقیقت سے گریزاں ہم ہیں
پہلے سے ہم میں اب اوصاف بہت ہی کم ہیں
گردنیں شرم سے اسواسطے سب کی خم ہیں
دل ترے خوف سے لرزیدہ ہیں آنکھیں نم ہیں

قلب کو چین نہیں روح کو تسکین نہیں
کون ہے اپنے جو ماحول میں غمگین نہیں

"مشکلے نیست کہ آساں نہ شود" ہے مشہور
جانتے سب ہیں مگر پھر ہیں عمل سے معذور
ہم کو توفیق عطا ہو کہ ہم حتی المقدور
تیرے احکام و فرامین کو بنا لیں دستور

کام اسلام کے جتنے ہیں وہ ہم بھول گئے
چلتے چلتے رہِ الفت میں قدم بھول گئے

جذبۂ حسنِ عمل کو ہو عطا وہ تاثیر
اپنی تخریب کی ہو اپنے ہی ہاتھوں تعمیر
اک حسیں خواب سہی اُسکی حسیں ہو تعبیر
جتنی آفات ہیں ٹل جائیں یہ اے ربِ قدیر

حوصلے پست ہوئے جاتے ہیں بدحالی سے
ہمنوا سہم گئے دین کی پامالی سے

گلشنِ دہر میں آ جائے بہارِ تنظیم
یہ تمنا ہے کہ ہوں تازہ، روایاتِ قدیم
تیری نصرت ہو تو ہو جائے ترا فیضِ عمیم
ہم سے چھُٹ جائیں گے جتنے بھی ہیں افعالِ ذمیم

اے خداوندِ غنی ہم پہ نوازش کر دے
اپنے الطاف و عنایات کی بارش کر دے

دار الغرور

یہ دُنیا مطلقاً ہے مبتلائے دورِ بحرانی
ہزاروں ہیں بپا اِس راہ میں امواجِ طوفانی

یہاں رہتی ہے آئے دن مصائب کی فراوانی
یہاں کی زندگی ہے صرف اِک خوابِ پریشانی

یہاں آنے سے انساں پر بہت ہی بار ہوتا ہے
ادائے فرض کے باعث وہ ذمہ دار ہوتا ہے

یہاں آنے کا مقصد کیا ہے یہ معلوم کرنا ہے
ہمیں بحرِ تجسّس کے مراحل سے گزرنا ہے

مسلّم امر ہے یہ سب کو آخر کار مرنا ہے
مگر معیارِ ہست و بُود پر پورا اترنا ہے

بہت دشوار منزل ہے جہاں ہوگا قیام اپنا
بہ ایں اسباب کرنا ہے ہمیں کچھ انتظام اپنا

عمل ہی صرف وہ شے ہے جو اپنے کام آئیگا
عمل اچھے ہیں جس کے پاس وہ آرام پائیگا

جو بد اعمال ہے جنّت میں وہ ہرگز نہ جائے گا
سزا پائے گا دوزخ میں بہت صدمے اُٹھائیگا

"عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنّم بھی"
عمل دیتا ہے انساں کو خوشی بھی رنج بھی غم بھی

یہاں بھی ہے یہی صورت کہ جس کا ہے عمل جیسا
نتیجہ مل رہا ہے سب کو اپنی اپنی محنت کا

گلہ ہمیں مشیّت کا نہ قسمت کا کوئی شکوا
بتا کر نیک و بد راہیں کیا حق نے کرم اپنا

پڑا ہے پردۂ غفلت کچھ ایسا ذہنِ انساں پر
کہ باطل کا ہوا جاتا ہے غلبہ اُسکے ایماں پر

مرض ایسا نہیں کوئی کہ جس کا ہو نہ کچھ درماں
نہ ایسی کوئی مشکل ہے جو کرنے سے نہ ہو آساں

نہیں یہ شانِ مومن کی کسی اُلجھن سے ہو حیراں
کہ دُنیا عارضی ہے عارضی ہیں اِسکے کُل ساماں

حقیقت میں یہ دُنیا امتحاں گاہِ محبت ہے
جنھیں اللہ سے اُلفت ہے اُنھیں دُنیا سے نفرت ہے

یہاں کے عیش و عشرت پر اکڑنا زعمِ باطل ہے
خبر کل کی نہیں مطلق کہ کیا درپیش مشکل ہے

ندائے کُلُّ شَیءٍ ھَالِکٌ[1] پیغامِ منزل ہے
یہاں ہشیار ہی رہنا شعارِ مردِ عاقل ہے

نہیں زیبا کسی صورت کہ سمجھیں دائمی اِس کو
یہ دُنیا چند [illegible]ہ ہے فنا ہے لازمی اِس کو

مآلِ ہستیٔ انساں ہے سب کے سامنے روشن
ہزاروں کیا کروڑوں کے بنے ہیں خاک پر مدفن

سکندر ہے نہ دارا ہے نہ رستم ہے نہ ہے بیژن
نہیں محفوظ اُفتادِ خزاں سے دہر کا گلشن

نمایاں کار ہے جس کا اُسی کا نام ہے زندہ
نہیں ہوتا ہے وہ دونوں جہاں میں حق سے شرمندہ

[1] کُلُّ شَیءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ ط لَہُ الْحُکْمُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۞ پارہ ۲۰۔ رکوع ۱۲۔ سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اُس ذات کے۔ اُسی کی حکومت ہے اور اُسی کے پاس تم سب کو جانا ہے۔

الاحتساب

اُس کا نزدیک مرے کوئی بھی کردار نہیں!

کھیلتا رہتا ہے جو طفلکِ ناداں کی طرح — وقت کے ناز نہیں ہاتھوں میں کھلونا بن کر
خوف سے دشمن کے دب جاتا ہے بزدل کے مانند — اور آتا نہیں باطل کے مقابل تن کر

ایک حالت پہ نہ رہتا ہو کبھی جس کا قیام — فتنہ انگیز ہو اور مکر و دغا کا ماہر
جس کی باتوں سے عیاں صاف ہو دُنیا سازی — جس کا باطن تو ہو مَیلا مگر اُجلا ظاہر

جس کے افعالِ شنیعہ ہوں معاصی پرور — جس کے اقوال نہ ہوں صدق و صفا پر محمول
بیچ ڈالے جو ضمیر اپنا کسی کے ہاتھوں — جس کا ایمان ہو قبضے میں کسی کے مکفول

اپنے اسلاف کی عزت کا نہیں جس کو خیال — اپنے اخلاف کی خاطر نہیں جس کو ملحوظ
جو سمجھتا نہیں خودداری و غیرت کیا ہے — رکھ سکے اپنا بھی ناموس نہ جو خود محفوظ

اُنس ہو جس کو شب و روز زبوں کاری سے — جس کا آغاز نہ اچھا ہو نہ اچھا انجام

شاق گزرے اُسے وہ بات جو سمجھائے کوئی ـــ بن کے رہتا ہو سدا نفس کا جو اپنے غلام

جس کو زحمت کا نہ ہو دوسرے کی کچھ احساس ـــ جس کو ہر حال میں ہو پیشِ نظر اپنا مفاد
واسطہ رکھتا ہو جو اپنی ہی خود رائی سے ـــ جس کو دُنیا کا خیال اور نہ ہو خوفِ معاد

اُس کی صحبت سے بھی انساں کو مفر ہے لازم ـــ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جو بناتا ہو الگ
خوار ہو جاتا ہے ملّت سے علیحدہ ہو کر ـــ کیونکہ ہر منزل و ہر راہ میں جاتا ہے الگ

جو کبھی رحم نہیں کرتا ہے ناداروں پر ـــ جس کے ورثہ میں ہے قارون کی دولت شامل
یا وہ جس پہ نہیں ہے خوف خدا کا غالب ـــ اور جبلّت میں ہے فرعون کی خصلت شامل

ہر گھڑی صحبتِ نیکاں سے جو رہتا ہے نفور ـــ ملنے سے اہلِ دناءت کے جسے عار نہیں
جسکی نظروں میں نہیں دین کی کوئی وقعت ـــ ملک اور قوم کا بھی دل سے وفادار نہیں
اُس کا نزدیک مرے کوئی بھی کردار نہیں!

جواہر ریزے

پوچھتا ہے ہمنشیں! مجھ سے تو کر دل سے قبول ـــ آدمیت کیلئے ہیں چند یہ زرّیں اصول

جس سے ہو وعدہ کسی کا چاہیئے پورا کرے　　راستبازی شرط ہے اِس پر جئے اِس پر مرے

جھوٹ سے بچنا گناہوں سے ہے بچنا بالعموم　　جھوٹ ہے سب میں بُرا جتنی ہیں شیطانی رسوم

زندگی میں زندگی کی قدر کرنی چاہیئے　　جتنی جس کی پست حالت ہو اُبھرنی چاہیئے

بات حق کہنے میں جو کرتا نہیں خوف و خطر　　حق کی نظروں میں بہادر ہے وہی سچا بشر

دوسروں کی دیکھ کر تکلیف آئے یہ خیال　　کل خدا جانے کہ ہوگا حشر میں کیا اپنا حال

اور سے اچھا سمجھنا خود کو اچھا ہی نہیں　　ذات اچھی ہے خدا کی جس کا ہمتا ہی نہیں

نیکیاں ہوتی ہیں روشن مثلِ مہرِ زرنگار　　رائیگاں جاتی نہیں محنت کسی کی زینہار

عزم و ہمت سے بدل جاتا ہے فرسودہ نظام　　زندگی کی راہ میں ہے "جستجو" اعلیٰ مقام

اہلِ ہمت اپنی ناکامی سے گھبراتے نہیں　　رزم گاہِ زندگی میں پیٹھ دکھلاتے نہیں

جلدبازی عقلمندی کے سراسر ہے خلاف　　منتقم ہونے سے بہتر ہے کہ تو کر دے معاف

جس کو کچھ کھو کر ہی آئے عقل سمجھے فائدہ　　ٹھوکریں کھا کر سنبھل جانا ہے کُلی قاعدہ

دوسروں کے واسطے جو کھودتا ہے خود گڑھا　　ہے مثل مشہور گرتا ہے وہ اُس میں برملا

ہے اگر برتاؤ تیرا دوسروں کے ساتھ نیک　　با مروت پائے گا انسان دُنیا میں ہر ایک

اچھی ہے تعلیم انساں کی بنے راحت ضرور　　صحبتِ نااہل سے آتا ہے ایماں میں فتور

خلق کی خدمت میں ہے خوشنودیِ ربِّ جہاں　　جسکو یہ دولت ہے حاصل وہ ہے افضل بیگماں

اپنے افعالِ گزشتہ پر ندامت چاہیئے　　آنے والے دور پر فکر و ریاضت چاہیئے

آخرت کے واسطے ہے سب سے اولیٰ تر نماز
فرض ہے روزِ ازل سے اِسلیئے ہم پر نماز

انقلاب

یُوں تو ہے کہنے کو آساں ایک لفظِ انقلاب　　اِسکے پردے میں ہیں لیکن موجزن لاکھوں عذاب
یہ حسیں جتنا ہے اُتنا ہی بھیانک بھی ہے خواب　　آنکھ کھل جائے اگر اُٹھ جائے چہرے سے نقاب

زیر و بم میں اِس کے ہے تاثیر نفخِ صُور کی
شوکتیں اِس نے مٹا دیں قیصر و فغفُور کی

سامنے ہوتے ہیں اِسکے کسقدر وحشت بدوش　　آفتیں ہی آفتیں ہیں اِس کی تہ میں پردہ پوش
وسعتِ حدِ تخیل سے ہے آگے اِس کا جوش　　اُس سے پوچھو جس نے دیکھا ہو بحالِ عقل و ہوش

گردشِ گردوں کی بیشک برہنہ تصویر ہے
کاتبِ تقدیر کی اِک دل شکن تحریر ہے

سینۂ گیتی میں ہے یہ گلخنِ آتش رواں　　اِس کے آگے ہے خس و خاشاک ہر کوہِ گراں
زلزلے، طوفاں، حوادث اِسکے دائم ہم عناں　　جس طرف ہو اِس کا رُخ کرتا ہے ہر شے بے نشاں

اِس کا ہنسنا اور رونا برق و باراں کی مثال
وہ گرے یا یہ بڑھے دونوں کا آفت ہے مآل

ہاں مگر اِک روشنی مدھم سی ہے ظلمات میں　　اہلِ بینش دیکھ لیتے ہیں اُسے حالات میں
سوچتے ہیں دہر ہے کیوں مبتلا آفات میں　　حال پر رکھتے ہیں وہ اپنی نظر ہر بات میں

جانتے ہیں "لَا یُغَیِّرُ" کی ہے برہانِ عجیب
بے سبب آتی نہیں کوئی بھی ہو آفت قریب

اِس میں تہدید و ہدایت کا نیا انداز ہے
اِس میں اقوام و ملل کی زندگی کا راز ہے
اِس کا انجام مصیبت عیش کا آغاز ہے
ہوش والوں کے لئے یہ غیب کی آواز ہے

انقلاب آتے ہیں اکثر آزمانے کے لئے
سرکشوں کے جوشِ باطل کو دبانے کے لئے

ہے مثل مشہور اُس اندھے پہ ہے اللہ کی مار
ٹھوکریں کھاتا ہے جو اور نہ سنبھلے زینہار
وہ ہیں صُمٌّ[۲] اور بُکْمٌ اور عُمْیٌ بد شعار
جھیل کر جو سختیاں ہوتے نہیں ہیں ہوشیار

ایسے لوگوں کے لئے ہے دائمی گویا عذاب
کہنے کو کہتے رہیں وہ انقلاب و انقلاب

[۱] اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ پارہ ۱۳ رکوع ۸۔ واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدل دیتے۔

[۲] بہرے، گونگے، اندھے۔ اشارہ بدیں آیت۔ صُمٌّۢ بُکْمٌ عُمْیٌ فَہُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ پارہ ۲ رکوع ۵۔ بہرے ہیں۔ گونگے ہیں۔ اندھے ہیں۔ سو نہیں سمجھتے۔

دریا اور ساحل

برسات کا تھا موسم دریا چڑھا ہوا تھا
ساحل کی حد سے پانی آگے بڑھا ہوا تھا

سیلِ رواں میں اُس کے جو چیز بہہ رہی تھی
موجوں کی زد پہ آکر صدموں کو سہہ رہی تھی

ساحل سے دُور تر تھے منجدھار میں سفینے
دہشت سے آ رہے تھے ملّاحوں کو پسینے

دریا کی بڑھ گئی تھی حد سے سوا روانی
جس سمت دیکھتے تھے پھیلا ہوا تھا پانی

طوفانِ صد حوادث تھا زد پہ بالمقابل
کٹ کٹ کے بہہ رہا تھا پانی کیساتھ ساحل

دریا نے طنز سے یہ ساحل سے گفتگو کی
پاتا نہیں ہوں تجھ میں اپنی سی کوئی خُوبی

اللہ نے تیرا میرا بچپن سے ساتھ رکھا
لیکن نہ تُو نے ابتک طاقت کو میری سمجھا

تیری تو عمر کل ہے سُن! آخری زمانہ
تفسیرِ نوجوانی اب ہے مرا فسانہ

تُو دیکھتا ہے میں نے کتنے شجر گرائے
تنکوں کی طرح پھر وہ پانی میں لا بہائے

یہ کشتیاں یہ بیڑے مانند کاہ کے ہیں
مدت سے منتظر سب میری پناہ کے ہیں

آتے ہیں صبحدم اور جاتے ہیں مُنہ اندھیرے
ہوتی نہیں ہے جرأت لیجائیں کچھ مچھیرے

تیراک اِک طرف سب حیرت زدہ کھڑے ہیں
غوّاص جس قدر ہیں سہمے ہوئے پڑے ہیں

وہ پیلتن ہے جن کی مشہور پہلوانی
طوفاں کی شورشوں سے پتہ ہے اُنکا پانی

ملحق جو کھیتیاں ہیں سیراب کر رہا ہوں
بنجر تھیں جو زمینیں شاداب کر رہا ہوں

روزِ ازل سے میرا ہے فیضِ عام سب پر
دریادلی کا میری روشن ہے نام سب پر

پابند و قید رکھنا تو چاہتا ہے مجھ کو
آزاد میرا ہونا بھاتا نہیں ہے تجھ کو

کیوں تنگ دل ہے اتنا جلتا ہے کیوں حسد سے
کیا فائدہ ہے تجھ کو بے کار رد و کد سے

تشنیع و طعن سُن کر ساحل کو طیش آیا
حد سے ذرا اُبھر کر دریا کی سمت دیکھا

پہلا سا زور یورش دریا کو تھا نہ حاصل
کچھ گھٹ گیا تھا پانی کچھ بڑھ گیا تھا ساحل

ساحل بنا ہوا اب سدِ سکندری تھا
دریا کے دل میں پیدا احساسِ کمتری تھا

ساحل کا دور آیا دریا سمٹ رہا تھا
جائے مفر نہیں تھی ساحل چمٹ رہا تھا

بولا جھٹک کے دامن اب تُو شتاب سُن لے
جو کچھ کہا ہے تُو نے اُس کا جواب سُن لے

آتا ہے یاد تیرا طفلی کا دور مجھ کو
ہر طرح عافیت تھی دامن میں میرے تجھ کو

خود میں نے جان و دل سے تجھ کو عزیز رکھا
ہونے دیا نہ تیرا کوئی بھی بال بیکا

تیری خوشی سے سویا تیری خوشی پہ جاگا
جس سمت کو چلا تُو میں بھی اُدھر ہی بھاگا

ارض و سما کی لے کر ساری بلائیں سر پہ
محفوظ میں نے رکھا دامن میں تجھ کو اکثر

جتنے بھی تو نے جھٹکے مجھ کو دیئے سنبھالے
مجھ سے ہوا جہاں تک تیرے بھی بل نکالے

فضلِ خدا سے تجھ کو اتنا بڑا بنایا
خطرات سے بچا کر اک راہ پر لگایا

کم ظرف تھا جو سمجھا اُٹھتی ہوئی جوانی
اِک دَم میں بہہ گیا تھا برسات کا تھا پانی

چند آ ملے تھے مجھ میں برسات کے جو نالے
سمجھا کہ ہو گئی تھی دُنیا ترے حوالے

بپھری ہوئی وہ حالت تھی قابلِ ملامت
پھر اُس پہ یہ اکڑنا ہے کبر کی علامت

ہر فرد کی زباں پر پیہم یہ گفتگو تھی
طغیانیوں میں تیری بربادیوں کی بُو تھی

مشہور تیری اکثر دریا دلی ہوئی ہے
لیکن میں دیکھتا ہوں حالت گری ہوئی ہے

کچھ عقل ہو تو مجھ سے یہ سیکھ ہوشیاری
پربت کی طرح ہوں میں اپنی جگہ پہ بھاری

سیاحوں کے دلوں میں ہے احترام میرا
امن داماں سے رکھنا دائم ہے کام میرا

بانگِ درا

فیصلہ ہے صدر یہ قانونِ قدرت کا اٹل
جیسا جو بوتا ہے ویسا ہی اُسے ملتا ہے پھل
نفسِ امارہ کے ایما اور خواہش پر نہ چل
چند روزہ زندگی ہے پیش آنی ہے اجل

ہو نہ غافل آخرت سے کام آئے گا عمل
اور عمل بھی وہ جو ہو مقبولِ خلاقِ ازل

قافلہ عمرِ رواں کا بڑھ رہا ہے تیز گام
جانے والے جا چکے منزل پہ آیا وقتِ شام
جن کو فکرِ عاقبت ہے اُن کو ہے یہ فکرِ عام
بعد مردن کس طرح پائیں گے ہم اعلیٰ مقام

سچ بتا! تُو نے بھی کیا ایسا کیا ہے کوئی کام
جس کے بدلے میں تجھے مل جائے گا نعم البدل

جدّ و جہدِ زندگی کر وقفِ ہر کارِ سعید
تاکہ حاصل ہو تجھے گنجِ سعادت کی کلید
ہوں عمل اچھے تو ہے بخشش کی بھی حق سے اُمید
ورنہ سب بے سُود لایعنی ہے یہ گفت و شنید

غافلوں پر جا بجا قرآں میں آئی ہے وعید
واقعے قومِ ثمود و عاد کے ہیں بر محل

ایک سجدہ کے نہ کرنے سے ہوا شیطاں لعیں
مارا مارا دربدر پھرتا ہے با قلبِ حزیں
گمرہوں کو رات دن بہکاتا ہے مردودِ دیں
بندگانِ حق پہ لیکن اُس کا بس چلتا نہیں

وہ جھکا دیتا ہے حق کے سامنے اپنی جبیں

بندگی کو جس نے سمجھا زندگی کا ماحصل

آ گیا ہے وقتِ پیری ڈھل چکا تیرا شباب
ہیں تغافل کیشیاں لیکن حجاب اندر حجاب
حشر کے دن جب سوا نیزہ پہ ہوگا آفتاب
پُرسشِ اعمال پر دے گا خدا کو کیا جواب

کب تلک لیتا رہے گا کروٹیں اے محوِ خواب
ہوش میں آ کھول آنکھیں وقت ہے اب بھی سنبھل

آدمی ہو کر نہ ہو جس کو کبھی فکرِ مآل
مرکزِ انسانیت پر اُس کا رہنا ہے محال
گلشنِ ہستی میں بے برگ و ثمر ہے وہ نہال
باغباں جس پر نہ رکھے سایۂ ابرِ نوال

کیا کبھی ہوتا نہیں ہے تجھ کو اِس کا کچھ خیال
زندگی کیوں ہو رہی ہے تلخ تیری آجکل

یہ فضائیں رُوح پرور یہ ہوائیں خوشگوار
چشمِ بینا ہو تو دیکھے سبزہ زاروں کی بہار
ذرّہ ذرّہ ہے زمیں کا نورِ حق سے ہمکنار
تُو مگر رہتا ہے غافل اِن سے اے غفلت شعار

سب کے سب ہیں محوِ تسبیحِ خدائے کردگار
یہ ستارے، چاند، سورج، طائر و دشت و جبل

شکر کر اللہ کا تیرا ہے اب تک وہ بھرم
غیر بھی کہتے ہیں "مومن" تجھکو یزداں کی قسم
صاحبِ ایماں پہ ہوتا ہے خدا کا جب کرم
بخش دیتا ہے دو عالم کا وہ کُل جاہ و حشم

جذبۂ للّٰہیت سے تو بڑھا اپنے قدم
وقت پر دشواریاں ہو جائیں گی سب تیری حل

حضرت عمرؓ بن عبد العزیز کا عہدِ حکومت

جب حضرت عمرؓ بن عبد العزیز کو
تاجِ شہنشہی و خلافت عطا ہوا
اِک گھاٹ پانی پینے لگے گرگ و گوسفند
تا تب جفا سے اپنی ہر اک پُر جفا ہوا
یہ حال دیکھ دیکھ کے کہتے تھے گلّہ باں
حاکم ہمارا حاملِ صدق و صفا ہوا
بیجا روی پہ رکھتے تھے عمّال کی نظر
اِس طرح سدِ بابِ ستم جا بجا ہوا
تاریکیوں میں رات کی ہر سمت صبح تک
اُٹھ اُٹھ کے دیکھتے تھے جو کھٹکا ذرا ہوا
قرآن اور حدیث ہی تھے مطمحِ نظر
ملّت پہ اِس لئے بھی اثر آپ کا ہوا

رکھتے تھے حال وقال کو اپنے بہ احتیاط
اُن سے جدا ذرا بھی نہ خوفِ خدا ہوا

اِک روز کا ہے ذکر کہ وہ شاہِ نیک خو
بیٹھے تھے شب کو اور دِیا تھا جلا ہوا

کچھ کاغذات پیش تھے سرکاری رُوبرُو
تفتیش کا تھا سامنے دفتر کھُلا ہوا

آرام کا تھا وقت مگر اُن کا انہماک
اِس درجہ بڑھ گیا تھا کہ حق آشنا ہوا

اِتنے میں اِک غلام کہ جو خانہ زاد تھا
آکر حضور میں بہ ادب لب کُشا ہوا

"بیگم" کا لفظ نکلا تھا مُنھ سے کہ آپ نے
دیپک بُجھا دیا جو وہاں تھا رکھا ہوا

فرمایا اُس سے آپ نے گُل کر کے روشنی
مقصد تھا میرا کیا تجھے کچھ بھی پتا ہوا

وابستہ روشنی تھی بہ کارِ نظامِ ملک
کہنا تھا خانگی تجھے جو ماجرا ہوا

بے وجہ میں چراغ جلاتا تو کس لئے
اب کہنا ہے جو کچھ تجھے کہہ دے کہ کیا ہوا

اے صدر تو نے دیکھا بزرگوں کے حال کو
کتنا تھا اُن پہ رنگِ خشیت چڑھا ہوا

اِک ہم ہیں جن کا شغل ہے ہر لحظہ نا و نوش
ملتا نہیں ہے کوئی بھی اِس سے بچا ہوا

اک وہ تھے جن کی ذات پہ تھی زندگی نثار
اِک ہم، وجود جن کا ہے مُردہ بنا ہوا

ایک بزرگ کی توبہ

آدمی چاہے تو ماحول بدل سکتا ہے
اِک اشارہ میں بہت جلد سنبھل سکتا ہے

مرحلے ایسے بھی آجاتے ہیں پیشِ منزل
وہ اگر چاہے تو عبرت کرے اُن سے حاصل
زندگی میں اُسے ملتے ہیں مواقع اکثر
مستفید اُن سے جو ہو جائے تو ہے اُسکا ہنر

ایک صاحب تھے بہت نیک بزرگ دانا
جن کے عرفاں کا زمانے میں بڑا تھا چرچا
اپنی توبہ کا وہ یوں حال بیاں کرتے ہیں
بات پردہ کی تھی لیکن وہ عیاں کرتے ہیں
قحط کی ملک میں اک سال دبا آئی تھی
ساری مخلوق پہ دہشت کی گھٹا چھائی تھی
تنگدستی سے تھے پامال ہزاروں انساں
بھوک اور پیاس سے بیتاب تھے سارے حیواں
روح فرسا تھا حقیقت میں بہت وہ ہنگام
میں نے دیکھا کہ بڑا خوش ہے مگر ایک غلام
پوچھا اُس سے کہ سبب تیری خوشی کا کیا ہے
کس خزانے کا ہے وہ در کہ جو تجھ پر وا ہے
بولا وہ ایک زمیندار ہے میرا آقا
ہے خورونوش کا ضامن جو مرے صبح و مسا
اُس کا اک گاؤں ہے جس سے کہ ہے آمد معقول
کھانے پینے کو مجھے دیتا ہے حسبِ معمول
مجھ کو ہو فکر تو کس چیز کا اور ہو کیوں کر
ہے مصارف کی مرے ساری کفالت اُس پر
سُن کے یہ بات ہوا حال دگرگوں میرا
چوٹ سی دل پہ لگی اور یہ میں نے سوچا

میرا آقا تو وہ ہے جسکے ہیں دونوں عالم
جس کے قبضے میں ہیں کل جن و ملک و آدم
فکر روزی کی وہ کرتا ہے بہر طور سدا
رزق کیڑے کو وہی سنگ میں ہے پہنچاتا
میں کروں فکر تو کیا فائدہ اِس سے حاصل
اِس تخیّل نے کیا توبہ پہ مجھ کو مائل

زمیندار اور بُلبُل

مالک تھا کسی باغ کا اک نیک زمیندار
منظور نہ تھا جس کو کہ پہنچے اُسے آزار

ہوتا تھا بڑا لُطف اُسے سیر سے حاصل
آتا تھا وہاں چھوڑ کر اِس واسطے گھر بار

وہ باغ بڑے شوق سے تھا اُس نے لگایا
تھا رشکِ ارم جس کا ہر اک تختۂ گلزار

دل شاد بہت ہوتا تھا وہ دیکھ کر اُسکے
گلہائے دل آویز و شجر ہائے پُر اثمار

مرغانِ خوش آواز کے سُن سُن کے ترانے
کرتا تھا ادا شکرِ خدا دل سے وہ سَو بار

اِک دن جو اُسی باغ میں مالک نے یہ دیکھا
اِک بُلبُلِ آشفتہ کی ہے پھولوں پہ یلغار

بیٹھا ہوا وہ چونچ سے اور پنجوں سے اپنے
کرتا ہے پریشاں ورقِ گُل کو لگاتار

مالی کو دیا حکم تو پھر چشم زدن میں
اُس نے اُسے پکڑا کیا پابند و گرفتار

اِک پنجرۂ زرّیں کی بنا کر اُسے زینت
خود گھر میں زمیندار کے رکھا سرِ دیوار

بُلبُل نے رہا ہونے کی دیکھی جو نہ صورت
آقا سے مخاطب ہوا با نرمیِ گفتار

اے وہ کہ ترے ہاتھ میں ہے میرا مقدّر
خالق نے بنایا ہے تجھے مالک و مختار

تو چاہے تو دے چھوڑ مجھے یا کہ سزا دے
کرتا ہوں بہر کیف کھُلے دل سے یہ اقرار

لیکن ہوں میں حیران نہ اِس راز کو سمجھا
ڈالا ہے مجھے قید میں کس واسطے سرکار
مرغوب ہے گر تجھ کو مرا لطفِ ترنّم
ہے آشیاں پہلے سے مرا باغ میں تیّار
رہتا ہوں نوا سنج جہاں شام و سحر میں
پڑھتا ہوں محبّت کے سبق کھول کے منقار

آقا نے کہا سُن کے یہ سب رام کہانی
تُو میری نظر میں ہے بڑا شوخ و ستمگار
برباد کیا کرتا ہے تُو روز چمن کو
کانٹوں کی طرح لگ گئے ہیں پھولوں کے انبار
بے وجہ نہیں میں نے تجھے قید کیا ہے
تقصیر تری صاف ہے اور تُو ہے خطاوار
بُلبُل نے کہا غور تو کر اپنی خطا پر
ظالم کی طرح ہو گیا تو بر سرِ پیکار
کیا حال ترا ہو گا قیامت میں کہ تُو نے
توڑا ہے مرے دل کو جو ہے منزلِ غفّار

اِس گفتِ پریشاں نے کیا دل کو پریشاں
بُلبُل کو دیا چھوڑ نہ کی حجّت و تکرار
اُڑ کر وہ وہیں بیٹھ گیا ایک شجر پر
آقا سے کیا شُکر میں اِس راز کا اظہار
اِس پیڑ کے سائے میں ہے مدفون خزانہ
تُو جا ہے تو لے سکتا ہے سب درہم و دینار
بدلہ ہے یہ احسان کا جو مجھ پہ کیا ہے
میں تجھ کو سمجھتا ہوں بڑا نیک و وفادار
پا کر وہ خزانے کو تعجّب سے یہ بولا
کیا بات تھی پہلے جو نہ تھا اتنا تو ہُشیار

وہ دام جو بالائے زمیں تھا رہا مخفی
مدفون خزانے کے مگر وا ہوئے اسرار

بُلبُل نے کہا جب کہ موافق نہ ہو تقدیر
ہر کام بگڑ جاتا ہے آساں ہو کہ دشوار
مرضیٔ الٰہی میں نہیں چارہ کسی کو
لیکن ہے بہر حال یہ انساں کو سزاوار
دے بدلہ وہ احسان کا احسان سے اپنے
بھولے نہ خدا کو وہ خودی میں کبھی زنہار
چلتا نہیں جو راہِ محبت میں سنبھل کر
اُفتاد بھی پڑتی ہے اُسی شخص پہ بسیار

اکلِ حلال

جانتا ہے تُو کہ ہے کیا چیز روزیٔ حلال
رزقِ طیب جس کو فرماتا ہے ربِّ ذوالجلال
مومنوں پر فرض ہے اسکی طلب ہر حال میں
یہ عطا کرتا ہے حُسنِ عبدیت اعمال میں
اِسمیں کی اسلاف نے ہر لمحہ اتنی احتیاط
مشتبہ روزی سے بھی رکھا نہ ہرگز ارتباط

حضرتِ بوبکرؓ نے اک دن پیالہ شیر کا
ہاتھ سے خادم کے لے کر بے توقف پی لیا
بعد میں ظاہر ہوئی کچھ وجہِ حرمت آپ پر
حلق سے باہر کیا فوراً ہی انگلی ڈال کر
جو رگوں میں رہ گیا تھا اسکی حق سے لی پناہ
اِس طرح تائب ہوئے جیسے کوئی بعد از گناہ

ایک اہلِ دل تھے بالیں پر کسی بیمار کے
رات کا تھا وقت لمحے سخت تھے آزار کے

عنصری ڈھانچے سے جبدم رُوح نے پائی نجات — آپ نے بتی بجھا دی اور فرمائی یہ بات

تیل اب باقی دیئے کا وارثوں کا مال ہے — بے اجازت ضائع کرنا کب روا فی الحال ہے

مشک بھی مالِ غنیمت میں جو آیا ایک بار — رکھ دیا لا کر حضورِ پادشاہِ ذی وقار

عہد تھا وہ عہدِ زرّینِ بنِ عبد العزیزؒ — آپ نے بینی دبالی دیکھی جو خوشبو کی چیز

پھر کہا ہوں منفعت سے اِسکی کیوں میں بہرہ ور — قوم کی یہ چیز ہے اِس پر نہیں ہیں مقتدر

مال سے صدقے کے اِک خرما حسنؓ ابنِ علیؓ — مُنہ میں رکھ کر چاہتے تھے کھائیں آ پہنچے نبیؐ

دیکھ کر فرمایا حضرت نے ٹھہر اے میری جاں — پھینکدے اِسکو ابھی فوراً بلا وہم وگماں

اِس کا کھانا تجھ کو لازم ہی نہیں اے باتمیز — چاہیئے اصلِ حقیقت پر نظر رکھنی عزیز

رزقِ طیب ہے وہی جائز طریقے سے جو تُو — قوّتِ بازو سے اپنی پائے کر کے جستجو

شائبہ اُس میں کسی کی ملک کا مطلق نہ ہو — غصب قصداً یا کہ سہواً دوسرے کا حق نہ ہو

قلب کو تاریک کر دیتی ہے روزیٔ حرام — اُس سے بچنا چاہیئے ایمان والوں کو مدام

لہ یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۔ اے رسولو جو کچھ تم کھاتے ہو حلال و پاک سے کھاؤ۔ اور بندگی جو کرتے ہو درستی سے کرو۔ ٢ہ طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ۔ حلال کی طلب فرض ہے کُل مسلمانوں پر۔

اُخوّتِ اِسلامی

زمانہ تھا عمرؓ فاروقِ اعظم کی خلافت کا — پڑھایا تھا سبق جن کو محمدؐ نے اُخوّت کا
اُخوّت اور ہمدردی میں وہ یکتائے عالم تھے — بہر عالم، بہر منزل شریکِ حالِ پُر غم تھے
خبر گیری رعایا کی کیا کرتے تھے راتوں کو — بدل کر بھیس وہ اکثر پھرا کرتے تھے راتوں کو

شبِ تاریک میں اِک دن صدائے کربِ نسوانی — سُنی اور سُن کے فوراً بڑھ گئی دل کی پریشانی
قدم جلدی بڑھا کر اُس طرف آواز پر آئے — یہ گھر والے سے پُوچھا واقعہ کیا ہے وہ سمجھائے
حقیقت اُس نے بتلا دی وہی جو تھی حقیقت میں — کہ بیوی مبتلا ہے اُسکی دردِ زہ کی شدت میں
پریشانی کو اپنی پھر کیا یوں آپ پر ظاہر — ضرورت اِسکی ہے اِک قابلہ اِس وقت ہو حاضر
عمرؓ فوراً ہی لے کر اہلِ خانہ کو وہاں پہنچے — بلا اکراہ تاریکیِ شب میں شادماں پہنچے
سحر کے وقت وہ فارغ ہوئیں اور آئیں فوراً ہی پر — دیا پیغامِ خوشنودی "امیر المومنیں" کہہ کر
"امیر المومنیں" کا لفظ سُننا تھا کہ گھبرایا — وہ بدوی جس کا وہ گھر تھا بہت ہی دل میں شرمایا
ہوا دہشت زدہ، رعبِ شہی اُس پر ہوا غالب — گرا قدموں پہ اُٹھ کر پھر معافی کا ہوا طالب
تسلی آپ نے بخشی لگا کر اُس کو سینے سے — بُلا کر پھر سرِ دربار اِک اچھے قرینے سے
دیا انعام اُس کو اور یہ احسان فرمایا — وظیفہ اُس کے بچے کا بھی بالاعلان فرمایا

عمرؓ فاروقِ اعظم کے کوئی رُتبے کو کیا سمجھے
نبیؐ کے بعد گر کوئی نبی ہوتا تو یہ ہوتے
جلال و ہیبت و سطوت میں اُنکی دھوم تھی ہر سُو
مزاجِ عدل پرور میں تھی لیکن سادگی کی بُو
ہزاروں کارنامے ہیں کہ اُن کا نام زندہ ہے
اُنھیں کے نام سے تو آج بھی اسلام زندہ ہے

اسلاف و اخلاف

اسلاف سے اخلاف کا کیونکر ہو تقابل
صورت میں ہیں ہم رنگ نہ سیرت میں برابر
میزان میں ہم عدل کی پاسنگ نہیں ہیں
ذرّوں کو ہو خورشید سے نسبت تو ہو کیونکر

جس چیز کو سمجھے تھے وہ بخشش کا ذریعہ
ہم اُس کو سمجھتے ہیں کہ میراث ہے جدّی
پھل ملتا ہے ہر شخص کو صرف اُسکے کئے کا
سمجھائیں مگر کس کو کہ ہے چوز ہوئیں صدّی

پہلی سی کوئی بات بھی ہم میں نہیں باقی
جو شان تھی اسلام کی سب ہمنے وہ کھودی
خشکی میں چلائے تھے جہاز اپنے سلف نے
اخلاف نے جوہڑ میں مگر لُٹیا ڈبودی

وہ کہتے تھے جو کچھ وہ دکھا دیتے تھے کرکے
ہم قول کے سچے ہیں نہ ہیں فعل کے ہیہات

دعوے تو ہزاروں ہیں مگر جھوٹے ہیں سارے
یہ سچ ہے کہ مُنھ چھوٹا ہے کرتے ہیں بڑی بات

وہ گلشنِ اسلام کے گُل ہائے چُنیدہ
ہم خار کھٹکتے ہیں ہر اِک چشمِ عیاں میں
دعویٰ ہو برابر کا ہمیں اُن سے تو کیسے
پھولوں سے کبھی خار بھی تُلتے ہیں جہاں میں

وہ چینی و تاتاری تھے، یا رُومی و شامی
وہ مردِ مجاہد تھے وہ غازی و قلندر
سیرت سے کچھ ہم اُن کی علاقہ نہیں رکھتے
روٹی تو کما کھاتے ہیں ہر طور مچھندر

اعمال و عبادات میں تھا صدق نمودار
مقصد تھا فقط اُن کا کہ ہو دین کی خدمت
ہم سے بھی عبادت ہو یہ مشکل ہے بڑا کام
ہے پیٹ کے دھندوں سے یہاں اب کسے فرصت

گھر بار لُٹا دیتے تھے وہ راہِ خدا میں
بھولے سے بھی ہم نے نہیں خیرات کبھی کی
ہم قعرِ مذلت میں گرے تو گئے یہ بھول
چڑھتی ہے سدا ناؤ پہاڑوں پہ سخی کی

جانباز سپاہی تھے وہ سر کرتے تھے میداں
ہم اپنی شکستوں پہ پشیماں نہیں ہوتے
آجاتی ہے بھولے سے کبھی ہم کو جو غیرت
مُردوں کی خبر لاتے ہیں جاتے ہیں جو روتے

ساقی سے

تضمین بر اشعار ڈاکٹر سر محمد اقبالؔ صاحب مرحوم

جہانِ آرزو مدت سے ظلمت خیز ہے ساقی
کہ ہر لمحہ مسرت کا بھی غم آمیز ہے ساقی
سراپا زندگیٔ عشق درد انگیز ہے ساقی
دگرگوں ہے جہاں، تاروں کی گردش تیز ہے ساقی
دلِ ہر ذرہ میں غوغائے رستاخیز ہے ساقی

رسائی تھی کبھی عرشِ بریں تک اپنے نالوں کی
فغاں اٹھتی تھی بن کر صورِ محشر خستہ حالوں کی
بڑی مخدوش حالت اب ہے لیکن دل کے چھالوں کی
متاعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی

عطا ہو پھر مئے وحدت بڑھی ہے تشنگی دل کی
خودی کا راز سمجھا دے مجھے بھی بے خودی دل کی

تری نظرِ کرم پر منحصر ہے زندگی دِل کی
وہی دیرینہ بیماری، وہی نامحکمی دِل کی
علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

بظاہر یوں تو پردہ ہے مگر یہ بھی ہے کیا پردا
نظر آتا ہے ہر اک رنگ میں ہر جا ترا جلوا
مگر یہ قول بھی ہے بعض اہلِ دردِ اُلفت کا
حرم کے دل میں سوزِ آرزو پیدا نہیں ہوتا
کہ پیدائی تری اب تک حجاب آمیز ہے ساقی

لیا تھا کام سُلطانی کا تُو نے خاکساروں سے
فضیلت اُن کو بخشی تھی سِوا کچھ تاجداروں سے
تمنا ہے کہ پائیں فیض عالم کی بہاروں سے
نہ اُٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گِلِ ایراں وہی تبریز ہے ساقی

ترے قبضہ میں ہے آقا! دو عالم کی نگہبانی
تری قدرت کا کیا کہنا تری قدرت ہے لاثانی
ترے پرتو سے قائم ہے مہ و خور کی درخشانی
فقیرِ راہ کو بخشے گئے اسرارِ سُلطانی

بہا میری نوا کی دولتِ پرویز ہے ساقی

سلامت زورقِ ہستی ہے تیرے لطف و احساں سے
ہزاروں بار ہم ٹکرا چکے ہیں موجِ طوفاں سے
بہت کچھ مطمئن ہیں صدر راب تائیدِ ایماں سے
نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے

ذرا نم ہو تو یہ مٹّی بہت زرخیز ہے ساقی

خُدا ہے محافظ محمّدؐ نگہباں

مصائب سے کیوں خوف کھاتے ہیں انساں
تحمّل ہمیشہ سے ہے کارِ مرداں
سُنا دو نہ گھبرائیں ہرگز مُسلماں
خدا ہے محافظ محمّدؐ نگہباں
کوئی کیا بگاڑے گا دشمن ہمارا

اُٹھیں آندھیاں یا کہ چھائیں گھٹائیں
مخالف چلیں لاکھ اپنے ہوائیں

چراغِ حقیقت کو وہ کیا بجھائیں
منور ہیں جلووں سے اپنی فضائیں
ہے اسلام خورشیدِ روشن ہمارا

یہ مانا قفس میں ہیں اب بے زباں ہم
نہیں رکھتے اُڑنے کی تاب و تواں ہم
بفضلِ خدا ہیں ابھی نوجواں ہم
دکھادیں گے اِک دن تجھے آسماں ہم
شگفتہ رہے گا یہ گلشن ہمارا

کسی دن تُو اے ہم نفس دیکھ لینا
خجل ہوں گے اہلِ ہوس دیکھ لینا
کوئی نالۂ دُور رَس دیکھ لینا
جلا دے گا دام و قفس دیکھ لینا
ذرا عرش تک جائے شیون ہمارا

بھروسہ رکھیں دل میں اور خوفِ معبود
بکھرنے کو شیطاں کا ہے تار اور پود
یقیناً ملے گا ہمیں دُرِّ مقصود
ابھی ہم میں آثارِ ایماں ہیں موجود

ہے داغِ جگر رشکِ گلشن ہمارا

ہے اُمّید ہر اِک غلط ماسوا سے
کہیں اب جو کہنا ہے اپنے خدا سے
صدا آ رہی ہے یہی جا بجا سے
جواب تک تھا محفوظ برقِ بلا سے
لُٹا جا رہا ہے وہ خرمن ہمارا

مصیبت کا محشر بپا چار سُو ہے
زمیں بھی ہے دشمن فلک بھی عدو ہے
زبانِ وفا پر یہی گفتگو ہے
دلِ غم زدہ کی یہی آرزو ہے
مدینے کی گلیاں ہو مسکن ہمارا

خجل آج ہیں اپنے افعال پر ہم
کہ عاشق ہیں دُنیا کے اموال پر ہم
ہیں شرمندہ خود اپنے احوال پر ہم
نہ قائم ہیں اعمال و اقوال پر ہم
نہیں پاک عصیاں سے دامن ہمارا

خزاں نے گلستاں میں طوفاں اُٹھایا
لئے دامِ تزویر صیاد آیا
ہوا مائلِ جَور اپنا پَرایا
بچالے ہمیں آفتوں سے خدایا
کہ تکتی ہے بجلی نشیمن ہمارا

فریادِ اسلام

کس قدر ہے قابلِ عبرت زمانے کا چلن
مٹتا جاتا ہے دلوں سے ذوقِ اعمالِ حسن
مہر و اُلفت کی نہیں باقی کہیں بھی اب لگن
تفرقہ پرداز ہیں آپس میں طفل و مرد و زن
کیا خبر تھی رنگ یہ دکھلائیگا چرخِ کہن
المدد اے خالقِ کونین و ربِ ذوالمنن

مجھ پہ بالاعلان یا در پردہ جو تنقید ہے
مطلقاً وہ اِک خیالِ خام کی تجدید ہے

معترض جو مجھ پہ ہے ناقابلِ تقلید ہے
کچھ نہ بگڑے گا مرا جب تک تری تائید ہے

بات یہ روشن جہاں میں صورتِ خورشید ہے
مُنھ کی کھائی اُس نے مُنھ آیا جو میرے حملہ زن

اہلِ باطل ہو سکے اب تک نہ ہرگز کامیاب
اہلِ حق دیتے رہے ہیں اُن کے حملوں کا جواب
کرتے ہیں تنقیص پھر بھی چونکہ عادت ہے خراب
باب میں میرے ہے "الکملت لکم" تیرا خطاب

خود سمجھ جائیں گے اِک دن اُن پہ جب ہوگا عذاب
چند روزہ زندگی میں اپنی ہولیں وہ مگن

فتنہ جویانِ جہاں سے مجھ کو نفرت ہے مدام
میں سُناتا ہوں سدا مہر و محبت کے پیام
جو مرتّب تُو نے فرمایا تھا میرا ہے نظام
یعنی قرآں اور حدیثیں ہیں مِرے آئینِ عام

اُس پہ چلتا ہے وہی جو ہے محمّدؐ کا غلام
میں رہِ ہستی میں ہوں شام و سحر جلوہ فگن

میرے آدابِ معیشت آج بھی مشہور ہیں

میرے احکامِ شریعت آج بھی مشہور ہیں
میرے اندازِ محبت آج بھی مشہور ہیں
میرے ارکانِ عبادت آج بھی مشہور ہیں

میرے احسان و مروت آج بھی مشہور ہیں
ہے صلائے عام آئیں اس طرف اہلِ زمن

دہر کے ظلمت کدہ کو میں نے بخشی ہے ضیا
میں نے گمراہوں کو منزل کا پتہ تیری دیا
معتقد میرے رہے ہیں پارسا و اولیا
شرک کو وحدانیت پر میں نے ہی مائل کیا

مل گئی امدادِ غیبی نام جب تیرا لیا
کب مقابل میرے ٹھہرے ہیں جہاں کے اہرمن

شرحِ تہذیب و تمدن کا ہوں عنوانِ جلی
میں نے انساں کو سکھائے ہیں اصولِ زندگی
جب نہ تھا نظروں میں دُنیا کی وقارِ آدمی
شرق سے تا غرب تاریکی سی تھی پھیلی ہوئی

میں نے بتلایا ہے اُس کو کیا ہے فرضِ منصبی
ورنہ تھی ظلمت سراپا زندگی کی انجمن

مجھ کو دکھلا دے زمانے میں وہ ایام وشہور
جن میں شہرہ ہو مرے اقبال کا نزدیک و دُور
اپنی رحمت سے عطا کر قلبِ مومن کو وہ نُور
جس سے روشن زندگانی کے ہوں پہلوئے شعور

بار آور ہو نہالِ آرزو تیرے حضور
تا ابد یُوں ہی رہے سرسبز یہ میرا چمن

۱؎ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ پارہ ۶ رکوع ۵۔ آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا۔ اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کر دیا۔ اور میں نے اسلام کو تمہارے دین کے لئے پسند کر لیا۔

ندائے ہاتف

نہ ہو بد مست او غافل! جہانِ شادمانی میں
گھٹائیں غم کی پوشیدہ ہیں دَورِ آسمانی میں
نظر آتی ہے جس کو موت اپنی زندگانی میں

وہ کر لیتا ہے ساماں عاقبت کا دارِ فانی میں

قضا کے سامنے انساں جب مجبور ہوتا ہے
تو اقدامِ عمل سے مطلقاً وہ دور ہوتا ہے

جو کر لے کام اپنا وقت پر وہ مردِ میداں ہے
جہادِ زندگانی میں عمل بازیِ چوگاں ہے
عمل بھی وہ کہ جو مقصود حکمِ خاصِ یزداں ہے
عمل صالح ہی انساں کے لئے جنت کا ساماں ہے

بشر کو ہے یہ لازم ہو دعائے خیر کا طالب
خدا کے فضل سے آئیگا ہر افتاد پر غالب

"حیٰوۃً طیبہ" قرآں میں جس کا نام آتا ہے
اُسی پر اجرِ احسن کا تجھے پیغام آتا ہے
قضا کا جب لبوں تک تلخ و شیریں جام آتا ہے
بجز اُس وقت نیکی کے کوئی کب کام آتا ہے

گزرنا ہے ہر اک انساں کو اِس دُشوار منزل سے
شناور دیکھ لیتا ہے زدِ طوفاں کو ساحل سے

خدا کے اور نبیؐ کے حکم کی تعمیل کرتا چل
علومِ ظاہری و باطنی تحصیل کرتا چل
مقاصد جس قدر بھی نیک ہوں تکمیل کرتا چل

بہر دم ذکرِ حق سے نفس کو تحلیل کرتا چل

کوئی بھی کام ہو اُس کو پرکھ انداز سے

نظر انجام پر رکھ اُس کے تُو آغاز سے

بڑی پُر پیچ راہیں ہیں بڑا تاریک ہے منظر
تجھے چلنا ہے لیکن جادۂ حق و صداقت پر
ابھی سے ہو اگر تیار تو اپنی کمر کس کر
تو منزل پر تجھے پہنچا ہی دے گا داورِ محشر

مہیا آخرت کے اپنی یہ سامان سب کر
جو کل کرنا ہے تجھ کو آج اور جو آج اب کر

حیاتِ دُنیوی تو عارضی ہے اور دھوکا ہے
بچانا دل کا اُس کے مخمصوں سے لاکھ اچھا ہے
جسے کہتے ہیں ہم دُنیا سراسر خوف کی جا ہے
ہمیشہ مردِ حق آگاہ اِس سے دُور بھاگا ہے

قدم رکھنا سنبھل کر اِس میں یہ پُر خار وادی ہے
جگہ یہ آزمائش کی ہے ہاتف نے ندا دی ہے

؎ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ج وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ پارہ ۱۴ رکوع ۱۹ جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو تو ہم اُس شخص کو بالطف زندگی عطا کریں گے اور اُن کے اچھے کاموں کے عوض اُن کا اجر دیں گے۔

ترکِ نماز کا انجام

ایک عابد کا ہے یہ ذکر کہ تھا گوشہ نشیں
ما سوا حق کے نہ رکھتا تھا کسی سے کچھ کام

فرض و واجب تو بڑی چیز ہیں ہر حالت میں
مستحبات و سنن کا بھی تھا پابند مدام

ترک اوراد و وظائف ہوں نہ تھا یہ ممکن
رات دن اُس کی زباں پر تھا خدا کا بس نام

بھلانے والی تھی ادا کب یہ بھلا شیطاں کو
آکے مردود نے پاس اُسکے دیا یہ پیغام

حکم قرآن میں آیا ہے فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ
کیا نہیں تجھ کو خبر اسمیں یا کچھ ہے ابہام

مجھ کو بھیجا ہے کسی نے جو یہاں آیا ہوں
تجھ کو ہمراہ میں لے جاؤنگا اے خوش انجام

کر لیا اُس کی رفاقت کا یقیں عابد نے
چل پڑا ساتھ وہ ابلیس کے مانندِ غلام

ایک جنگل میں اُسے لے گیا وہ آخر کار
اور پھر آمار ہا ہر سمت سحر سے تا شام

ہو گئیں جتنی نمازیں تھیں قضا جب ساری
چھوڑ کر جانے لگا تب اُسے وہ نافرجام

بولا عابد کہ چلا چھوڑ کے تو کیوں مجھ کو
کیا نہیں ساتھ دیا میں نے ترا گام بہ گام

رات کا وقت ہے دہشت ہے ہر اک شو طاری
ایسے جنگل میں کہاں پاؤں گا میں اب آرام

کون سی ایسی خطا مجھ سے ہوئی ہے سرزد
طبعِ نازک پہ ہوا جس سے ہجومِ آلام

سُن کے شیطاں نے دیا اُسکو یہ فی الفور جواب
قابلِ شرم ترا حال ہے ننگِ اسلام
ایک سجدے کے نہ کرنے سے ہوئیں خوار و ذلیل
تجھ پہ ہے پانچ نمازوں کی قضا کا الزام
میرا سجدہ تو اُسے تھا جو تھا مجھ سے کم تر
تیرا سجدہ ہے فقط پیشِ خدائے علّام

نیست سے عالمِ امکاں میں جو لایا ہے تجھے
ایک ہی دن میں گیا بھول تو اُسکے اکرام
اپنی رحمت سے سدا اُس نے نوازا ہے تجھے
یاد کر یاد ذرا اپنے تو پچھلے ایام
ساتھ رہنے سے ترے یہ ہوا خطرہ پیدا
حشر کے روز نہ جانے ہو مرا کیا انجام

میں جہاں جاتا ہوں کچھ قدر نہیں ہے میری
لعنتیں جتنی ہیں دُنیا کی ہوئیں مجھ پہ تمام
تیرا کیا حال بتا ہوگا خدارا مجھکو
کعبۂ دل میں ترے ہیں ابھی باقی اصنام
اِسلئے تجھ سے گریزاں ہوں میں اے تیرہ درُوں
تیری صحبت میں بھلا پاؤں گا میں کیا انعام

دے اپنی محبّت یا اللہ

لازم ہے فنا جب ہر شے کو پھر کس سے ہو رغبت یا اللہ
اِک ذات ہے تیری لافانی دے اپنی محبّت یا اللہ
قربان ہوں تجھ پہ جان و دل با شوق و ارادت یا اللہ
توفیق سے تیری رہ جائے ایمان سلامت یا اللہ

عصیاں پہ مجھے اپنے بے حد ہوتی ہے ندامت یا اللہ
ہے شان مگر یہ بخشش کی ہوتی ہے جو رحمت یا اللہ
رفتارِ زماں ہے بے ڈھنگی ہے خوف کا اِک عالم طاری
ہو کس پہ بھروسہ ایسے میں، لیں کس کی حمایت یا اللہ
ہے راہ جو سیدھی ایماں کی تو اپنے کرم سے دکھلا دے
آسان ہو منزل عرفاں کی کر ہم پہ عنایت یا اللہ
ذہنوں پہ حقیقت چھا جائے اسلام سے سینے روشن ہوں
مدّت سے یہ حسرت ہے دل میں ہو دین کی شہرت یا اللہ
میخانۂ عرفاں میں پیہم ہر رقص ہو اُن کا مستانہ
مستانِ ازل کی مستی میں فرما دے اعانت یا اللہ
تسبیح کا تیری ہو جذبہ تہلیل کا ہر دم دھیان رہے
صدقے میں رسولِ اکرم کے ہو جائے یہ حالت یا اللہ
حائل ہیں جو پردے غفلت کے اُٹھ جائیں دلوں سے لوگوں کے
روشن ہو تجلّی سے تیری ہر چشمِ بصیرت یا اللہ
کر مہر و کرم کی اُن پہ نظر محتاجِ سکوں ہیں جو بندے
ہو جائے مبدّل راحت سے اُن کی بھی مصیبت یا اللہ
ساتھی ہی نہیں ہے جن کا کوئی بے زر بھی ہیں وہ بے پر بھی ہیں

لے اُن کی خبر بھی اے مولا دے اُن کو بھی راحت یا اللہ

تُو چاہے اگر تو ہستی میں مجبور نہ ہوں مقہور نہ ہوں
پائیں نہ کسی سے عالم میں ہم کوئی اذیت یا اللہ

ہے صدرِ حزیں کی دل سے دعا اربابِ وفا کی آس بندھا
بھٹکے ہوئے جتنے رہرو ہیں دے اُن کو ہدایت یا اللہ

نغمۂ مومن

بادۂ عرفاں کی مستی زندگی کا راز ہے

نعرۂ توحیدِ حق جب تک مرا دمساز ہے
میری ہستی عالمِ ہستی میں سرافراز ہے

کون ہے ایسا بشر جو اِس طرح ممتاز ہے
مجھ کو حاصل خیرِ اُمت کا بڑا اعزاز ہے

میں مسلماں ہوں بحمد اللہ، مجھے یہ ناز ہے
بادۂ عرفاں کی مستی زندگی کا راز ہے

روزِ اوّل ہی سے ذوقِ آگہی رکھتا ہوں میں
دل میں اپنے ذکرِ حق یادِ نبیؐ رکھتا ہوں میں

عشق جس کا نام ہے وہ واقعی رکھتا ہوں میں
آگ سینے میں محبت کی دبی رکھتا ہوں میں

میرے حصّے میں ازل سے لطفِ سوز و ساز ہے
بادۂ عرفاں کی مستی زندگی کا راز ہے

رہبری کرنے کو آئے میری جبریلِ امیں　　　نورِ حق بن کر ملا ہے مجھ کو قرآنِ مبیں

ہے مری امداد پر ہر وقت ربُّ العٰلمیں　　　ماسوا اللہ کے میں اغیار سے ڈرتا نہیں

مجھ پہ بابِ رحمتِ ربِّ دو عالم باز ہے

بادۂ عرفاں کی مستی زندگی کا راز ہے

فضلِ ربانی سے میری رد نہیں ہوتی دعا　　　جانتا ہوں میں کہ حاضر اور ناظر ہے خدا

خوفِ یزدانی کا غلبہ مجھ پہ رہتا ہے سدا　　　اس طرح رکھتا ہوں قائم اپنے رب سے سلسلہ

طائرِ فکرِ رسا کی عرش تک پرواز ہے

بادۂ عرفاں کی مستی زندگی کا راز ہے

جس طرح سے شیرِ نیستاں خوف کچھ کھاتا نہیں　　　میں بھی دل میں اپنے اندیشہ کبھی لاتا نہیں

حق پرستی کے سوا دنیا میں کچھ بھاتا نہیں　　　سامنے باطل کے جھک جانا مجھے آتا نہیں

آسمانی اوج میرا فرشِ پا انداز ہے

بادۂ عرفاں کی مستی زندگی کا راز ہے

میں نے دیکھے ہیں زمانے کے بہت سے انقلاب　　　یہ کہاں ممکن مرے دل میں ہو پیدا اضطراب

ڈھونڈ لیتا ہوں ہر اک منزل میں خود راہِ صواب　　　ہو کے رہتا ہوں بلا خوف و تردد کامیاب

یہ مری زندہ کرامت، یہ مرا اعجاز ہے

بادۂ عرفاں کی مستی زندگی کا راز ہے

مدتوں سے درد و غم رنج و الم سہتا ہوں میں　　　مطمئن رکھتا ہوں دل کو اور خوش رہتا ہوں میں

کون کہتا ہے غلط جذبات میں بہتا ہوں نہیں ‏ ‏ بات جو ہے صاف بے کھٹکے وہی کہتا

ترجمانِ امرِ حق اب تک مِری آواز ہے

بادۂ عرفاں کی مستی زندگی کا راز ہے

ہمنوا میری ہے فطرت مجھ پہ ہے فضلِ عمیم ‏ ‏ دے رہا ہے مژدہ قرآں ذالِکَ الفَوزُ

اب نظر آنے کو ہے واللہ راہِ مستقیم ‏ ‏ مطلقاً سچ ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں

میری تبلیغِ حقیقت کا ابھی آغاز ہے

بادۂ عرفاں کی مستی زندگی کا راز ہے

بہارِ چمن کا بھروسہ نہیں ہے

یہ ہے اِک حقیقت کہ دُنیا ہے فانی یہاں کبر و پندار زیبا نہیں ہے

سمجھتا ہے اپنے کو جو سب سے بہتر بُرا ہے وہ اے صدر اچھا نہیں ہے

چمکتا ہے ذرّوں میں تاباں ہے خور میں مہکتا ہے گل میں ستاروں میں روشن

جہاں کی نہیں کوئی بھی چیز ایسی کہ جس سے عیاں اُس کا جلوا نہیں ہے

زمیں سے فلک تک فلک سے زمیں تک ہر اک سمت ہے اُسکے جلوؤں کی منزل

جو ہو چشم بینا تو انسان دیکھے کہ پردہ یہاں کوئی پردا نہیں ہے

کسی طرح بھی یہ تو ممکن نہیں ہے کہ میں اہلِ دنیا سے امداد چاہوں
خدا پر بھروسہ ہے ہر لمحہ مجھ کو کہ اُس کے سوا کوئی میرا نہیں ہے

کہاں جوہرِ فرد کی جلوہ ریزی کہاں ظلمتِ جسم کی خاک بیزی
یہ رُوح و بدن کا تعلق الٰہی کسی طرح مجھ کو گوارا نہیں ہے

جدھر دیکھتا ہوں نگاہیں اُٹھا کر سبھی میرے دل کی طرح وقفِ غم ہیں
خوشی ہی خوشی ہو مقدر میں جس کے بشر کوئی دُنیا میں ایسا نہیں ہے

یہ غنچے یہ گلہائے رنگیں کے جلوے حقیقت میں اے باغباں رفتنی ہیں
مجھے سیرِ گلشن سے ہو کیا مسرت بہارِ چمن کا بھروسا نہیں ہے

زباں میری شستہ بیاں صاف میرا قصیدہ بھی کہتا ہوں نظم و غزل بھی
مگر پھر بھی بزمِ سخنداں میں مجھکو سخن سنج ہونے کا دعوا نہیں ہے

یہ عینِ حقیقت ہے گر کوئی سمجھے یہ دادِ سخن خوب دی ہے کسی نے
"جگہ دل لگانے کی دُنیا نہیں ہے، یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے"

تھے سب انبیاؑ اِس حقیقت سے واقف، ازل ہی میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا!
ملے گا محمدؐ کو رُتبہ وہ حق سے کہ جس سے بڑا کوئی رُتبا نہیں ہے

مدینے کو جاؤں تو واپس نہ آؤں بنے ارضِ طیبہ میں اے صدر مدفن
مری آرزو حاصلِ آرزو ہے سوا اِس کے کوئی تمنا نہیں ہے

جس در پہ مقدر کھلتا ہے

رکھتا ہوں ارادہ اُس در کا جس در پہ مقدر کھلتا ہے
اکرام کی دولت لُٹتی ہے انعام کا دفتر کھلتا ہے

احسان فراواں ہوتے ہیں اُس بحرِ کرم کے ہر لحظہ
مشکل بھی ہر اک حل ہوتی ہے عقدہ بھی سراسر کھلتا ہے

جلتا ہے مثالِ شمع کوئی پروانہ صفت مرتا ہے کوئی
محفل میں وہ جب آ جاتے ہیں عشاق کا جوہر کھلتا ہے

واقف ہی نہیں تو اے زاہد جو مستِ ازل ہیں اُن کیلئے
میخانۂ دل کا دروازہ کھلتا ہے اور اکثر کھلتا ہے

جب بابِ قبولیت سے کسی بیکس کی فغاں ہے ٹکراتی
آواز یہ پیہم آتی ہے اب کھلتا ہے در کھلتا ہے

رازِ فطرت ہے پوشیدہ ہر اک نظر سے ہستی میں
جو بھید ہے اُس کی قدرت کا کب اور کسی پر کھلتا ہے

ہر روز فزوں ہے رنج و الم ہو جائے اِدھر بھی چشمِ کرم
اب صدرِ حزیں کا در نہ بھرم کونین کے سرور کھلتا ہے

لگی ہے یہاں کِس کی کشتی کنارے

سُناؤں کسے آہ رودادِ اُلفت جُنہے دن کٹے گِنے گِنے شب کو تارے
جُدائی کی گھڑیوں کو رو رو کے کاٹا کہیں کیا شب و روز کیسے گزارے

پسِ پردہ ہر شے میں ہیں تیرے جلوے نگاہِ حقیقت سے دیکھے تو کوئی
چمن ہو کہ کہسار ہو یا بیاباں نظارے ہیں یہ سب تمھیں نے سنوارے

ہے وادیِ سینا کے جلووں سے بڑھکر فغاں اور نالوں کی آتش فروزی
کبھی تم نے خود آکے دیکھے تو ہوتے شبِ غم مری بزمِ غم کے نظارے

کبھی تھی خوشی اور کبھی رنج پیہم چلی چال برسوں بہت کھیل کھیلے
ہے دُنیا کی بازی وہ بازی کہ جس کو کبھی زندگی میں نہ جیتے نہ ہارے

تموّج کا عالم ہے طوفاں بپا ہے یہاں غرق ہوتا ہے ہر اک شناور
یہ دُنیا نہیں ایک بحرِ فنا ہے لگی ہے یہاں کس کی کشتی کنارے

محبت کی معجز نمائی کا احساں ازل ہی سے ہے عالمِ رنگ و بُو پر
بہارِ چمن سے ذرا پوچھیے تو یہ لالے نہیں لختِ دل ہیں ہمارے

ہجومِ مصائب سے گھبرا گیا ہوں پریشاں زمانے کے ہاتھوں سے ہوں میں
خدا سے دُعا ہے یہ اے صدر میری کہ بگڑے ہوئے کام سب وہ سنوارے

مُناجات بہ استمداد از اسمار الحسنیٰ

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ ۔ وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنیٰ فَادْعُوْہُ بِھَا ۔ خدائے تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں۔ تم اُس کو اُن ناموں کے ساتھ پکارو۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ جو شخص اُن کو یاد کرے گا اور ان کے بموجب عمل کرے گا جنت میں داخل ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ	صدق دل سے ہے مرے اللہ یہ میرا یقیں
لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج	ماسوا تیرے پرستش کے کوئی قابل نہیں
اَلرَّحْمٰنُ ۔	تو بڑا ہے رحم والا تیرا رحماں نام ہے
	رحم کرنا خلق پر تیرا ہمیشہ کام ہے
اَلرَّحِیْمُ ۔	مہرباں بھی تو بڑا ہے شک نہیں اس میں ذرا
	روز و شب کرتا ہے پورا سب کے دل کا مدعا

اَلْمَلِکُ۔ سب ہیں تیرے زیرِ سایہ سب کا تُو ہے بادشاہ
تیرا لطفِ عام کل بندوں پہ ہے شام و پگاہ

اَلْقُدُّوْسُ۔ تُو بڑا ہی پاک ہے کر دے مرے دل کو بھی پاک
منکشف ہے تیری یہ خوبی سمک سے تا سماک

اَلسَّلَامُ۔ ہے سلامت رہنے والا تُو ہی اے ربِّ جہاں
تیرے ہی دم سے سلامت ہیں زمین و آسماں

اَلْمُؤْمِنُ۔ بخشنے والا اماں کا ہے تو جب پروردگار
پھر نہ کیوں مطلوب ہو تیری اماں لیل و نہار

اَلْمُهَيْمِنُ۔ ہر دم و ساعت نگہباں اِک ہمارا ہے تُو ہی
بیکسوں اور بے نواؤں کا سہارا ہے تُو ہی

اَلْعَزِيْزُ۔ سب پہ غالب سب سے افضل سب سے اعلیٰ تیری ذات
قبضۂ قدرت میں تیرے سب کی ہے موت و حیات

اَلْجَبَّارُ۔ تُو زبردست ایسا ہے جس کی نہیں کوئی مثال
سامنے قوت کے تیری آئے کوئی کیا مجال

اَلْمُتَكَبِّرُ۔ مستحق ہے تُو بزرگی کا الٰہ العالمیں
تیرا اس خوبی میں ہمسر دوسرا کوئی نہیں

اَلْخَالِقُ۔ آفرینندہ ہے لفظِ کُن سے مخلوقات کا
ہے اکیلا صرف تُو تجھ سا نہیں ہے دوسرا

اَلْبَارِیُ۔ تُو بنانے والا ہے ہر شے کی ہستی کا ضرور
تجھ سے قائم ہے جہانِ آب و گِل میں رنگ و نُور

اَلْمُصَوِّرُ۔ کیسی کیسی صورتیں تُو نے بنائی ہیں خدا
دیکھ کر اہلِ نظر ہوں جن کو سو جاں سے فدا

اَلْغَفَّارُ۔ تُو بڑا ہی بخشنے والا گنہگاروں کا ہے
حامی و ناصر بہر عالم خطا کاروں کا ہے

اَلْقَهَّارُ۔ صاحبِ غلبہ ہے تُو قہار کہتے ہیں سب تجھے
قہر و غلبہ سے ترے دُنیا نہ پھر کیونکر ڈرے

اَلْوَهَّابُ۔ تُو بہت ہی دینے والا ہے خدائے دو جہاں
مانگنے جاؤں میں ترا چھوڑ کر پھر در کہاں

اَلرَّزَّاقُ۔ تُو ہی ہے روزی رسانِ ساکنانِ بحر و بر
رزق پہنچاتا ہے ہر جاں دار کو شام و سحر

اَلْفَتَّاحُ۔ کھول دے قسمت کو یارب کھولنے والا ہے تُو
اپنی اِس خُوبی میں سب سے برتر و بالا ہے تُو

اَلْعَلِیْمُ۔ جاننے والا ہے تُو عالم کے کُل حالات کا
تجھ پہ روشن حاضر و غائب ہے موجودات کا

اَلْقَابِضُ۔ بند کرنے کا بھی تجھ ہی کو ہے حاصل اقتدار
تابعِ فرماں ہے تیرے دونوں عالم کا وقار

اَلْبَاسِطُ۔ کھولنے والا ہے بندوں پر تُو راہِ نیک کا
فضل سے کرتا ہے پورا مدعا ہر ایک کا

اَلْخَافِضُ۔ جس کو چاہے پست کردے یہ بھی ہے تیرا کمال
تجھ سے ڈرنا چاہیئے ہر حال میں اے ذوالجلال

اَلرَّافِعُ دینے والا رفعتوں کا کبریا! تُو ہی تو ہے
بخشنے والا فضیلت برملا تُو ہی تو ہے

اَلْمُعِزُّ۔ بادشاہ ہو یا گدا سب کی ہے عزت تیرے ہاتھ
مجھ کو غم کس بات کا ہو جبکہ تُو ہر دم ہے ساتھ

اَلْمُذِلُّ۔ تجھ سے جو باغی ہوا کر دیتا ہے اُس کو ذلیل
یہ بھی تیری اِک صفت ہے اور بڑے پن کی دلیل

اَلسَّمِیْعُ۔ سُننے والا ہے تُو سازِ دل کی ہر آواز کا
کیا ٹھکانا ہے سخن فہمی کے اِس انداز کا

اَلْبَصِیْرُ۔ دیکھنے والا بھی تُو ایسا کہ ہے سب پر نظر
تجھ سے پوشیدہ نہیں ہرگز کوئی شے بال بھر

اَلْحَکَمُ۔ تُو صفت میں فیصلہ کر دینے کی بھی طاق ہے
فیصلہ بھی وہ ہے تیرا جو نہ ہم پر شاق ہے

اَلْعَدْلُ۔ مطمئن ہے ہر بشر منصف ہے تُو ہی واقعی
تیرا جو انصاف ہے اُس میں کہاں بیشی، کمی

اَللَّطِیۡفُ۔ یہ نوازش روز افزوں یہ ترے لطف و کرم
شکر کی جا ہے کہ اس قابل نہ تھے ہرگز بھی ہم

اَلۡخَبِیۡرُ۔ تو خبر رکھتا ہے ہر جاں دار اور بے جان کی
تجھ سے پوشیدہ ہے حالت کب کسی انسان کی

اَلۡحَلِیۡمُ۔ بُردباری کا تری عالم ہے یہ اکثر عیاں
دیکھتا ہے اور پھر رکھتا ہے عیبوں کو نہاں

اَلۡعَظِیۡمُ۔ تیری عظمت اور بزرگی واجب التسلیم ہے
تیری ہستی مالکِ کونین و ہفت اقلیم ہے

اَلۡغَفُوۡرُ۔ بخشنے والا گنہگاروں کے عصیاں کا مدام
کس قدر اعلیٰ ہے تیری ذاتِ والا کا یہ کام

اَلشَّکُوۡرُ۔ قدر داں ہے تو نکو کاروں کا ایسا یا شکور
ایک کے بدلے میں دس نیکی تو دیتا ہے ضرور

اَلۡعَلِیُّ۔ تجھ کو حاصل ہے جہانیں سب سے بڑھکر برتری
کس کی یہ ہمت، ہو تجھ سے مدعیِ ہمسری

اَلۡکَبِیۡرُ۔ تُو بڑا ہے اور بڑا بھی وہ کہ ہے سب سے بڑا
تیرے آگے دم زدن ہو کام کیا انسان کا

اَلۡحَفِیۡظُ۔ رات دن رکھتا ہے سب کو خود نگہبانی میں تُو
باندھنے والا ہے ہمت کا پریشانی میں تُو

اَلْمُقِیْتُ۔ بخشنے والا ہے قوّت ناتوانوں کو تُوہی
ہاتھ میں تھامے ہوئے ہے آسمانوں کو تُوہی

اَلْحَسِیْبُ۔ غیر کا کیوں لیں سہارا جبکہ خود کافی ہے تُو
تیرے ہوتے غیر کی لازم نہیں ہے جستجو

اَلْجَلِیْلُ۔ یہ تری شانِ بزرگی ہے کہ ہر چھوٹا بڑا
رعب سے خائف ترے رہتا ہے ہر صبح و مسا

اَلْکَرِیْمُ۔ تُو کرم فرما ہے ہر حالت میں میرا اے کریم
آدمی مجھ کو بنایا اور دی عقلِ سلیم

اَلرَّقِیْبُ۔ سارے عالم کا نگہباں اور رکھوالا ہے تُو
دُور رس نظروں سے اپنی دیکھتا ہے مو بہ مو

اَلْمُجِیْبُ۔ کرنے والا ہے دعاؤں کا تُو حبّ موَلا قبول
دو سرے کے در پہ جانا ہے مرا بالکل فضول

اَلْوَاسِعُ۔ تیری وسعت کا ہو یا رب کس طرح مجھ سے بیاں
ہیں تری مُٹھی میں یہ جملہ زمین و آسماں

اَلْحَکِیْمُ۔ سارے داناؤں سے بڑھ کر ہے تری حکمت فزوں
بے ستوں پیدا کیا ہے تُو نے چرخِ نیلگوں

اَلْوَدُوْدُ۔ کس لیے اُلفت نہ ہو تجھ کو بھلا ہم سے فزوں
جبکہ تو خالق ہے کل مخلوق کا میرے ودُود

اَلْمَجِیْدُ۔ سارے عالم کے بزرگوں سے بزرگی میں سوا
تیری ہستی کے سوا کوئی نہیں ہے اے خدا

اَلْبَاعِثُ۔ بھیجنے والا ہے مرسل دورِ نافرجام میں
لے کے جو آتے رہے توحید ہر پیغام میں

اَلشَّھِیْدُ۔ نیک و بد کیونکر چھپائیں تجھ سے جب شاہد ہے تو
نامۂ اعمال ہم سب کا ہے تیرے روبرو

اَلْحَقُّ۔ ذات تیری حق ہے حق سے فیض عالم پائیگا
جھوٹ سب باطل رہے گا حق ہی حق رہ جائے گا

اَلْوَکِیْلُ۔ فکر و غم کیوں ہو مجھے، ہے جبکہ تو ہی کارساز
تیرے ہی آگے جھکاتا ہوں سر عجز و نیاز

اَلْقَوِیُّ۔ سامنے قوت کے تیری کس کی طاقت ہے رہے
تو توانا ہے، توانائی نحیفوں کو بھی دے

اَلْمَتِیْنُ۔ تجھ سے مضبوطی میں بازی کوئی لے سکتا نہیں
چھین لے طاقت اگر تو کوئی دے سکتا نہیں

اَلْوَلِیُّ۔ سرپرستی کا ترا شیوہ ہے کتنا دل نواز
جس کا تو حامی ہے، ہو جاتا ہے سب سے بے نیاز

اَلْحَمِیْدُ۔ خوبیاں تجھ میں ہیں جتنی کب زباں سے ہوں ادا
بس یہی بہتر ہے کہہ دوں رَبّنا یا رَبّنا

اَلْمُحْصِیُ۔ گننے والا ذرہ ذرہ ہے رکھنے والا ہے شمار
تیرے اندازہ میں ہے دُنیا کا سارا کاروبار

اَلْمُبْدِئُ۔ تجھ ہی سے یارب ہوئی ہے ابتدا ہر چیز کی
منحصر تیری خوشی پر ہے ہر اِک کی زندگی

اَلْمُعِیْدُ۔ مستقر پر اُس کے پھر ہر شے کو لوٹاتا ہے تُو
کیسی کیسی اپنی قدرت روز دکھلاتا ہے تُو

اَلْمُحْیِیُ۔ زندہ کرنیوالی تیری ذات ہے ربِّ جہاں
حکم سے تیرے بنے صحرا بھی رشکِ گلستاں

اَلْمُمِیْتُ۔ مار دینے کا بھی ہے تجھ کو مکمل اختیار
حکم سے تیرے نہیں ممکن کسی حالت فرار

اَلْحَیُّ۔ تُو ازل ہی سے ہے قائم اور ہمیشہ زندہ ہے
روزِ روشن کی طرح یہ بات بھی تابندہ ہے

اَلْقَیُّوْمُ۔ رہنے والی تا ابد ہے صرف اِک ہستی تری
ماسوا تیرے یہ دُنیا کل فنا ہو جائے گی

اَلْوَاجِدُ۔ پانے والا ہے تو ہر شے کا، یہاں ہو یا وہاں
تجھ سے بچکر کوئی جائے تو بھلا جائے کہاں

اَلْمَاجِدُ۔ تیری عظمت اور بزرگی میں نہیں ہے شک ذرا
جسکو اِس میں شک ہوا وہ راندۂ درگہ ہوا

اَلْوَاحِدُ۔
تُو اکیلا مالک و مختار ہے ربُّ الانام
ہے ترے تحت تصرّف میں دو عالم کا نظام

اَلْاَحَدُ۔
اے کہ تُو ہے ایک ہی اپنی نرالی شان میں
"قُلْ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدْ" موجود ہے قرآن میں

اَلصَّمَدُ۔
تُو ازل سے تا ابد ہر چیز سے ہے بے نیاز
تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے کوئی بھی ہستی کا راز

اَلْقَادِرُ۔
صاحبِ قدرت ہے ہر عالم میں قادر تیرا نام
تُو گدا کو شاہ کر دے شاہ کو کر دے غلام

اَلْمُقْتَدِرُ۔
تجھ کو حاصل ہے جہاں میں سب سے بڑھکر اقتدار
تیرے آگے ہیچ ہیں دُنیا کے سب گردوں وقار

اَلْمُقَدِّمُ۔
جس کو تُو چاہے بڑھا دے نیک راہوں کی طرف
منحصر ہے تیری ہی مرضی پہ الطافِ شرف

اَلْمُؤَخِّرُ۔
تُو ہٹانیوالا پیچھے کو بھی ہے ربِّ جلیل
دشمنوں کو اپنے کر دیتا ہے دم بھر میں ذلیل

اَلْاَوَّلُ۔
تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا صرف ایک تیری ذات تھی
یہ ستارے تھے نہ سورج تھا نہ موجودات تھی

اَلْاٰخِرُ۔
ایک دن وہ بھی ہے آنا جبکہ ہوگا تُو ہی تُو
میکدہ باقی رہے گا اور نہ جام و سبُو

اَلظَّاھِرُ۔
تیری قدرت کے کرشمے شش جہت میں ہیں عیاں
تیرا ہونا صاف ہے ظاہر ہے عیاں را چہ بیاں

اَلبَاطِنُ۔
خود ہے پوشیدہ جو تُو اِس میں بڑا ہی راز ہے
شان محبوبی کی ہے یہ اور ترا انداز ہے

اَلوَالِیُ۔
ہیں وراثت میں تری دونوں جہاں، والی ہے تُو
منتظم ایسا، نظر رکھتا ہے اپنی چار سُو

اَلمُتَعَالِیُ۔
تُو ہے عالی مرتبت ہے مرتفع تیرا مقام
تیری ماتحتی میں ہیں سب اے خدائے ذوالکرام

اَلبَرُّ۔
تیرے احسان وکرم کے ہیں سو اچھے سے سلوک
اِسمیں گنجائش شبہ کی ہے نہ حائل ہیں شکوک

اَلتَّوَابُ۔
تُو ہی کرتا ہے گنہگاروں کی توبہ کو قبول
میری توبہ پر الٰہی! اپنی رحمت کر نزول

اَلمُنتَقِمُ۔
سرکشوں اور کافروں سے بدلہ تُو لے گا ضرور
خاک میں مل جائیگا اُن کا یہ دُنیا دی غرور

اَلعَفُوُّ۔
عفو و بخشش کی ہے اے مولا تری عادت قدیم
بخشتا ہے تُو خطائیں از رہِ لطفِ عمیم

اَلرَّؤُفُ۔
تُو بڑا ہی مہرباں ہے اور نہایت ہی شفیق
تُو بدلتا ہی نہیں ہے اپنی اُلفت کے طریق

مَالِكُ الْمُلْكِ۔

مالکُ الملک اے مرے مولا ہے تیری ذات بس
جُز ترے ہوتا نہیں کوئی کسی کا داد رس

ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

ہم تری شانِ بزرگی اور بخشش دیکھ کر
سر جھکاتے ہیں تری درگاہ میں شام و سحر

اَلْمُقْسِطُ۔

کیوں نہ ہو تیری عدالت پر ہمیں کامل یقین
حق تلف ہوتے کسی کا آج تک دیکھا نہیں

اَلْجَامِعُ۔

جمع جس دن تُو کرے گا روزِ محشر خاص و عام
شرم رکھ لینا مری اُس دن تُو اے ربُّ الانام

اَلْغَنِيُّ

تجھ کو کیا حاجت کسی کی جب کہ تُو خود ہے غنی
ہے بشر محتاج ہر حالت میں تیرا واقعی

اَلْمُغْنِيُ

ہاں اگر چاہے تُو ہی تو ہم کو استغنا بھی دے
کام جو اوروں کے آئے اور پھر اتنا بھی دے

اَلْمَانِعُ۔

روکتا ہے تُو جو پاتا ہے غلط رسم و رواج
خود اسیرِ حرص ہو جائے کوئی تو کیا علاج

اَلضَّارُّ۔

یوں پہنچ جاتا ہے انساں کو ترے ہاتھوں ضرر
تاکہ ہو محسوس اُس کو کچھ ترا خوف و خطر

اَلنَّافِعُ۔

[illegible] شر میں نیک کام ہیں یا ہم کو [illegible]
ہم اگر راضی ہوں اُن پر منفعت ہے پھر مزید

اَلنُّوْرُ	نُور دینے والا ہے ۔ مجھ کو الٰہی نُور دے واسطہ ختم الرسلؐ کا آج تو بھر نُور دے
اَلْهَادِیُ۔	میرے ہادی میرے رہبر میرے آقا نعیم فضل سے اپنے دکھا دے جلد راہِ مستقیم
اَلْبَدِیْعُ۔	صورتیں کرتا ہے پیدا تُو نئے عنوان سے دُور تیری معرفت ہے عقل کے امکان سے
اَلْبَاقِیُ۔	اِسلئے کرتا ہوں اے باقی ترا ہی اعتبار ہو بھروسہ کس پہ دو عالم ہیں جبکہ مستعار
اَلْوَارِثُ۔	اے حقیقی سب کے مالک وارثِ کل کائنات رشک کے قابل بنا دے میری میراث الحیات
اَلرَّشِیْدُ۔	اپنے ہی رشد و ہدایت پر مجھے مامور کر نقش جتنے غیریت کے ہیں وہ دل سے دُور کر
اَلصَّبُوْرُ۔	بخش کر صبر و تحمّل صدر کو توفیق دے تا کہ ترکِ ماسوا کر کے وہ تیرا نام لے

آمِیْن یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْن

قطعاتِ تاریخ

از نتیجۂ فکر حضرت العلامہ لسان الحسّان الحاج مولانا شاہ
ضیاء القادری صاحب چشتی بدایونی دام مجدہم

(۱)

زاہد و عارف محمدؐ صدرِ دیں — صدرِ بزمِ علم عالی مرتبت
خوش نگار و خوش کلام و خوش مذاق — خوش نما دی ہے خدا نے ہر صفت
ابتدا سے حلقہ ہائے علم میں — آپ کی ہے خاص قدر و منزلت
رغبتِ شعر و ادب کے ساتھ ساتھ — آپ کو ہے ذوقِ نعت و منقبت
ملتِ نا آشنائے زہد کی — آپ کے پیشِ نظر ہے تربیت
ساقیِ میخانۂ عرفاں ہیں آپ — دل میں ہے کیفِ سرورِ معرفت
بادۂ عرفاں کو بھر کر جام میں — کر رہے ہیں آپ نذرِ شش جہت
آپ کو اس بے بدل تصنیف پر — دیجیے پیہم نوید تہنیت
آپ کا یارب یہ تازہ شاہکار — خلق میں حاصل کرے مقبولیت
آپ کی ضو پاشیٔ افکار سے — کاش گم ہو ظلمتِ لادینیت

بادۂ عرفاں سے پھیلے یوں مہک | خلد بر کف ہو فضائے شش جہت
کہئے سال "بادۂ عرفاں" ضیا | گلبنِ امّید و باغِ معرفت

۱۹ ۶ ۵۶

(۲)

صدرِ دیں واقفِ اسرارِ سلوک و تقویٰ
سامنے جن کے ہیں عرفاں کے مناظر کہئے
آپ کے "بادۂ عرفاں" کی سن طبع ضیا
جامِ میخانۂ عرفانِ اکابر کہئے

۱۳ ھ ۷۵

قطعۂ تاریخ از نتیجۂ فکر حضرت العلّامہ مولانا انور شاہ صاحب صابری دیوبندی مدّظلہٗ العالی

باہمہ کیف "بادۂ عرفاں" | حاصلِ روحِ کوثر و زمزم
عالمِ دینِ پاک صدرُ الدین | کرد چوں وارداتِ قلب رقم
گفت ہاتف بنامِ سالِ شیوع | بادۂ عارفانِ فخرِ امم

۱۳ ھ ۷۵